جِنّات کی حقیقت
علماء اور مفسّرین کے مضحکہ خیز عقائد، تاویل و استدلال کے مقابل
اِمامِ آخر الزّمانؑ اور آپ کے خلفاء کے بیان فرمودہ حقائق و معارف
از قلم
لئیق احمد مشتاق
مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

جِنّات کی حقیقت

علماء اور مفسّرین کے مضحکہ خیز عقائد، تاویل و استدلال کے مقابل

اِمامِ آخر الزّمانؑ اور آپ کے خلفاء کے بیان فرمودہ حقائق و معارف

از قلم

لئیق احمد مشتاق

مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

نام کتاب: جِنّات کی حقیقت

نام موٴلف: لئیق احمد مشتاق

سرِورق، ترتیب و تزئین: حارث احمد مظفر

اشاعت: جون 2022ء

مقام: مسجد ناصر، پارامار یبو۔ سُرینام جنوبی امریکہ

Jinnat ki Haqiqat (Urdu)

The True Meaning of Jinn

The true profound meanings and subtle philosophy regarding jinn described by the Imam of the age and his successors in refuting the baseless and absurd understanding and interpretation by Muslim clerics and commentators of the Holy Qura'an.

Written by:

Laiq Ahmad Mushtaq
Missionary Ahmadiyya Muslim Jamaat

انتساب

اس مقدس و مطہر وجود کے نام جو اس زمانے میں مسیح، مہدی اور امتی نبی کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ جو شہنشاہِ حرف و حکمت اور سلطان القلم تھا۔ اس دبستاں میں پیدا ہونے والے مُعلّم کامل ﷺ کا یہ ظل ؓ کامل قرآنِ حکیم کے حقائق و معارف بیان کرنے میں متفرد کیا گیا۔ حکمت اور معرفت کی وہ باتیں جو اس کے منہ سے نکلی وہ مردہ دلوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہیں۔

وہ انسانیت کے لئے عافیت کا حصار بن کر آیا۔ تا ابد چہار دانگ عالم میں اس کے قلم سے نکلے یہ اشعار اس کے مقام و مرتبے اور شان کے گواہ رہیں گے۔ ؎

میں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر
میں ہوں وہ نور خدا جس سے ہوا دن آشکار
وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

اظہار تشکر

کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس

وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

بار گاہ ایزدی میں یہ عرض اس شخص کی ہے جسے رب رحمٰن نے محمد عربی ﷺ کی نیابت کا منصب عطا فرماتے ہوئے زمانے کا امام اور حصن حصین بنایا۔ اس کے قلم نے حکمت ودانش کے دریا بہائے، اور صف دشمن کو بحجت پامال کیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رشد وہدایت کے حقیقی منبع و مخزن یعنی قرآن مجید کو دستور العمل بنانے کی نصیحت فرمائی، اور خود اس مقدس کتاب کی متعدد آیات کی ایسی دلنشین، مدلل اور مفصّل تشریح فرمائی جو ہمیشہ آپ کے عشق قرآن اور تبحّر علمی پر گواہ رہے گی۔

پھر مسیح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیابت کے منصب پر فائز خلفائے کرام نے بھی ہمیشہ جماعت کو تمسک بالقرآن ہی کی تلقین فرمائی۔ اور اس کتاب میں جِنّات کے متعلق مختلف علماء ومفسرین کی خرافات کے مقابل پر انہی مقدس ومطہر ہستیوں کے فرمودات کو یکجا کیا گیا ہے۔

خاکسار کے شکریہ کے اوّل مستحق مدیر اعلیٰ سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن ہیں۔ جنہوں نے اس موضوع پر مفصّل مضمون لکھنے کی تحریک کی، اور پھر اسے الفضل کے صفحات کی

زینت بنایا۔
مکرم و محترم منیر احمد شاہین صاحب مربی سلسلہ نے اغلاط کی درستی اور مضمون کی نوک پلک درست کرنے میں بے لوث مدد کی۔
عزیزم حارث احمد مظفر نے کتاب کے صفحات کی ترتیب و تزئین اور سرورق کی تخلیق کی۔

مولا کریم ان سب کو بے شمار فضلوں سے نوازے، اور دین و دنیا کی حسنات عطا فرمائے۔ نیز اس کتاب کو نافع الناس بنائے۔

طالب دعا

لئیق احمد مشتاق
مبلغ سلسلہ سُرینام، جنوبی امریکہ

سب حمد ثنا تیرے لئے ہے میرے مولا
تُو وہ ہے کہ جس نے مجھے توفیق ہنر دی
قرطاس پہ لفظوں کے دیئے تُو نے جلائے
پھر تُو نے مجھے روشنیِ فکر و نظر دی

فہرست عنواین

☆ابتدائیہ 1

☆ قرآن حکیم میں جنّات کا ذکر..................................... 7

☆ لفظ جِنّ کی لغوی بحث 12

☆ جِنّ وانس مکلّف بہ شریعہ 17

☆ احادیث مبارکہ میں جِنّات کا ذکر...............................22

☆ علماء اور مفسّرین کے مضحکہ خیز عقائد.........................32

☆ سیرت ابن ہشام 32

☆ تفسیر طبری..32

☆ کنزالایمان 35

☆ فتاویٰ رضویہ 36

☆ جنّات کا بادشاہ 39

☆ تفسیر بغوی 42

☆ دُر منثور 45
☆ تفسیر جلالین 50
☆ تبیان الفرقان 56
☆ انوارُ البیان 62
☆ بیان القرآن 66
☆ قصص القرآن 69
☆ امداد الکَرَم 72
☆ قصیدہ بردہ شریف 75
☆ تبیان القرآن 77
☆ معارف القرآن 81
☆ علماء و مفسّرین کے بیانات کا تجزیہ 87
☆ مصطفوی تحریک میں جِنّات کا حصہ 92
☆ امامِ آخر الزّمان کے بیان فرمودہ حقائق و معارف 98
☆ حضرت نور الدینِ اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمودات 107

☆ جنّات کی حقیقت از حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ 114

☆ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جِنّات کا وفد 153

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمودات 160

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات 185

☆ قرآنی آرکیالوجی 189

☆ حرف آخر 197

☆ کتابیات 207

ابتدائیہ

قرآن مجید وہ مقدس و مطہر، لاریب و بے عیب کتاب ہے جس کی ابتدا هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ سے ہوتی ہے۔ یہ نوع انسان کے لیے ایک کامل و مکمل ضابطہ حیات ہے۔ بعثتِ محمدی ﷺ اور نزولِ قرآن کے ذریعہ انسانیت اوجِ ثریا تک پہنچی۔

فخر موجودات سید المرسلین ﷺ کو مالکِ کُل نے ان گنت معجزات و کمالات سے نوازا، قرآن مجید بھی انتہائی جامع و مانع، زندہ جاوید اور قائم و دائم معجزہ ہے۔ اور یہ کتاب تا ابد اپنے مقصدِ نزول کا اعلان کرتی رہے گی: كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔ (ابراہیم:2)

یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تیری طرف اتاری ہے تاکہ تُو لوگوں کو ان کے ربّ کے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالتے ہوئے اس راستہ پر ڈال دے جو کامل غلبہ والے (اور) صاحبِ حمد کا راستہ ہے۔

یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ قرآن فہمی اور تمسّک بالقرآن میں ہی انسانیت کی معراج ہے، اور اس سے گریز نکبَت، اِدبار اور پستی کی طرف لے کر جاتا ہے۔

خالقِ عالم کا یہ پاکیزہ کلام عربی زبان میں نازل ہوا، جو فصاحت و بلاغت، قواعد و معانی اور علوم و معارف کی زبان کہلاتی ہے۔ اور اس کے ایک ایک لفظ میں معانی کا جہان آباد ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۔(النحل:90)

اور ہم نے تیری طرف کتاب اتاری ہے اس حال میں کہ وہ ہر بات کو کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے اور ہدایت اور رحمت کے طور پر ہے اور فرمانبر داروں کے لیے خوشخبری ہے۔

خالق و علیم نے قرآن مجید کو تمام علمی محاسن اور عملی فضائل کا مجموعہ ،اور جملہ علوم و معارف الٰہیہ کا خزانہ بنایا۔ اِس مجموعہ ہدایت کا اصل مقصد انسانیت کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنا اور انسان کو بطور اشرف المخلوقات اُس مقام و مرتبہ پر فائز کرنا ہے جس کے لیے اُس کی تخلیق عمل میں لائی گئی تھی۔اس اعلیٰ وارفع مقصد کے حصول کا راستہ آیاتِ قرآنیہ پر گہرے غور و خوض، تدبر و تفکر سے ہی نکلتا ہے۔ گہری صداقتوں اور حقیقتوں کو بیان کرنے والی یہ کتاب بے شمار مضامین اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے، جنہیں مختلف سورتوں میں مختلف طریق اور الفاظ میں بیان کیا گیاہے۔ اس حکیم کتاب پر غور کرنے اور اس کے مطالب و معانی بیان کرنے کے لیے قرونِ اُولیٰ کے مفسرین نے ایک مسلّمہ اصول وضع کیا کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے ہی کی جائے۔ علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:" اِنَّ اَصَحّ الطّریْق فِی ذلك اَنّ یُفَسَّرَ القرآنُ باالقرآن فَمَا اجُمِل فی مکانٍ فانه قدفُسِّر فی موضع آخر۔فان اَعْیاكَ ذلك فَعَلَیْكَ بِالسُّنَّة۔فانها شارحة للقرآن و موضحة له"۔

یعنی تفسیر کا بہترین اور صحیح طریق یہ ہے کہ پہلے قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے، اس لیے کہ ایک چیز ایک جگہ مجمل و موجز ہے تو وہی چیز دوسری جگہ مفصل و مبسوط ذکر کر دی گئی ہے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو تفسیر بذریعہ حدیث کی جائے، کیونکہ یہ قرآن مجید کی شرح

اور توضیح کرتی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد اوّل صفحہ 17۔ اردو ترجمہ از پیر کرم شاہ الازہری، ایڈیشن اپریل 2004ء۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

"قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا غَيۡرَ ذِي عِوَجٍ" کا پُر تاثیر اعلان کرنے والی اس کتاب میں خالق کائنات نے ناری اور طینی صفات رکھنے والی مخلوق جِنّ و انس کی پیدائش کا بار بار مختلف رنگ میں ذکر کیا ہے۔ ان کی فطرت، افعال، اعمال اور کردار کا تذکرہ، اور موازنہ کیا ہے۔ مستقبل میں ان کی محیر العقول ترقیات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ سورت الرحمٰن میں یہ تقابل عظیم الشان شرح و بسط کے ساتھ موجود ہے۔

انسان اس کائنات کا ایک جان دار وجود ہے۔ اس وجود کی تمدّنی لحاظ سے، مذہبی لحاظ سے اور کسی حد تک جسمانی ارتقاء کے لحاظ سے آگے دو اقسام ہیں، "جِنّ اور اِنس"۔ اِنس جس میں اُنس کا پہلو غالب ہے اور وہ طینی سرشت رکھتا ہے۔ اور ناری سرشت والی مخلوق جِن جس میں سرکشی کا پہلو غالب ہے۔ قرآن مجید میں 30 مقامات پر جِنّ و اِنس کا ذکر ہے۔ دونوں کی طرف رسول آئے، دونوں مکلّف بہ شریعہ بھی ہیں، اور اپنے کیے کا بدلہ بھی پائیں گے۔ مگر ظاہر پرست علماء، مفسرین اور ان کے پیروکاروں نے ان گہری اور پُر حکمت آیات پر غور و خوض کی بجائے انہیں ظاہر پر محمول کرتے ہوئے جِنّات کو نہ صرف ایک خاص قسم کی علیحدہ مخلوق تسلیم کیا بلکہ اِسے مافوق الفطرت مخلوق قرار دیتے ہوئے طرح طرح کے عجائبات ان سے منسوب کر دیے۔ یوں نور کی جگہ تاریکی اور روشن سنّت اور شریعت کی جگہ خود تراشیدہ عقائد اور خود تراشیدہ وظائف نے لے لی۔ گھر، مکان، محل، حویلیاں،

قبرستان اور پیڑ پودے آسیب زدہ اور بھاری قرار دیے گئے، اور انہیں جنّ بھوت اور چڑیلوں کا مسکن قرار دے دیا گیا۔ عورتوں، بچوں اور عمر رسیدہ لوگوں کو جِن چمٹنے لگے اور گلی گلی کالے اور سِفلی علم کے ماہر، اور وظائف و عملیات کے دعوے دار لوگ پیدا ہو گئے۔ جِنّات کے کارناموں سے منسوب روایات وضع کی گئیں اور اس رطب و یابس کو اسلام کی پاک اور حقیقی تعلیم کے ساتھ خلط ملط کرنے کی جسارت کی گئی۔ آج برِ صغیر پاک و ہند اور افریقہ کے تیسری دنیا کے زمرے میں شامل ملکوں کے ساتھ یورپ اور امریکہ کے ظاہری ترقی سے مالا مال ممالک کے باشندے بھی انہی توہمات سے آلودہ ہیں۔

ہندوستان میں شائع ہونے والی ایک کتاب جس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں، اُس کی مصنفہ نے مسلمان معاشرے میں پائی جانے والی خامیوں اور بدعات کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے: "ہندوستانی مشترکہ تہذیب اور اردو غزل" کی مصنفہ طاہرہ منظور رقمطراز ہے: "دیکھا جائے تو اسلام کی حقیقی روح اور مشترکہ اسلامی جسم میں بہت فرق ہے۔ ہندوستانی مسلم معاشرہ آج تک ان دونوں کی کشمکش کا سامنا کر رہا ہے۔ اسلام ایک عظیم تہذیب کا علمبردار ہے۔ جس نے ماضی، حال مستقبل کے علاوہ حیاتِ آخر کا بھی احاطہ کر رکھا ہے۔ اس تہذیب کے اقدار اتنے بلند اور قابل عمل ہیں کہ جنہیں حیات انسانی کے مطابق بنایا گیا ہے۔ زندگی کا ضابطہ حیات ہے جہاں سے روگردانی زوال، جہالت اور پستی کی طرف لے جاتی ہے۔ جب ہم آج کی اسلامی تہذیب کی بات کرتے ہیں تو وہ خالص اسلامی نہیں ہوتا بلکہ ہزارہا بدعات سے خلط ملط کر کے جو شکل بن گئی ہے اس سے

مراد لی جاتی ہے۔ تعزیہ، علَم، شب برات، آتش بازی، کونڈے، نیاز، حلوہ، ملیدہ، قوالی، سوانگ، ڈھولک، تاشے، عرس وغیرہ اسلام کے جزو نہیں، یہ اسلامی تہذیب نہیں اور نہ ہی خوش لباسی، سائنسی ایجادات و آسمانی وسعتوں پر پہنچنے کی کوشش سے انکار اسلامی تمدن ہے۔ خدا خود قرآن میں دعوت دیتا ہے کہ قوت حاصل کر لو تو چاند تک پہنچ سکتے ہو۔ یہ قوت جسمانی نہیں بلکہ اشرف المخلوقات کی ذہنی قوت اور اس کے ذریعہ ترقیاں ہیں۔ اعمال و معاملات میں کبر و نخوت اگر عجمی تہذیب کا نمایاں عنصر ہے تو مسیحی تہذیب و تمدن پر شرک کی پرت جمی ہوئی ہے۔ صنم پرستی، چڑھاوے، نیاز کے ساتھ شادی بیاہ، پیدائش و موت سے متعلق رسمیں نہ صرف ہندوستانی بلکہ ہندوآنہ ہیں، جنہیں ہم نے اپنالیا ہے۔''

(ہندوستانی مشترکہ تہذیب اور اردو غزل۔ از طاہرہ منظور، صفحہ 30، 31۔ ایڈیشن 2006ء۔ ناشر، انڈین کاؤنسل فار کلچرل ریلیشنز نئی دہلی)

فإن قال قائل : فما أحسن طرق التفسير ؟ فالجواب : إن أصح الطرق في ذلك أن يفسر القرآن بالقرآن ، فما أُجمل في مكان ، فإنه قد فُسر في موضع آخر ، فإن أعياك ذلك فعليك بالسنة ؛ فإنها شارحةٌ للقرآن وموضحة له ، بل قد قال الإمام أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعي رحمه الله تعالى : كل ما حكم به رسول الله ، صلى الله عليه وسلم ، فهو مما فهمه من القرآن .

قال الله تعالى : ﴿**إنا أنزلنا إليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما أراك الله ولا تكن للخائنين خصيمًا**﴾ . وقال تعالى : ﴿**وأنزلنا إليك الكتاب[١] لتبين للناس ما نزل إليهم ولعلهم يتفكرون**﴾ وقال تعالى : ﴿**وما أنزلنا عليك الكتاب إلا لتبين لهم الذي اختلفوا فيه وهدى ورحمة لقوم يؤمنون**﴾ .

ولهذا قال رسول الله ، صلى الله عليه وسلم : « **ألا إني أوتيت القرآن ومثله معه** » .(٥) يعني السنة . والسنة أيضًا تنزل عليه بالوحي كما ينزل القرآن ، إلا أنها لا تتلى كما يتلى القرآن . وقد استدل الإمام الشافعي – رحمه الله تعالى – وغيره من الأئمة على ذلك بأدلة كثيرة ليس هذا موضع ذلك .

والغرض أنك تطلب تفسير القرآن منه ، فإن لم تجده فمن السنة ، كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لمعاذ حين بعثه إلى اليمن : « **بم تحكم ؟** » . قال : بكتاب الله . قال : « **فإن لم تجد ؟** » . قال : بسنة رسول الله . قال : « **فإن لم تجد[٢] ؟** » . قال : أجتهد برأيي . قال : فضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم في صدره وقال : « **الحمد لله الذي وفق [رسول][٣] رسول الله لما يرضي رسول الله** »(٦) .

(٥) – رواه أبو داود في كتاب السنة ، باب : في لزوم السنة (٤/٢٠٠) حديث (٤٦٠٤) ، من طريق عبدالوهاب بن نجدة ، ثنا أبو عمرو بن كثير بن دينار ، عن حريز بن عثمان ، عن عبد الرحمن بن أبي عوف ، عن المقدام بن معدي كرب ، به . ورواه أحمد حديث ١٧٢٢٣ – (٤/١٣٠) من حديث يزيد ابن هارون ، عن حريز ، به ، ورواه الخطيب في الفقيه والمتفقه (١/٨٩) .

(٦) – رواه أبو داود في الأقضية ، باب : اجتهاد الرأي في القضاء برقم (٣٥٩٢) ، والترمذي في الأحكام ، باب : ما جاء في القاضي كيف يقضي برقم (١٣٢٧) ، ورواه أحمد ٢٢١٠٥ ، ٢٢١٩٩ (٥/ ٢٣٠،٢٤٢) ، ورواه الدارمي في المقدمة برقم (١٧٠) ، والدارقطني ، جميعهم من طريق أبي عون محمد بن عبيد الله الثقفي – ثقة – عن عمرو بن الحارث – مجهول – عن رجال من أصحاب معاذ ، به . وقال الترمذي : هذا الحديث لا نعرفه إلا من هذا الوجه ، وليس إسناده عندي بمتصل . =

[١] – في ز ، خ : « القرآن » . [٢] – في ز : تجده .
[٣] – سقط من : خ .

قرآن حکیم میں جنّات کا ذکر

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر مختلف طریق اور مختلف الفاظ میں جِنّات کا ذکر موجود ہے چند آیات درج ذیل ہیں:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ۔ (سبا:13)

اور (ہم نے) سلیمان کے لیے ہَوا (کو مسخر کر دیا)۔ اُس کا صبح کا سفر بھی مہینے (کی مسافت) کے برابر تھا اور شام کا سفر بھی مہینے (کی مسافت) کے برابر تھا۔ اور ہم نے اس کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا۔ اور جنوں (یعنی جفاکش پہاڑی اقوام) میں سے بعض کو (مسخر کر دیا) جو اس کے سامنے اُس کے ربّ کے حکم سے محنت کے کام کرتے تھے۔ اور جو بھی ان میں سے ہمارے حکم سے انحراف کرے گا اسے ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ۔ (النمل:18)

اور سلیمان کے لیے جن وانس اور پرندوں میں سے اس کے لشکر اکٹھے کئے گئے اور انہیں الگ الگ صفوں میں ترتیب دیا گیا۔

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ۔ (النمل:40)

جنّوں میں سے عِفریت نے کہا میں اسے تیرے پاس لے آؤں گا پیشتر اس سے کہ تُو اپنے مقام سے پڑاؤ اٹھالے اور یقیناً میں اس (کام) پر بہت قوی (اور) قابل اعتماد ہوں۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ۔ (سبا: 15)

پس جب ہم نے اس پر موت کا فیصلہ صادر کر دیا تو اس کی موت پر ایک زمینی کیڑے (یعنی اس کے ناخلف بیٹے) کے سوا کسی نے ان کو آگاہ نہ کیا جو اُس (کی حکومت) کا عصا کھا رہا تھا۔ پھر جب وہ (نظامِ حکومت) منہدم ہو گیا تب جنّ (یعنی پہاڑی اقوام) پر یہ بات کھل گئی کہ اگر وہ غیب کا علم رکھتے تو اِس رُسوا کن عذاب میں نہ پڑے رہتے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ۔ (سبا: 42)

وہ کہیں گے پاک ہے تُو۔ اُن کی بجائے تُو ہمارا دوست ہے۔ بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے (اور) اِن میں سے اکثر اُنہی پر ایمان لانے والے تھے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ (الانعام: 101)

اور انہوں نے جنوں کو اللہ کے شریک بنالیا ہے جبکہ اُسی نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اور انہوں نے بغیر کسی علم کے اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیے ہیں۔ پاک ہے وہ اور اس سے بہت بلند ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْشَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ۔(الانعام:113)

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے جِنّ واِنس کے شیطانوں کو دشمن بنادیا۔ ان میں سے بعض بعض کی طرف ملمّع کی ہوئی باتیں دھوکہ دیتے ہوئے وحی کرتے ہیں۔ اور اگر تیرا ربّ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس تُو ان کو چھوڑ دے اور اُسے بھی جو وہ اِفترا کرتے ہیں۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ۔(الاحقاف:30)

اور جب ہم نے جنوں میں سے ایک جماعت کا رُخ تیری طرف پھیر دیا جو قرآن سنا کرتے تھے۔ جب وہ اُس کے حضور حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا خاموش ہو جاؤ۔ پھر جب بات ختم ہو گئی تو اپنی قوم کی طرف انذار کرتے ہوئے لَوٹ گئے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ۔وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ۔(الرحمٰن:15،16)

اُس نے انسان کو مٹی کے پکائے ہوئے برتن کی طرح کی خشک کھنکتی ہوئی مٹی سے تخلیق کیا، اور جِنّ کو آگ کے شعلوں سے پیدا کیا۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۔(الرحمٰن:34)

اے جِنّ واِنس کے گروہ! اگر تم استطاعت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کی حدود سے باہر

نکل سکو تو نکل جاؤ۔ تم نہیں نکل سکو گے مگر ایک غالب استدلال کے ذریعہ۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ۔(الرحمٰن:40)

اُس دن جِنّ واِنس میں سے کوئی اپنی لغزش کے بارہ میں پوچھا نہیں جائے گا۔

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ۔(الرحمٰن:57)

ان میں نظریں جھکائے رکھنے والی دوشیزائیں ہیں جنہیں ان (جنتیوں) سے پہلے جِنّ واِنس میں سے کسی نے مَس نہیں کیا۔

(ترجمہ آیات، بیان فرمودہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

میں اشارہ پایا جاتا ہے۔ جَمَلْتُ الشَّحْمَ: چربی پگھلانا اور پگھلائی ہوئی چربی کو اَلْجَمِيْلُ کہا جاتا ہے اور اجْتِمَالٌ کے معنی چربی کو بطور تیل ملنے کے ہیں، ایک عورت نے اپنی لڑکی سے کہا:
تَجَمَّلِیْ وَتَعَفَّفِیْ: یعنی چربی پگھلا کر کھایا کرو۔ اور عفافہ یعنی تھنوں میں باقی ماندہ دودھ پیا کرو۔

(ج ن ن)

اَلْجَنَّ۔(ن) کے اصل معنی کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ کرنے کے ہیں، چنانچہ محاورہ ہے: جَنَّهُ اللَّيْلُ وَاَجَنَّهُ اسے رات نے چھپا لیا۔ جُنَّ عَلَيْهِ: اسے جنون ہو گیا۔ پس جَنَّهُ کے معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں، اور اَجَنَّهُ کے معنی چھپانے کے لئے کوئی چیز دینے کے ہیں، جیسے: قَبَرْتُهُ وَاَقْبَرْتُهُ وَسَقَيْتُهُ وَاَسْقَيْتُهُ جَنَّ عَلَيْهِ كَذَا۔ کسی چیز نے اسے چھپا لیا۔
قرآن پاک میں ہے۔
﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رٰاٰى كَوكَباً﴾ (۶۔۷۷) جب رات نے ان کو (پردۂ تاریکی سے) چھپا دیا تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا۔
اَلْجَنَانُ: دل کیونکہ وہ حواس سے مستور ہوتا ہے۔
اَلْمِجَنُّ وَالْمِجَنَّةُ: ڈھال۔ کیونکہ اس سے انسان اپنے آپ کو بچاتا اور چھپاتا ہے۔
قرآن پاک میں ہے۔ ﴿اِتَّخَذُوٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً﴾ (۶۳۔۲) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔
اور حدیث میں ہے [1] (۶۵) اَلصَّومُ جُنَّةٌ: کہ روزہ ڈھال ہے۔
اَلْجَنَّةُ: ہر وہ باغ جس کی زمین درختوں کیوجہ سے نظر نہ آئے جنت کہلاتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ ﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِی مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ﴾ (۳۴۔۱۵) (اہل) سبا کے لئے ان کے مقام بود و باش میں ایک نشانی تھی (یعنی دو باغ ایک دائیں طرف اور (ایک) بائیں طرف۔
﴿وَلَوْلَآ اِذْدَخَلْتَ جَنَّتَكَ﴾ (۱۸۔۳۹) اور (بھلا) جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو............ کیوں نہ۔
بعض نے کہا ہے کہ ان گنجان درختوں کو بھی جنت کہا جاتا ہے جو زمین کو چھپائے ہوئے ہوں اسی معنی میں شاعر نے کہا ہے [2] (بسیط)

(۹۵) مِنَ النَّوَاضِحِ تَسْقِی جَنَّةً سَحِقًا

اور نخلستان کو سیراب کرنے والی سدھائی ہوئی اونٹنی پر رکھے ہوتے ہیں۔
اور بہشت کو جنت یا تو دنیوی باغات سے تشبیہ دے کر کہا گیا ہے، اگرچہ دونوں میں بون بعید ہے اور یا اس لئے کہ بہشت کی نعمتیں ہم سے مخفی رکھی گئی ہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ (۳۲۔۱۷) کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے

---

[1] ای یبقی صاحبہ من الشھوات انظر للحدیث النھایۃ ۱: ۲۱۴ واللسان (جنن) وزوائد ابن حبان ۔عن کعب بن عجرۃ انظر رقم ۲۵۵۳ و ۲۶۱ و ۱۵۶۹.

[2] قالہ زھیر بن ابی سلمٰی واولہ ۔کان عینی فی غربی مقتلہ والبیت فی دیوانہ مع شرح الاعلام الشنتمری ۱۱۷ طبعۃ لیدن ۱۳۰۶ والعقد الثمین ۸۴ واللسان (قتل) شواھدالکشاف ۸۲ ومختار الشعر الجاھلی ۱: ۱۷۱ والبحر ۳۴/۷/۳۱۳۰۵.

لفظ جنّ کی لغوی بحث

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ "مفردات القرآن" میں لکھتے ہیں: "(ج ن ن) اَلْجَنَّ کے اصل معنی کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ کرنے کے ہیں۔ چنانچہ محاورہ ہے جَنَّہُ الَّیْلُ وَاَجَنَّہُ اُسے رات نے چھپالیا۔ جُنَّ عَلَیْہِ: اسے جنون ہو گیا پس جَنَّہُ کے معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں، اور اَجَنَّہُ کے معنی چھپانے کے لیے کوئی چیز دینے کے ہیں، جیسے: قَبَرْتُہُ وَاَقْبَرْتُہُ وَسَقَیْتُہُ وَاَسْقَیْتُہُ جَنَّ عَلَیْہِ کَذَا۔ کسی چیز نے اُسے چھپالیا۔ قرآن پاک میں ہے: فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْہِ الَّیْلُ رَاٰی کَوْکَبًا۔ پس جب رات اس پر چھا گئی اس نے ایک ستارے کو دیکھا۔

اَلْجَنَانُ، دل: کیونکہ وہ حواس میں مستور ہوتا ہے۔

اَلْمِجَنُّ وَالْمِجَنَّۃُ: ڈھال کیونکہ اس سے انسان اپنے آپ کو بچاتا اور چھپاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً۔ (المجادلہ: 17) انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے۔ اور حدیث میں ہے: الصَّوْمُ جُنَّۃٌ کہ روزہ ڈھال ہے۔

اَلْجَنَّۃُ: ہر وہ باغ جس کی زمین درختوں کی وجہ سے نظر نہ آئے جنّت کہلاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے: "لَقَدْ کَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْکَنِہِمْ اٰیَۃٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ"۔ (سبا: 16)۔ اہل سبا کے لیے بھی ان کے مقام بود باش میں ایک نشانی تھی۔ یعنی دو باغ ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف۔

اَلْجَنِيْنُ: بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں رہے اُسے جَنِیْنٌ کہا جاتا ہے، اس کی جمع اَجِنَّۃٌ آتی ہے: وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ۔(النجم :33)۔ اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں تھے۔ اور یہ یعنی جنین فعیل بمعنی مفعول سے ہے، یعنی چھپا ہوا۔ اَلْجَنِیْنُ قبر کو بھی کہتے ہیں، فعیل بمعنی فاعل ہے، یعنی چھپانے والی۔

اَلْجِنُّ: جِن (اس کی جمع جِنَّۃٌ آتی ہے) اور اس کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے۔ 1۔ انسان کے مقابلہ میں ان تمام روحانیوں کو جِنّ کہا جاتا ہے جو حواس سے مستور ہیں۔ اس صورت میں جِنّ کا لفظ ملائکہ اور شیاطین دونوں کو شامل ہوتا ہے۔ لہٰذا تمام فرشتے جِنّ ہیں، لیکن تمام جِنّ فرشتے نہیں۔ اسی بنا پر ابو صالح نے کہا ہے کہ تمام فرشتے جِنّ ہیں۔ 2۔ بعض نے کہا ہے کہ نہیں، بلکہ جِنّ روحانیوں کی ایک قِسم ہے، کیونکہ روحانیات تین قِسم کے ہیں۔ (1) اَخْیَار (نیک) اور یہ فرشتے ہیں۔ (2) اَشْرَار (بد) اور یہ شیاطین ہیں۔ (3) اَوْسَاط، جن میں بعض نیک اور بعض بد ہیں، اور یہ جِنّ ہیں۔ چنانچہ سورۃ جِنّ کی ابتدائی آیات: قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا . . . وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ: اور یہ کہ ہم بعض فرمانبردار ہیں اور بعض نافرمان گناہ گار ہیں، اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جِنّوں میں بعض نیک اور بعض بد ہیں۔

اَلْجِنَّۃُ: جنون دیوانگی، قرآن پاک میں ہے: مَا بِصَاحِبِهِمْ مِنْ جِنَّةٍ،(7:185) کہ ان کے رفیق (محمد ﷺ) کو (کسی طرح کا بھی) جنون نہیں۔ اور دیوانگی کو جنون اس

لیے کہا جاتا ہے کہ یہ انسان کے دل اور عقل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ جُنَّ فُلانٌ اُسے جِن ّلگ گیا۔ بعض نے کہا ہے جُنَّ فُلانٌ کے معنی ہیں اُس کے قلب کو عارضہ ہو گیا اور بعض نے کہا ہے دیوانگی نے اس کی عقل کو چھپالیا، اور آیت کریمہ: مُعَلَّمٌ مَجۡنُونٌ : (44:15) کے معنی ہیں اُسے وہ جِن ّچمٹا ہوا ہے جو اُسے تعلیم دیتا ہے۔ اور یہی معنی آیت: أَئِنَّا لَتَارِكُوٓ اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجۡنُوۡنٍ(37:37) : کہ "بھلا ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے والے ہیں "میں شاعر مجنون کے ہیں۔

جُنَّ التِّلاعُ وَالۡاٰفَاقُ: یعنی ٹیلوں اور ان کے گردونواح کو گھاس نے چھپا لیا۔ اور آیت کریمہ: وَالۡجَانَّ خَلَقۡنَاهُ مِنۡ قَبۡلُ مِنۡ نَارِ السَّمُوۡمِ(15:28) : اور جان کو اُس سے بھی پہلے بے دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا تھا۔ میں جَانَّ سے بھی جِنّوں کی ایک قِسم مراد ہے۔ لیکن آیت کریمہ: كَأَنَّهَا جَانٌّ (27:11) : میں جَان سے ایک قِسم کا سانپ مراد ہے۔"

(مفردات القرآن، مصنفہ امام راغب اصفہانیؒ۔ اردو ترجمہ محمد عبدہ فیروزپوری۔ زیر لفظ، ج ن ن)

قاموس الفاظِ القرآن الکریم میں لکھا ہے: "اَلۡجِنُّ: اسم۔ جن ّ۔ جن ایک باشعور اور ذی عقل و فہم مخلوق ہے۔ ان کا مادی جسم ہوتا ہے۔ وہ بالعموم غیر مرئی ہوتے ہیں۔ جس طرح انسانوں کی تخلیق مٹی سے ہوتی ہے، اُسی طرح جِنّوں کی تخلیق بغیر دھوئیں والی آگ سے ہوتی ہے۔ وہ اپنی خوراک کھاتے پیتے ہیں۔ ان پر اسی طرح موت طاری ہوتی ہے جس طرح انسانوں پر۔ اگرچہ یہ سب کچھ انسانی نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔ وہ اپنی مرضی

سے انسانوں کے سامنے زیادہ تر حیوانوں کے روپ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ نوٹ: لفظ جِنّ اسم جمع ہے۔ جس کا اطلاق مخلوق کی ایک قسم پر ہوتا ہے، جس طرح لفظ انسان کا اطلاق آدمیوں پر ہوتا ہے، اس کا مفرد جِنّی ہے، لیکن یہ لفظ بشکل مفرد قرآن میں وارد نہیں ہے۔"

(قاموس الفاظ القرآن الکریم، زیر لفظ ج ن ن۔ مصّنفہ ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی۔ ناشر مکتبہ دارالاشاعت کراچی)

انٹرنیٹ پر مختلف زبانوں میں الفاظ کی لغوی بحث کی سہولت فراہم کرنے والی ویب سائٹ "المعانی" میں جِنّ کے درج ذیل مطالب بیان کیے گئے ہیں: "جَنَّ الشیءَ وَعَلَيْهِ: (فعل)۔ ڈھانپنا، چھپانا قران پاک میں ہے: "فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا۔"

جَنَّ الظَلامُ: (فعل)۔ اندھیرا سخت ہو جانا۔ جَنَّ الميِّتَ: (فعل)۔ کفن دینا، قبر میں رکھنا۔ جُنَّ بِهِ وَمِنْهُ: (فعل)۔ انتہائی حیرت زدہ ہونا کہ پاگل سا ہو جائے۔ جُنَّ جَنًّا وجنُونا وجِنَّةً ومَجَنَّةً: (فعل)۔ عقل زائل ہونا، دیوانہ ہو جانا۔ جِنٌّ: (اسم)۔ انسان کے بالمقابل پوشیدہ مخلوق۔"

(https://www.almaany.com/ur/dict/ar-ur/%D8%AC%D9%86/)

اردو کی مشہور لغت فرہنگ آصفیہ میں لکھا ہے: جِنّ: اسمِ مذکر، دیو، بھوت پریت، ملائکہ کی وہ قسم جو آگ سے پیدا کی گئی۔ غصہ، غضب، مضبوط آدمی، سخت آدمی، کڑا اور پکا آدمی مستقل مزاج آدمی، ثابت قدم آدمی۔

جِنّ اُتارنا: فعل متعدی ۔ بھوت کو قابو کرنا، پریت کسی کے اوپر سے دور کرنا، آسیب کو بھگانا، کسی کے غُصّہ کو ٹھنڈا کرنا۔

جِنّ اُترنا: فعلِ لازم۔ آسیب دور ہونا، دیوانے یا سودائی کا ہوش میں آنا۔ غصہ فرو ہونا، غصہ اُترنا۔ رسائی میں آنا، دھیما ہونا۔ جِنّ چڑھنا: فعلِ لازم۔ غُصّہ چڑھنا، طیش آنا، ضِد چڑھنا۔ آسیب کا اثر ہونا۔"۔(فرہنگِ آصفیّہ جلد دوم، زیر لفظ جِنّ)

اردو کی سب سے ضخیم لغت میں لکھا ہے: "جِنّ: 1. (لفظاً) پوشیدہ، چھپا ہوا، (مجازاً) ایک مخلوق انسانوں سے مختلف قرآن مجید میں اس کا ذکر سورۂ جن میں آیا ہے۔ 2. مستقل مزاج شخص، ایسا شخص جو کسی کام میں تن دہی سے جٹا رہے، ثابت قدم۔ 3. ضدی آدمی ہٹیلا یا سرکش آدمی۔ 4. (مجازاً) مضبوط یا زور آور شخص، غصہ، غضب۔"

(اردو لغت تاریخی اصول پر: زیر لفظ جِنّ۔ شائع کردہ، اردو لغت بورڈ پاکستان)

جنّ و انس مکلّف به شریعه

خالق کائنات نے اپنی پاک و برتر کتاب قرآن مجید میں ''جنّ و اِنس'' دونوں گروہوں کو متوازی لیا ہے۔ احکام خداوندی کے ماننے میں، دنیا و دین میں، آزمائش میں، گناہ و ثواب میں، دنیا میں اجر و ثواب میں اور آخرت کے اجر و ثواب میں۔ غرض قرآنِ حکیم کے طرزِ تخاطب میں دونوں برابر ہیں، اور اس کا نمونہ درج ذیل آیات میں انتہائی وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ (الذاریات: 57)

اور میں نے جنّ و انس کو پیدا نہیں کیا مگر اس غرض سے کہ وہ میری عبادت کریں۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ (الانعام: 101)

اور انہوں نے جنّوں کو اللہ کے شریک بنالیا ہے جبکہ اُسی نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اور انہوں نے بغیر کسی علم کے اُس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لئے ہیں۔ پاک ہے وہ اور اس سے بہت بلند ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ۔ (الانعام: 131)

اے جِنّوں اور عوام الناس کے گروہو! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے جو تمہارے سامنے میری آیات بیان کیا کرتے تھے اور تمہیں تمہاری اِس دن کی ملاقات سے ڈرایا کرتے تھے؟ تو وہ کہیں گے کہ (ہاں) ہم اپنے ہی نفوس کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔ اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ میں مبتلا کر دیا تھا اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کفر کرنے والے تھے۔

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔(الانعام:129)

اور (یاد رکھ) وہ دن جب وہ ان سب کو اکٹھا کرے گا (اور کہے گا) اے جِنّوں کے گروہ! تم نے عوام الناس کا استحصال کیا۔ اور عوام النّاس میں سے ان کے دوست کہیں گے۔ اے ہمارے ربّ! ہم میں سے بعض نے بعض دوسروں سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنی اس مقررہ گھڑی تک آپہنچے جو تُو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی۔ وہ کہے گا تمہارا ٹھکانا آگ ہے (تم) اُس میں لمبا عرصہ رہنے والے ہوگے سوائے اِس کے جو اللہ چاہے۔ یقیناً تیرا ربّ صاحبِ حکمت (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا۔ (الکہف:51)

اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کے لئے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ جِنّوں میں سے تھا پس وہ اپنے ربّ کے حکم سے رُوگردان ہو گیا۔ تو کیا تم اُسے اور اس کے چیلوں کو میرے سوا دوست پکڑ بیٹھو گے جبکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ ظالموں کے لئے یہ تو بہت ہی برا بدل ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ (الاعراف:180)

اور یقیناً ہم نے جہنم کے لئے جِنّ و اِنس میں سے ایک بڑی تعداد کو پیدا کیا۔ ان کے دل ایسے ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ایسی ہیں کہ جن سے وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ایسے ہیں کہ جن سے وہ سنتے نہیں۔ یہ لوگ تو چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ یہ (ان سے بھی) زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔ یہی ہیں جو غافل لوگ ہیں۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ۔ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ (ھود:119تا120)

اور اگر تیرا ربّ چاہتا تو لوگوں کو ایک ہی اُمّت بنا دیتا مگر وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ سوائے اس کے جس پر تیرا ربّ رحم کرے اور اِسی خاطر اس نے انہیں پیدا کیا تھا۔ اور تیرے ربّ کی یہ بات بھی پوری ہوئی کہ میں ضرور جہنم کو جِنّوں اور عوام الناس سب

سے بھر دوں گا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ (بنی اسرائیل: 89)

تُو کہہ دے کہ اگر جنّ و انس سب اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکیں گے خواہ ان میں سے بعض بعض کے مددگار ہوں۔

وَ قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ۔ (حٰمٓ السجدۃ: 26)

اور ہم نے اُن کے لئے بعض ساتھی مقرر کر دیئے۔ پس انہوں نے اُن کے لئے اُسے خوب سجا کر پیش کیا جو اُن کے سامنے تھا یا اُن سے پہلے تھا۔ پس اُن پر وہی فرمان صادق آگیا جو اُن قوموں پر صادق آیا تھا جو اُن سے قبل جنّ و اِنس میں سے گزر چکی تھیں۔ یقیناً وہ گھاٹا پانے والوں میں سے تھے۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ۔ (حٰمٓ السجدۃ: 30)۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں جنّ و اِنس میں سے وہ دونوں دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ اِس غرض سے کہ ہم انہیں اپنے قدموں تلے روندیں تا کہ وہ انتہائی ذلیل ہو جائیں۔

أُولَٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ حَقَّ عَلَيۡهِمُ الۡقَوۡلُ فِيۡٓ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا خٰسِرِيۡنَ۔ وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا ۚ وَ لِيُوَفِّيَهُمۡ اَعۡمَالَهُمۡ وَ هُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ۔

(الاحقاف:19تا20)

یہی وہ لوگ ہیں جن پر وہ فرمان صادق آگیا جو ان سے پہلے جِنّ و انس میں سے گزری ہوئی قوموں پر صادق آیا تھا یقیناً یہ سب گھاٹا پانے والے لوگ ہیں۔ اور سب کے لئے اس کے مطابق درجات ہیں جو وہ کرتے رہے تا کہ (اللہ) ان کے اعمال کی انہیں پوری پوری جزا دے اس حال میں کہ وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے۔

(ترجمہ آیات، بیان فرمودہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

احادیث مبارکہ میں جنّات کا ذکر

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى ، عَنْ دَاوُدَ ، عَنْ عَامِرٍ ، قَالَ: سَأَلْتُ عَلْقَمَةَ ، هَلْ كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ ، شَهِدَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ؟ قَالَ: فَقَالَ عَلْقَمَةُ : أَنَا سَأَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ ، فَقُلْتُ: هَلْ شَهِدَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ؟ قَالَ: لَا ، وَلَكِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ذَاتَ لَيْلَةٍ ، فَفَقَدْنَاهُ ، فَالْتَمَسْنَاهُ فِي الأَوْدِيَةِ وَالشِّعَابِ ، فَقُلْنَا اسْتُطِيرَ أَوِ اغْتِيلَ ، قَالَ: فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ ، بَاتَ بِهَا قَوْمٌ ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا إِذَا هُوَ ، جَاءٍ مِنْ قِبَلِ حِرَاءٍ ، قَالَ: فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، فَقَدْنَاكَ ، فَطَلَبْنَاكَ فَلَمْ نَجِدْكَ ، فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ ، بَاتَ بِهَا قَوْمٌ ، فَقَالَ: أَتَانِي ، دَاعِي الْجِنِّ ، فَذَهَبْتُ مَعَهُ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ ، قَالَ: فَانْطَلَقَ بِنَا ، فَأَرَانَا آثَارَهُمْ ، وَآثَارَ نِيرَانِهِمْ ، وَسَأَلُوهُ الزَّادَ ، فَقَالَ: لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ، ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ، يَقَعُ فِي أَيْدِيكُمْ أَوْفَرَ مَا يَكُونُ لَحْمًا ، وَكُلُّ بَعْرَةٍ عَلَفٌ لِدَوَابِّكُمْ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا ، فَإِنَّهُمَا طَعَامُ إِخْوَانِكُمْ۔

(صحیح مسلم ، كِتَاب الصَّلَاةِ ۔ باب الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الصُّبْحِ وَالْقِرَاءَةِ عَلَى الْجِنِّ حدیث نمبر 1007)

حضرت عامر سے روایت ہے کہ میں نے علقمہ سے پوچھا: کیا ابن مسعود رضی اللہ عنہ جنّوں والی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ لیکن ہم ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ہم نے آپ کو موجود نہ پایا۔ پھر ہم

نے آپ کو وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کیا مگر آپ نہ ملے۔ ہم نے خیال کیا کہ یا تو آپ کو اچک لیا گیا ہے یا آپ ﷺ کو دھوکہ سے شہید کر دیا گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ بد ترین رات تھی جو کسی قوم نے گزاری ہو گی۔ پھر جب ہم نے صبح کی تو دیکھا کہ آپ ﷺ حرا (جبل نور پہاڑ ہے جو مکہ اور منیٰ کے بیچ میں ہے) کی طرف سے تشریف لا رہے ہیں۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو یہاں موجود نہ پا کر آپ کو تلاش کیا، آپ کو نہ پا کر ہم نے بُرے طور سے رات کاٹی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جِنّوں کا قاصد میرے پاس آیا۔ میں اس کے ساتھ گیا اور جِنّوں کو قرآن سنایا۔" راوی کہتے ہیں پھر آپ ہمارے ساتھ چلے۔ آپ نے ہمیں ان کے نشان اور ان کی آگوں کے نشان دکھلائے، اور انہوں نے آپ ﷺ سے زاد راہ طلب کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے لیے ہر ہڈی جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو وہ تمہارے ہاتھ میں پڑے اور اس پر خوب گوشت ہو وہ تمہارے لیے ہے۔ اور ہر مینگنی بھی تمہارے جانوروں کی خوراک ہے۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہڈی اور مینگنی سے استنجامت کرو کیونکہ وہ تمہارے جِن بھائیوں کی خوراک ہے۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ، فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ: رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي، قَالَ: رَوْحٌ فَرَدَّهُ خَاسِئًا۔

(صحیح البخاري، كِتَاب الصَّلَاةِ۔ بَابُ الأَسِيرِ أَوِ الغَرِيمِ يُرْبَطُ فِي المَسْجِدِ حدیث نمبر: 416)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کل رات جِنّوں میں سے ایک عفریت مجھ پر ٹوٹ پڑا، یاایساہی کوئی اور کلمہ (فرمایا) تاکہ میری نماز توڑ دے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا۔ میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے ستون میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں۔ تاکہ صبح کو تم سب بھی اسے دیکھو۔ پھر مجھے میرے بھائی سلیمان کی یہ دعایاد آگئی (جو سورۃ ص میں مذکور ہے) اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہت عطاکر جو میرے بعد کسی کو بھی سزاوار نہ ہو۔ رَوح کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اُسے دھتکار دیا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ ،قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ، جَعَلَ يَفْتِكُ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ، وَإِنَّ اللّٰهَ أَمْكَنَنِي مِنْهُ فَذَعَتُّهُ، فَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى جَنْبِ سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، حَتَّى تُصْبِحُوا تَنْظُرُونَ إِلَيْهِ أَجْمَعُونَ أَوْ كُلُّكُمْ، ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ: رَبِّ اغْفِرْ لِي، وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي، فَرَدَّهُ اللّٰهُ خَاسِئًا ، وَقَالَ ابْنُ مَنْصُورٍ شُعْبَةُ : عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ۔

(صحیح مسلم ، كِتَاب الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاة۔ باب جَوَازِ لَعْنِ الشَّيْطَانِ فِي أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ وَالتَّعَوُّذِ مِنْهُ وَجَوَازِ الْعَمَلِ الْقَلِيلِ فِي الصَّلَاةِ حدیث نمبر: 1209)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گذشتہ رات ایک سرکش جِنّ میری نماز توڑنے کے لیے چپکے سے مجھ پر حملہ کرنے لگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے

میرے قابو میں کر دیا، اور میں نے اُسے زور سے پیچھے ہٹا دیا۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ اُسے مسجد کے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں یہاں تک کہ صبح ہو، تو تم سب اُسے دیکھ لو۔ لیکن پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی۔ انہوں نے یہ دعا کی تھی: اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہت عطا کر جو میرے بعد کسی کو نہ ملے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ذلیل ورُسوا کرتے ہوئے لوٹا دیا۔

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ ، قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعْنَاهُ يَقُولُ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ، ثُمَّ قَالَ: أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ، ثَلَاثًا، وَبَسَطَ يَدَهُ، كَأَنَّهُ يَتَنَاوَلُ شَيْئًا، فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَدْ سَمِعْنَاكَ تَقُولُ فِي الصَّلَاةِ، شَيْئًا لَمْ نَسْمَعْكَ تَقُولُهُ قَبْلَ ذَلِكَ، وَرَأَيْنَاكَ بَسَطْتَ يَدَكَ، قَالَ: إِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ إِبْلِيسَ، جَاءَ بِشِهَابٍ مِنَ نَارٍ لِيَجْعَلَهُ فِي وَجْهِي، فَقُلْتُ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قُلْتُ: أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ، فَلَمْ يَسْتَأْخِرْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَرَدْتُ أَخْذَهُ، وَاللّٰهِ لَوْلَا دَعْوَةُ أَخِينَا سُلَيْمَانَ، لَأَصْبَحَ مُوثَقًا يَلْعَبُ بِهِ وِلْدَانُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ۔

(صحیح مسلم، كِتَاب الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ۔ باب جَوَازِ لَعْنِ الشَّيْطَانِ فِي أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ وَالتَّعَوُّذِ مِنْهُ وَجَوَازِ الْعَمَلِ الْقَلِيلِ فِي الصَّلَاةِ حدیث نمبر: 1211)

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ تو ہم نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا "أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ" میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ پھر تین بار فرمایا "أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ" میں تجھ پر اللہ کی لعنت ڈالتا ہوں۔

پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس طرح پھیلایا، جیسے آپ ﷺ کوئی چیز پکڑ رہے ہوں۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! آج ہم نے نماز میں آپ کو وہ باتیں کرتے سنا جو پہلے کبھی نہیں سنی تھیں اور ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا دشمن ابلیس آگ کا شعلہ لے کر آیا تھا تاکہ اُسے میرے منہ پر ڈال دے۔ تب میں نے تین بار کہا: میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، پھر میں نے کہا کہ میں تجھ پر اللہ کی پوری لعنت ڈالتا ہوں، لیکن وہ تینوں مرتبہ پیچھے نہ ہٹا۔ پھر میں نے اُسے پکڑنا چاہا۔ اللہ کی قسم! اگر ہمارے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو وہ صبح تک بندھا رہتا اور مدینے کے بچے اس سے کھیل رہے ہوتے۔

عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْجِنُّ عَلَى ثَلاثَةِ أَصْنَافٍ: صِنْفٌ لَهُمْ أَجْنِحَةٌ يَطِيرُونَ فِي الْهَوَاءِ، وَصِنْفٌ حَيَّاتٌ، وَصِنْفٌ يَحِلُّونَ وَيَظْعَنُونَ. صححه الالبان۔

(المستدرک علی الصّحیحین، از امام محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری۔ کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ الاحقاف)

حضرت ثعلبہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنّ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کے پر ہوتے ہیں اور وہ ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں۔ دوسرے زمین پر رینگنے والے سانپ وغیرہ کی ہے، اور تیسری قسم وہ لوگ جو خیمے لگاتے اور اکھاڑتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: اتَّبَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ، فَكَانَ لَا يَلْتَفِتُ، فَدَنَوْتُ مِنْهُ، فَقَالَ: ابْغِنِي أَحْجَارًا أَسْتَنْفِضْ بِهَا أَوْ نَحْوَهُ، وَلَا تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَلَا رَوْثٍ، فَأَتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِيَابِي فَوَضَعْتُهَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَعْرَضْتُ عَنْهُ، فَلَمَّا قَضَى أَتْبَعَهُ بِهِنَّ۔ (صحیح البخاری، کِتَاب الْوُضُوءِ۔ بَابُ الِاسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ حدیث نمبر: 155)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (ایک مرتبہ) رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عادت مبارکہ تھی کہ (چلتے وقت) ادھر ادھر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ تو میں بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیچھے پیچھے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قریب پہنچ گیا۔ مجھے دیکھ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ میرے لیے ڈھیلے تلاش کرو تاکہ میں ان سے استنجا کروں۔ یا اس جیسا کوئی لفظ فرمایا۔ اور فرمایا کہ ہڈی اور گوبر نہ لانا۔ چنانچہ میں اپنے دامن میں پتھر بھر کر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس لے گیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پہلو میں رکھ دیے اور پیچھے ہٹ گیا، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (قضائے حاجت سے) فارغ ہوئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پتھروں سے استنجا کیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ كَانَ يَحْمِلُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِدَاوَةً لِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ، فَبَيْنَمَا هُوَ يَتْبَعُهُ بِهَا، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: أَنَا أَبُوهُرَيْرَةَ، فَقَالَ: ابْغِنِي أَحْجَارًا أَسْتَنْفِضْ بِهَا، وَلَا تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثَةٍ، فَأَتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ أَحْمِلُهَا فِي طَرَفِ ثَوْبِي حَتَّى وَضَعْتُ إِلَى جَنْبِهِ، ثُمَّ انْصَرَفْتُ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مَشَيْتُ، فَقُلْتُ: مَا

بَالُ الْعَظْمِ وَالرَّوْثَةِ؟ قَالَ: هُمَا مِنْ طَعَامِ الْجِنِّ وَإِنَّهُ أَتَانِي وَفْدُ جِنِّ نَصِيبِينَ وَنِعْمَ الْجِنُّ فَسَأَلُونِي الزَّادَ، فَدَعَوْتُ اللّٰهَ لَهُمْ أَنْ لَا يَمُرُّوا بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثَةٍ إِلَّا وَجَدُوا عَلَيْهَا طَعَامًا۔

(صحیح البخاري، كِتَاب مَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ۔ بَابُ ذِكْرُ الْجِنِّ حدیث نمبر: 3860)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وضو اور قضائے حاجت کے لیے چھاگل اٹھا کر لے جایا کرتے تھے۔ ایک بار میں چھاگل اٹھائے آپ ﷺ کے پیچھے چل رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ کون ہے؟ بتایا کہ میں ابوہریرہ ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ استنجے کے لیے چند پتھر تلاش کر لاؤ اور ہاں ہڈی اور لید نہ لانا۔ تو میں پتھر لے کر حاضر ہوا۔ میں انہیں اپنے کپڑے میں رکھے ہوئے تھا اور لا کر میں نے آپ ﷺ کے قریب رکھ دیا اور وہاں سے واپس چلا آیا۔ آپ ﷺ جب قضائے حاجت سے فارغ ہو گئے تو میں پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ ہڈی اور گوبر میں کیا بات ہے؟ (کہ آپ نے ان کے لانے سے منع فرمایا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس لیے کہ وہ جِنّوں کی خوراک ہیں۔ میرے پاس نصیبین کے جِنّوں کا ایک وفد آیا تھا اور کیا ہی اچھے وہ جِنّ تھے۔ انہوں نے مجھ سے زادراہ مانگا اور میں نے ان کے لیے اللہ سے یہ دعا کی کہ وہ جس ہڈی یا گوبر کے پاس سے گذریں، وہ ضرور اس میں اپنی خوراک پائیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسْتَنْجُوْا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَإِنَّهُ زَادُ إِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ۔ وَفِي الْبَاب: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَسَلْمَانَ،

وَجَابِرٍ، وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ إِسْمَاعِيل بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَغَيْرُهُ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ، فَقَالَ الشَّعْبِيُّ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَسْتَنْجُوْا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَإِنَّهُ زَادُ إِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ۔

(سنن ترمذي، كتاب الطهارة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ مَا يُسْتَنْجَى بِهِ حدیث نمبر: 18)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گوبر اور ہڈی سے استنجانہ کرو کیونکہ وہ تمہارے جِنّ بھائیوں کی خوراک ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَدِمَ وَفْدُ الْجِنِّ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدُ، انْهَ أُمَّتَكَ أَنْ يَسْتَنْجُوْا بِعَظْمٍ أَوْ رَوْثَةٍ أَوْ حُمَمَةٍ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى جَعَلَ لَنَا فِيهَا رِزْقًا، قَالَ: فَنَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ۔

(سنن ابی داؤد، كِتَاب الطَّهَارَةِ۔ باب الِاسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ حدیث نمبر 39)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ جِنّوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: آپ اپنی امت کو ہڈی، لید (گوبر، مینگنی)، اور کوئلے سے استنجا کرنے سے منع فرما دیجیے کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے روزی بنائی ہے، تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔

المستدرك
على الصحيحين

للإمام الحافظ أبي عبد الله الحاكم النيسابوري
رحمه الله تعالى

طبعة متضمنة انتقادات الذهبي رحمه الله

وبذيله

تتبع أوهام الحاكم التي سكت عليها الذهبي

لأبي عبد الرحمن مقبل بن هادي الوادعي

الجزء الثاني

دار الحرمين للطباعة والنشر والتوزيع

معاوية بن صالح عن أبي الزاهرية عن جبير بن نفير عن أبي ثعلبة الخشني رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم: «الجن ثلاثة أصناف: صنف لهم أجنحة يطيرون في الهواء، وصنف حيات وكلاب، وصنف يحلون ويظعنون».

هذا حديث صحيح الإسناد[1]، ولم يخرجاه.

* * *

٤٧ - تفسير سورة محمد صلى الله عليه وعلى آله وسلم

بسم الله الرحمن الرحيم

٣٧٦٠- أخبرنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله الزاهد الأصبهاني ثنا أحمد بن مهران ثنا عبيد الله بن موسى أنبأ إسرائيل عن أبي يحيى[2] عن مجاهد عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله عز وجل: ﴿الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله أضل أعمالهم﴾ [محمد: ١]، قال: منهم أهل مكة: ﴿والذين آمنوا وعملوا الصالحات﴾ [محمد: ٢]، قال: هم الأنصار، قال: ﴿وأصلح بالهم﴾ [محمد: ٢]، قال: أمرهم.

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

٣٧٦١- أخبرنا الحسن بن حليم المروزي أنبأ أبو الموجه أنبأ عبدان أنبأ عبد الله أنبأ صفوان ابن عمرو عن عبد الله بن بشر عن أبي أمامة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم في قوله عز وجل: ﴿ويسقى من ماء صديد * يتجرعه﴾ [إبراهيم: ١٦، ١٧]، قال: «يقرب إليه فيتكرهه، فإذا أدني منه شوى وجهه ووقع فروة رأسه، فإذا شربه قطع أمعاءه حتى يخرج من دبره» يقول الله عز وجل: ﴿وسقوا ماء حميمًا فقطع أمعاءهم﴾ [محمد: ١٥]، يقول الله عز وجل: ﴿وإن يستغيثوا يُغاثوا بماء كالمهل يشوي الوجوه بئس الشراب﴾ [الكهف: ٢٩].

هذا حديث صحيح الإسناد[3]، ولم يخرجاه.

---

(١) عبد الله بن صالح كاتب الليث مجروح بجرح مفسر، راجع «ميزان الاعتدال»، فالظاهر أن حديثه لا يرتقي إلى الحجية.

(٢) أبو يحيى هو القتات، وقد ضعفه الأكثرون.

(٣) تقدم التنبيه في سورة الكهف على ضعف هذا الحديث.

علماء اور مفسّرین کے مضحکہ خیز عقائد، تاویلات واستدلال

سیرت ابن ہشام

سیرت ابن ہشّام میں لکھا ہے: "حالاتِ جِن"۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ بنی ثقیف کی بھلائی سے ناامید ہو گئے تو طائف سے مکہ تشریف لائے، یہاں تک کہ جب آپ مقام نخلہ میں پہنچے تورات کو نماز پڑھنے لگے۔ جِنّوں کا ایک گروہ جو نصیبین کا رہنے والا تھا ادھر سے گذرا، اور وہ سات شخص تھے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تو یہ لوگ قرآن سنتے رہے، پھر ایمان لائے اور اس کے بعد اپنی قوم کی طرف گئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔"

(سیرت ابنِ ہشّام، اردو۔ جلد اوّل، صفحہ 280۔ ایڈیشن مئی 1994ء۔ ادارہ اسلامیات لاہور)

تاریخ طبری

علامہ محمد بن جریر طبری جِنّات کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: "جنّوں کا قبول اسلام۔ آپ ﷺ ثقیف کی طرف سے مایوس ہو کر طائف سے مکہ آنے لگے۔ نخلہ آکر آپ نصف شب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ چند جِنّ جن کا ذکر اللہ نے کیا ہے آپ ﷺ کے پاس سے گذرے۔ یہ یمن کے مقام نصیبین کے سات نفر جِنّ تھے، یہ ٹھہر کر آپ کی تلاوت سنتے رہے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو وہ جِنّ جو اب ایمان لا کر آپ ﷺ

کی نبوت اور تعلیم کے قائل ہو چکے تھے، اپنی قوم کے پاس آئے اور انہوں نے ان کو برائیوں سے روکنا اور ان کے نتائج سے ڈرانا شروع کیا انہیں کے قصہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس طرح رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہے:"وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ"۔(46:30)۔اور دوسری جگہ فرمایا:"قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا"۔(72:2)۔

ان جِنّوں کے نام جنہوں نے قرآن سنایہ ہیں۔ حس، مس، ساشر، ناصر، اینا، الارد، انین اور احقم۔"

(تاریخ طبری۔ از علامہ محمد بن جریر طبری۔ اردو ترجمہ سید محمد ابراہیم ندوی، جلد دوم صفحہ 86،87۔ ایڈیشن اپریل 2004ء۔ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی)

تاریخ طبری

تاریخ الامم والملوک

جلد دوم

تصنیف: علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

سیرت النبی ﷺ حصہ اوّل

ترجمہ: سید محمد ابراہیم (ایم۔اے) ندوی ◉ ترتیب وتبویب: شبیر حسین قریشی (ایم۔اے)

تاریخ اسلام کے قدیم ترین اور مستند مؤرخ علامہ محمد بن جرید الطبری کی تاریخ الامم والملوک جس میں آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ کی تمام تفصیلات معتبر اور اصل راویوں تک مکمل سلسلۂ اسناد کے ذریعہ بیان کی گئی ہیں یہی وہ نایاب تاریخ ہے جو زمانہ قدیم سے لے کر عصر حاضر تک سیرت مبارکہ کی معتبر اور مستند مأخذ رہی ہے تاریخ اسلام کے تمام مؤرخین نے اسی سے خوشہ چینی کی ہے۔

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

کنزالایمان

احمد رضاخان بریلوی صاحب اپنے ترجمہ قرآن مجید میں لکھتے ہیں: "فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ۔ (سبا 34 آیت 15)

پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا، جِنّوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی، پھر جب سلیمان زمین پر آیا جِنّوں کی حقیقت کھل گئی اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کے لئے جِنّات کو مطیع کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی کہ ان کی وفات کا حال جنّات پر ظاہر نہ ہو، تاکہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جِنّ غیب نہیں جانتے۔ پھر آپ محراب میں داخل ہوئے اور حسبِ عادت نماز کے لئے اپنے عصاء پر تکیہ لگا کر کھڑے ہو گئے۔ جِنّات حسبِ دستور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت زندہ ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا عرصہ دراز تک اسی حالت پر رہنا اُن کے لئے کچھ حیرت کا باعث نہیں ہوا، کیونکہ وہ بارہا دیکھتے تھے کہ آپ ایک ماہ دو دوماہ اور اس سے زیادہ عرصہ تک عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور آپ کی نماز بہت دراز ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ آپ کی وفات کے پورے ایک سال بعد تک جنّات آپ کی وفات پر مطّلع نہ ہوئے، اور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے، یہاں تک کہ بحکمِ الٰہی دیمک نے آپ کا عصا کھالیا اور

آپ کا جسم مبارک جو لاٹھی کے سہارے قائم تھا زمین پر آرہا۔ اس وقت جنّوں کو آپ کی وفات کا علم ہوا۔"

(کنز الایمان۔ قرآن مجید ترجمہ از احمد رضا خان بریلوی صفحہ 622۔ مطبوعہ قرآن منزل ترکمان گیٹ دہلی)

فتاوٰی رضویہ

نیز اپنے فتاویٰ میں بیان کرتے ہیں: "ہاں جِنّ اور ناپاک روحیں مرد و عورت، احادیث سے ثابت ہیں اور وہ اکثر ناپاک موقعوں پر ہوتی ہیں۔ انہیں سے پناہ کے لئے استنجاخانے جانے سے پہلے یہ دعا پڑھنا وارد ہوئی: " اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ یعنی میں گندی اور ناپاک چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں"۔ (یہ یا اس طرح کی اور کوئی ماثور دعا پڑھ کر جانے سے استنجاخانے میں رہنے والے گندے جنّات نقصان نہیں پہنچا سکتے)۔ جِنّات سے آئندہ کی بات پوچھنی حرام ہے۔ مثلاً پوچھنا، میرا بچّہ کب تندرست ہو گا؟ میں مقدمہ جیتوں گا یا نہیں؟ میری فلاں جگہ شادی ہو گی یا نہیں؟ میں امتحان میں کامیابی پاؤں گا یا نہیں؟ وغیرہ سوالات کرنا حرام اور جہنم میں لے جانے والے کام ہیں۔ "حاضِرات کر کے موکلان جِنّ سے پوچھتے ہیں فلاں مقدمہ میں کیا ہو گا؟ فلاں کام کا انجام کیا ہو گا؟ یہ حرام ہے"۔

یقیناً بسا اوقات شریر جِنّات گذشتہ حالات کی درست اطلاعات دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں مثلاً آپ کو دس سال قبل سخت بخار آگیا تھا یا آپ 15 سال قبل فلاں قبرستان میں ڈر گئے تھے یا آپ کے بچّے کو سر پر چوٹ آگئی تھی وغیرہ وغیرہ۔ آپ کے بارے میں گذشتہ حالات بتانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ باتیں وہ "حاضری کا جِنّ" آپ کے ہمزاد سے پوچھ لیتا

ہے تو ہمزاد کے ذریعہ ملی ہوئی اطلاع کو ''علمِ غیب'' نہیں کہتے۔ ہر شخص کے ساتھ ایک ہمزاد بھی پیدا ہوتا ہے جو کہ کافرجن ہوتا ہے اور وہ ہر وقت ساتھ رہنے کی وجہ سے اس طرح کی باتیں دیکھتا رہتا ہے۔ ایک شیطان اعلانیہ اس (جادوگر) کے ساتھ رہتا ہے جسے وہ دیکھتا ہے اور اس سے باتیں کرتا ہے اور وہ (شیطان) اسے یہ راز ظاہر کرنے سے ہر وقت مانع رہتا ہے اور یہی سبب ہے کہ فریمسین (یعنی انہیں مخصوص جادوگروں کا کوئی فرد) اگر شہر کے ایک کنارے سے گزرے تو دوسرے (جادوگر) کو جو شہر کے دوسرے کنارے پر ہے اطلاع ہو جاتی ہے، کیونکہ ایک کا شیطان دوسرے کے شیطان کو اطلاع کر دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21۔ صفحہ 216 تا 218۔ ایڈیشن 2002ء مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

مَنْ یُّرِدِ اللہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ (الحدیث)

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الْفَتَاوِی الرِّضْوِیَّۃِ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد ۲۱

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ـــــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ۸، پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون: ۷۶۵۷۳۱۴

جنّات کا بادشاہ

مولانا محمد الیاس عطّار قادری، بانی "دعوتِ اسلامی" اپنی ایک کتاب میں تحریر کرتے ہیں: "ابو سعد عبد اللہ بن احمد کا بیان ہے کہ ایک بار میری لڑکی فاطمہ گھر کی چھت سے یکایک غائب ہو گئی۔ میں نے پریشان ہو کر سرکار بغداد حُضور سیدنا غوث پاک کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر فریاد کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ کَرخ جا کر وہاں کے ویرانے میں رات کے وقت ایک ٹیلے پر اپنے ارد گرد حصار (یعنی دائرہ) بنا کر بیٹھ جاؤ۔ وہاں بسم اللہ کہہ لینا اور میرا تصور باندھ لینا۔ رات کے اندھیرے میں تمہارے ارد گرد جِنّات کے لشکر گزریں گے۔ ان کی شکلیں عجیب و غریب ہوں گی، انہیں دیکھ کر ڈرنا نہیں۔ سحری کے وقت جِنّات کا بادشاہ حاضر ہو گا، اور تم سے تمہاری حاجت دریافت کرے گا۔ اسے کہنا: "مجھے شیخ عبد القادر جیلانی نے بغداد سے بھیجا ہے، تم میری لڑکی تلاش کرو"۔ چنانچہ کَرخ کے ویرانے میں جا کر میں نے حضور غوث اعظم کے بتائے ہوئے طریق پر عمل کیا۔ رات کے سناٹے میں خوفناک جِنّات میرے حصار کے باہر گزرتے رہے۔ جِنّات کی شکلیں اس قدر ہیبت ناک تھیں کہ مجھ سے دیکھی نہ جاتی تھیں۔ سحری کے وقت جِنّات کا بادشاہ گھوڑے پر سوار آیا۔ اس کے ارد گرد بھی جِنّات کا ہجوم تھا۔ حِصار کے باہر سے ہی اس نے میری حاجت دریافت کی۔ میں نے بتایا کہ مجھے حضور غوث اعظم نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ وہ ایک دَم گھوڑے سے اتر آیا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ دوسرے سارے جِنّ بھی دائرے کے باہر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنی لڑکی کی گمشدگی کا واقعہ سنایا۔ اُس

نے تمام جِنّات میں اعلان کیا کہ لڑکی کو کون لے گیا ہے؟ چند ہی لمحوں میں جِنّات نے ایک چینی جِنّ کو پکڑ کر بطور مجرم حاضر کر دیا۔ جِنّات کے بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ قُطبِ وقت حضرت غوث اعظم کے شہر سے تم نے لڑکی کیوں اٹھائی؟ وہ کانپتے ہوئے بولا عالی جاہ! میں دیکھتے ہی اُس پر عاشق ہو گیا تھا۔ بادشاہ نے اُس چینی جِنّ کی گردن اڑانے کا حکم صادر کیا، اور میری پیاری بیٹی میرے سپرد کر دی۔ میں نے جِنّات کے بادشاہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ماشاء اللہ آپ سیدنا غوث اعظم کے بے حد چاہنے والے ہیں! اس پر وہ بولا، بے شک جب حضور غوث اعظم ہماری طرف نظر فرماتے ہیں تو جِنّ تھر تھر کانپنے لگتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی قطب وقت کا تعین فرماتا ہے تو جِنّ وانس اس کے تابع کر دئے جاتے ہیں۔"

(جِنّات کا بادشاہ۔ از مولانا محمد الیاس عطّار قادری۔ صفحہ 2،3۔ ایڈیشن جنوری 2018ء۔ مکتبہ المدینہ کراچی)

رسالہ نمبر: 41
جنّات کا بادشاہ
اور دیگر کراماتِ غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم
مزارِ مُبارک غوثِ اعظم
نمازِ غوثیہ کا طریقہ 6
اولیاء حیات ہیں 11
اللہ عزوجل کے سوا کسی اور سے مدد مانگنا 7
قبلہ رُخ بیٹھنے کے 13 مَدَنی پھول 15
نُسخہ بغدادی 18
شیخِ طریقت، امیرِ اَہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی، حضرتِ علّامہ مولانا ابوبِلال
محمد الیاس عطّار قادری رَضَوی دامت برکاتہم العالیہ
مکتبۃ المدینہ (دعوتِ اسلامی)
SC1286

تفسیر بغوی

امام محمد حسین بن مسعود الفراء بغویؒ اپنی "تفسیرِ بغوی" میں سورہ سباء کی تفسیر میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اہل علم کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان مسجد بیت المقدس کے اندر مہینہ دو مہینہ، سال دو سال یا اس سے کم و بیش مدت تک گوشہ نشین ہو جاتے تھے، وہیں آپ کا کھانا پانی پہنچا دیا جاتا تھا۔ ایک بار حسب معمول بیت المقدس کے اندر تھے کہ آپ کی وفات ہوگئی، جس کے قصہ کی ابتدا اِس طرح ہوئی کہ روزانہ صبح کے وقت بیت المقدس کی محراب میں ایک بوٹی نمودار ہوتی تھی، آپ اُس سے اس کا نام دریافت کرتے تھے وہ اپنا نام بتا دیتی تھی۔ آپ اس سے اس کے خواص دریافت کرتے تو وہ اپنے فائدے بتا دیتی تھی۔ آپ اس کو کٹوا لیتے تھے۔ پھر اگر وہ کسی پودے کی شاخ ہوتی تو آپ اس کو کسی باغ میں لگوا دیتے تھے، اور اگر دوا کی بوٹی ہوتی تو لکھ دیتے تھے۔ ایک روز درخت خروبہ اُگا۔ حضرت نے اس سے دریافت کیا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا خروبہ۔ آپ نے فرمایا کس لئے اُگا ہے؟ اس نے کہا آپ کی مسجد برباد کرنے کے لئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا یہ بات تو ہوگی نہیں کہ میری زندگی میں اللہ اس مسجد کو برباد کر دے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے میری موت اور پھر بیت المقدس کی بربادی تیری وجہ سے ہوگی۔ پھر آپ نے اس کو ایک اچھے باغ میں لگوا دیا اور دعا کی، اے اللہ! میری موت کو جِنّات سے پوشیدہ رکھنا، تاکہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ غیب دان جِنّات نہیں ہوتے۔ جِنّات آدمیوں سے کہا کرتے تھے کہ ہم غیب کی باتیں جان

لیتے ہیں اور آنے والے دنوں میں جو کچھ ہو گا اس سے بھی واقف ہیں۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام محراب (عبادت خانہ) میں چلے گئے اور لاٹھی پر سہارا لگائے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ اسی حالت میں کھڑے کھڑے آپ کی وفات ہو گئی۔ محراب کے اندر آگے پیچھے کئی روشن دان تھے جن میں سے جِنّات آپ کو کھڑا دیکھ کر خیال کرتے کہ آپ نماز میں مشغول ہیں، اس لئے سخت محنت کا جو کام وہ آپ کی زندگی میں کرتے تھے ان میں آپ کی وفات کے بعد بھی سرگرم رہے اور چونکہ آپ کی عادت ہی تھی کہ نماز میں مشغول ہونے کے بعد ایک مدت تک باہر نہیں نکلتے تھے اس لئے آپ کے بر آمد نہ ہونے سے جِنّات کو آپ کی وفات کا کوئی شبہ بھی نہیں ہوا۔ اسی طرح وفات کے بعد ایک سال گذر گیا اور جِنّات برابر کام میں مشغول رہے۔ آخر دیمک نے لاٹھی کو کھا لیا اور آپ کی میت نیچے گر پڑی اور جِنّات کو آپ کی وفات کا علم ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جِنّات نے دیمک کا شکریہ ادا کیا کہ اس کی وجہ سے انہیں سخت مشقتوں سے آزادی ملی۔ اب بھی جِنّات پانی اور مٹی لکڑی کے کھوکھلے حصہ میں دیمک کے لئے ڈالتے ہیں... حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا جِنّوں کو علم نہیں تھا اس لئے حضرت سلیمان کے حکم کے مطابق کام کرتے رہے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے جِنّات اپنی غیب دانی کا دعویٰ کر کے لوگوں کو دھوکہ دیا کرتے تھے۔ لیکن جب حضرت سلیمان کی وفات کا علم جِنّوں کو نہ ہو سکا تو لوگوں کے لئے یہ بات واضح ہو گئی کہ جِنّات غیب دان نہیں ہوتے۔" ۔(تفسیر بغوی اردو۔ از امام ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی، جلد پنجم صفحہ 141 تا 142۔ ایڈیشن، 1436ھ۔ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان)

تفسیر بغوی اردو

تاریخ اشاعت..........رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ
ناشر......................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت..................... سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان
مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار......لاہور — دارالاشاعت.......اُردو بازار..........کراچی
مکتبہ علمیہ.................اکوڑہ خٹک.......پشاور — مکتبہ رشیدیہ.......سرکی روڈ.....کوئٹہ
اسلامی کتاب گھر.....خیابان سرسید.....راولپنڈی — مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور
ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K — 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE — BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

دُرمنثور

امام جلال الدین السیوطیؒ اپنی تفسیر دُر منثور میں سورت الانعام کی آیات کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں: "یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ وَ یُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ۔ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ یَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ۔وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ"۔

(الانعام: 131تا133)۔

"اے گروہ جِنّوں اور انسانوں کے! کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول تمہیں میں سے، سناتے تھے تمہیں ہماری آیتیں اور ڈراتے تھے تمہیں تمہاری اس دن کی ملاقات سے، کہیں گے ہم گواہی دیتے ہیں اپنے خلاف کہ وہ کفر کرتے تھے۔ یہ اس لئے کہ نہیں ہے آپ کا رب ہلاک کرنے والا بستیوں کو ظلم سے، اس حال میں کہ ان کے باشندے بے خبر ہوں۔ اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں ان کے عمل کے مطابق اور نہیں ہے آپ کا رب بے خبر اس سے جو وہ کرتے ہیں"۔ امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابی بن حاتم رحمهم اللہ نے مذکورہ آیات کے بارہ میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جِنّوں میں سے رسول نہیں ہیں۔ بلکہ رسل عظام صرف انسانوں میں سے ہیں، اور ڈرانے والے جِنّوں میں سے بھی ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: "فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی

قَوۡمِهِمۡ مُّنۡذِرِيۡنَ"۔(الاحقاف:30) "پھر جب تلاوت ہو چکی تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے"۔ امام ابن منذر نے ابن جریج سے "رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ" کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد رُسل کے رُسل ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان جِنّوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا حضور نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کی بعثت سے پہلے ان میں کوئی نبی تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا، کیا تونے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا: "يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ"۔ یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں میں سے رُسل تھے اور جِنّوں میں سے بھی رُسل تھے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں، ہم نے یہ آیت سن رکھی ہے۔ امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہا اللہ نے العظمہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا کہ جِنّات جنّت میں داخل ہوں گے، وہ کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی ہیں۔ امام ابن منذر نے حضرت لیث سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جِنّات کے لئے کوئی ثواب نہیں۔ امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت لیث بن ابی سلیم کا قول نقل کیا ہے کہ مسلمان جِنّات نہ جنّت میں داخل ہوں گے، اور نہ جہنم میں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کو جنّت سے نکالا ہے۔ لہٰذا اَب نہ اُسے واپس لوٹائے گا، اور نہ ہی اُس کی اولاد کو جنّت میں بھیجا جائے گا۔ امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا جِنّات کے لئے ثواب ہے۔ اور اس کی تصدیق کتاب اللہ میں موجود ہے: "وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مخلوق چار قسم کی ہے۔ ایک مخلوق ساری کی ساری جنّت میں ہو گی، ایک مخلوق ساری کی ساری جہنم میں ہو گی۔ اور دو قسم کی مخلوق جنّت اور دوزخ دونوں میں ہو گی۔ پس وہ جو سارے کے سارے جنّت میں ہوں گے وہ فرشتے ہیں، اور جو سارے کے سارے جہنم میں ہوں گے وہ شیاطین ہیں۔ اور جو جنّت اور دورخ دونوں میں ہوں گے وہ جِنّات اور انسان ہیں، ان کے لئے ثواب بھی ہیں، اور ان کے لئے عقاب اور سزا بھی ہے۔ امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں، ابن ابی حاتم، ابو شیخ، طبرانی، حاکم، لالکائی رحمہم اللہ نے السنۃ میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں ابو ثعلبہ خنشی رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جِنّوں کی تین قسمیں ہیں۔ اُن کی ایک قسم پَروں والی ہے جو ہوا میں اُڑتے ہیں، ایک قسم سانپوں اور کتوں کی صورت میں ہے، اورا یک قسم وہ ہے جو کبھی (بعض مقامات) پر سکونت اختیار کرتے ہیں اور کبھی وہاں سے کوچ کر جاتے ہیں"۔ امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت حسنؓ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ جِنّ ابلیس کی اولاد ہیں اور انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ ان دونوں صنفوں میں سے بعض مومن ہوتے ہیں اور یہ تمام کے تمام ثواب وعقاب میں شریک ہوتے ہیں۔ جِنّوں اور انسانوں میں سے جو مومن ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے اور ان میں سے جو کافر ہے وہ شیطان ہے۔ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن انعم نے کہا جِنّوں کی تین قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک قسم کے لئے ثواب ہے، اور ان پر عقاب بھی

ہے۔ اور ایک قسم وہ ہے جو زمین اور آسمان کے درمیان اڑتے رہتے ہیں۔ اور ایک قسم سانپوں اور کتوں کی صورت میں ہے۔ اور انسانوں کی بھی تین صنفیں ہیں۔ ان میں سے ایک صنف کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، ایک صنف چوپاؤں کی مثل ہے، بلکہ ان سے بھی زیادہ راہ بھٹکنے والی اور گمراہ ہے اور ایک صنف انسانی صورتوں میں ہے مگر ان کے دل شیطانی ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے جِنّوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ کھاتے ہیں، پیتے ہیں، مرتے ہیں اور نکاح کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کی مختلف اجناس ہیں، پس جو خالص جِن ّہیں وہ ہوا ہیں، نہ وہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ مرتے ہیں اور نہ وہ ایک دوسرے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض اجناس ہیں جو کھاتے ہیں، پیتے ہیں، نکاح کرتے ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ مسلمانوں کا کوئی گھرانہ نہیں مگر ان کے گھر کی چھت میں مسلمان جِنّوں کے گھر والے رہتے ہیں۔ جب صبح کا کھانا چنا جاتا ہے تو وہ چھت سے اُتر کر ان کے ساتھ مل کر کھاتے ہیں۔ اور جب ان کے لئے شام کا کھانا چنا جاتا ہے تو وہ اترتے ہیں اور ان کے ساتھ رات کا کھانا تناول کر لیتے ہیں۔“

(تفسیر در منثور از علامہ جلال الدین السیوطیؒ۔ اردو ترجمہ پیر کرم شاہ الازہری۔ جلد سوم صفحہ 153 تا 155۔ ایڈیشن نومبر 2006ء۔ ضیاالقرآن پبلی کیشنز اردو بازار لاہور)

نام کتاب	تفسیر در منثور مترجم (جلد سوم)
مصنف	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ متن قرآن مجید	ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ
مترجمین	مولانا سید محمد اقبال شاہ، مولانا محمد بوستان، مولانا محمد انور مگھالوی
	من علماء دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
زیر نگرانی	ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف
	قاری اشفاق احمد خان، انور سعید، لاہور
سال اشاعت	نومبر 2006ء
ناشر	الحاج محمد حفیظ البرکات شاہ
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z 31
قیمت	-/2850روپے کامل سیٹ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

تفسیر جلالین

تفسیر کمالین شرح اردو تفسیر جلالین میں سورت الانعام کی آیت نمبر 113: وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ کی تفسیر میں لکھا ہے:"اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے بہت سے دشمن پیدا کر دئے تھے۔کچھ شیاطین (شریر) آدمی اور کچھ جنّات جو آپس میں ایک دوسرے کو سکھاتے ہیں (وسوسہ ڈالتے ہیں) چکنی چپڑی باتیں، تاکہ ان کو دھوکا میں ڈال دیں۔بقرینہ تقسیم اس آیت میں شیطان سے مراد مجازاً عام معنی لئے گئے ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر جگہ حقیقی معنی ترک کر دیئے جائیں اور صرف مجازی معنی ہی مراد لئے جائیں۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو مجاز حقیقت کا فرع ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس آیت سے بھی وجود جنّات پر روشنی پڑ رہی ہے۔ لہٰذا اس مجاز سے حقیقت جِنّ کے انکار پر استدلال کرنا نہایت عبث ہے اور اس وسوسہ پر چونکہ فعل کی طرف میلان بلکہ جزم مرتب ہو رہا ہے۔

اس لئے اس وسوسہ پر مذمت کی گئی ہے، جو فی الحقیقت عزم پر مذمت ہے۔ ورنہ محض وسوسہ مضر نہیں ہوتا۔"

پھر اِسی سورت کی آیت نمبر 131:" يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ

الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ“ کے تحت لکھا ہے: ”اے گروہ جِنّ و انس! کیا تمہارے پاس ہمارے پیغمبر جو تمہی میں سے تھے نہیں آئے تھے؟ (یعنی تمہارے مجموعہ میں سے جو صرف انسانوں کی صورت میں صادق آئیں یا جِنّات کے رسول سے مراد وہ ڈرانے والے ہیں جنہوں نے انبیاء کا کلام سن کر اپنی قوم کو تبلیغ کی) انہوں نے ہماری آیتیں تمہیں نہیں سنائی تھیں؟ اور آج کے دن سے جو تمہیں پیش آیا ہے نہیں ڈرایا تھا؟ وہ عرض کریں گے ہم اپنے اوپر آپ گواہی دیتے ہیں (کہ انہوں نے ہمیں سب کچھ پہنچایا تھا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں) فی الحقیقت دنیا کی زندگی نے انہیں فریب میں ڈال دیا تھا (اس لئے وہ ایمان نہیں لا سکے) اور خود ہی اپنے خلاف گواہ ہو گئے کہ وہ کافر تھے۔ یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ، ضحاک کی رائے یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں انسانی انبیاء آئے اسی طرح جنّات میں بھی جِنّاتی نبی آئے، جیسا کہ نص سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر دوسروں کی رائے یہ ہے کہ انبیاء صرف انسان ہوئے اور خطاب مجموعہ کے لحاظ سے ہو گا۔ جیسا کہ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ میں ضمیر تثنیہ مجموعی لحاظ سے ہے۔ حالانکہ موتی مونگے صرف سمندر شور سے بر آمد ہوتے ہیں۔ اور یا انسانی انبیاء کے جو قاصد ہوتے ہیں انہیں کو رُسل جِن کہا گیا ہے۔ جلال مفسرؒ کی دونوں توجیہات کا حاصل یہی ہے... انسان اور جِنات دونوں میں اگر انبیاء کا الگ الگ سلسلہ قائم رہا ہے تو مِنْکُمْ کی قید اس لئے لگائی گئی کہ باہمی مناسبت اور ہم جنس ہونے کی وجہ سے استفادہ کرنے میں سہولت ہو۔ لیکن اگر انسانوں ہی کے رسولوں کا

اتباع ان پر بھی فرض کیا گیا ہو تو پھر مِنْکم انسان اور جِنّات کے لحاظ سے الگ الگ نہیں ہو گا بلکہ مجموعہ کے لحاظ سے ہو گا۔ رہا یہ کہ انسانی رسولوں سے پھر جنّات کو کیا مناسبت اور اکتساب فیض کی کیا صورت ہو گی؟ کہا جائے گا کہ انسان جامعیت و اکملیت اس مشکل کا حل ہے۔ ویسے بھی یہاں تو توحید کا بیان ہے جو تمام انبیاء کا دعوتی اصول مشترک ہے۔ اور اس کا اتباع بھی سب پر لازم ہے۔"

پھر سورت الاعراف کی آیت نمبر28: " يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ "کی تفسیر میں لکھا ہے:

"اے آدم کی اولاد کہیں تمہیں بہکانہ دے (گمراہ نہ کر دے) شیطان (یعنی اس کی پیروی نہ کرو ورنہ فتنہ میں پڑ جاؤ گے) جیسا کہ اس نے تمہارے دادا دادی کو (اپنے فیور میں لے کر) جنّت سے نکلوا چھوڑا تھا ایسی حالت میں کہ ان کے لباس اتروا دیئے تھے (یہ حال ہے) تا کہ اُن کا ستر انہیں دکھا دے، وہ یعنی (شیطان) اور اس کا لشکر (گروہ) تمہیں اس طرح دیکھتا ہے کہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ (اُس کی جسمانی لطافت یا کسی قسم کا رنگ نہ ہونے کی وجہ سے) ہم شیطانوں کو انہیں لوگوں کا یار (مددگار) ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ لَا تَرَوْنَهُمْ سے جِنّات کو مطلقاً دیکھنے کا انکار کرنا نہیں ہے۔ بلکہ عادتاً عام طور پر دیکھنے کی نفی کرنا مقصود ہے۔ پس انبیاء یا غیر انبیاء میں سے عوام و خواص کا بعض اوقات جِنّات کو دیکھ لینا اس کے منافی نہیں ہو گا۔"

(تفسیر کمالین شرح اردو تفسیر جلالین، مصنفہ علامہ جلال الدین محلّی و علامہ جلال الدین سیوطیؒ۔ شرح ولانا محمد نعیم دیوبندی۔ جلد دوم صفحہ 194 تا197۔206 تا209۔239 تا 241، ایڈیشن جنوری2008ء۔ دارالاشاعت کراچی)

پھر سورت الاحقاف کی آیت نمبر 30، 31: ''وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ۔ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ''کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:''اور (یاد کیجئے) جب کہ ہم لے آئے (مائل کر دیا) آپ کے پاس جنّات کی ایک جماعت (نصیبین، یمن یا نینوی کے جِنّات جو سات یا نو تھے اور آنحضرت ﷺ بطن نخلہ میں اپنے احباب کے ساتھ نماز فجر پڑھ رہے تھے، شیخین کی روایت کے مطابق) جو قرآن سننے لگے تھے۔ غرض جب وہ قرآن کے پاس پہنچے تو (آپس میں) کہنے لگے خاموش رہو (غور سے سنو) پھر جب قرآن پڑھا جا چکا (قراءت سے فراغت ہو گئی) تو وہ جِنّات اپنی قوم کے پاس ان کو خبر دار کرنے کے لئے واپس پہنچ (لوٹ) گئے کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان پر عذاب آجائے گا۔ اس بات سے ڈرانے کے لئے (یہ جن یہودی تھے) کہنے لگے اے بھائیو! ہم ایک کتاب (قرآن) سن کر آرہے ہیں، جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی جو پہلی کتابوں کی (جیسے توراۃ ہے) تصدیق کرنے والی ہے۔ حق (اسلام) اور راہ راست کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اے بھائیو تم اللہ کی طرف بلانے والے (محمد ﷺ جو ایمان کی طرف دعوت دینے والے ہیں) کا کہا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ نَفَرًا تین سے دس افراد تک بولا

جاسکتا ہے۔ نینویٰ موصل میں حضرت یونس علیہ السلام کی بستی کا نام ہے۔ جِنّات نصیبین کے نام یہ ہیں۔ 1، منشی۔ 2، ناشی۔ 3، مناصین۔ 4، ماضر۔ 5، الاحقب (مواہب میں ابن درید سے نقل کیا ہے اور بقیہ نام نہیں لکھے)۔ مفسّر نے بطنِ نخلہ مقام کا نام بتلایا ہے۔ حالانکہ یہ جگہ مدینہ سے دو مرحلہ کے فاصلے پر ہے، اور آنحضرت ﷺ نے صلوٰۃ الخوف پڑھی ہے۔ طائف سے جب آپ کی واپسی ہوئی تو نخلہ میں فروکش ہوئے یہاں جِنّات کی حاضری ہوئی، جبکہ آپ نماز تہجد میں مصروف تھے۔ اور تفسیر کبیر میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اہل مکہ سے مایوس ہو کر طائف تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی پر بطن نخلہ میں فروکش ہو کر نماز فجر پڑھ رہے تھے کہ اشرافِ جنّ حاضر خدمت ہوئے۔ سورۃ الجن کی آیات اسی سلسلہ کی ہیں۔ بعض نے ان کی تعداد ستر بتلائی ہے۔ جن میں یہود، نصاریٰ، مجوس، بت پرست سب قسم کے تھے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جِنّات تین قسم کے ہیں۔ ایک قِسم کے پَر ہوتے ہیں، دوسری قسم سانپ اور کتوں کی شکل میں ہوتی ہے اور تیسری قِسم ہوائی ہوتی ہے۔ مومن جِنّات کے متعلق اقوال ہیں۔ امام اعظم اور ابو اللیث کے نزدیک جہنم سے رہائی دے کر ان کو نابود کر دیا جائے گا۔ جِنّات جَنّت میں داخل نہیں ہوں گے۔ علامہ نفسی کہتے ہیں کہ امام اعظم ان کو ثواب ملنے میں توقف فرماتے ہیں، اور نفی بھی یقین سے نہیں کرتے، تینوں ائمہ اور صاحبین کے نزدیک انسانوں کی طرح یہ بھی اہل جَنّت ہوں گے، اور بعض کی رائے میں جَنّت کے آس پاس رہیں گے ... جِنّات کو کفر و معصیت پر عذاب ہونا تو متفق علیہ ہے۔ لیکن ایمان و طاعت پر

جنّت و ثواب ملنا مختلف فیہ ہے۔ جمہور تو عمومات شریعہ کی وجہ سے اور نیز سورۃ انعام کی آیت ''وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا'' کے سبب جنّت و ثواب کا عطا ہونا انسانوں کی طرح مانتے ہیں''۔

(تفسیر کمالین شرح اردو تفسیر جلالین، مصنفہ علامہ جلال الدین محلّی و علامہ جلال الدین سیوطیؒ۔ شرح ولانا محمد نعیم دیوبندی۔ جلد ششم صفحہ 137 تا 144۔ ایڈیشن جنوری 2008ء۔ دارالاشاعت کراچی)

تفسیر کمالین

شرح اردو

تفسیر جلالین

جلد ششم، ہفتم

پارہ ۲۵ تا پارہ ۳۰

بقیہ سورۂ فُصِّلَتْ (حٰمٓ السجدۃ)

تا

سورۃ النّاس

تفسیر

علامہ جلال الدین محلیؒ و علامہ جلال الدین سیوطیؒ

شرح

حضرت مولانا محمد نعیم دیوبندی صاحب مدظلہم

استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

مکتبہ

دارالاشاعت

اردو بازار، ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

تبیان الفرقان

مولوی عبد المجید لدھیانوی صاحب اپنی تفسیر "تبیان الفرقان" میں بیان کرتے ہیں:

"یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ وَ یُنۡذِرُوۡنَکُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِکُمۡ ھٰذَا ؕ قَالُوۡا شَہِدۡنَا عَلٰۤی اَنۡفُسِنَا وَ غَرَّتۡہُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا وَ شَہِدُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ اَنَّہُمۡ کَانُوۡا کٰفِرِیۡنَ" (الانعام آیت 131)۔

اے جنّوں اور انسانوں کے گروہ! کیا تم میں سے تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے جو پڑھتے تھے تم پر میری آیات، اور ڈراتے تھے تمہیں اِس دن کی ملاقات سے۔ وہ کہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں اپنے آپ پر اور دھوکہ میں ڈال دیا ان کو دنیاوی زندگی نے اور انہوں نے اپنے آپ پر گواہی دی کہ یہ لوگ کافر تھے۔ "یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ" اے جنّوں اور انسانوں کے گروہ! اس سے مراد وہی ہیں جو جہنم میں پڑ گئے، جن کا ذکر پیچھے آیا۔ ان جہنمیوں کو تنبیہ کرتے ہوئے یہ بات پوچھی جائے گی اے جنّوں اور انسانوں کے گروہ "أَلَمۡ یَأۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ" کیا تم میں سے تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے، "یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ آیَاتِیۡ" جو تم پر میری آیات پڑھتے تھے، "وَیُنۡذِرُوۡنَکُمۡ لِقَاءَ یَوۡمِکُمۡ ھَذَا" اور تمہیں تمہاری اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔ کیا ایسے رسول تمہارے پاس نہیں آئے تھے؟ جنّوں اور انس سے مشترکہ خطاب ہو گا، کیا تم میں سے تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے۔ اس آیت کے تحت مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ معلوم یوں ہوتا ہے کہ

سرور کائنات ﷺ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسول دونوں قسم کے بھیجے ہیں، کہ جِنّوں کی طرف بھی رسول آئے، اور انسانوں کی طرف بھی آئے۔ باقی یہ ہے کہ وہ حقیقتاً ایسے تھے کہ اللہ کی وحی ان پر اترتی ہو، جو جِنّوں کی طرف بھیجے گئے ہیں یا رسولوں سے تربیت پاکر وہ اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن گئے ہوں، ان دونوں میں احتمال ہیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اصل تو رسول انسان ہوں اور انسانی رسولوں سے تربیت پاکر بعض جِنّ اپنی قوم کی طرف جاتے اور جاکر ڈراتے ہیں، اس کا ذکر قرآن کریم میں صراحتاً سورۃ الجن کے اندر آئے گا، ایسا ہی سورۃ الاحقاف کے آخری رکوع میں بھی ہے کہ وہ جِنّ ایمان لائے اور ایمان لانے کے بعد پھر اپنی قوم کی طرف چلے گئے، اور جاکر قوم کو ڈراتے ہوئے کہنے لگے: "یَا قَوْمَنَا أَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ۔ اے ہماری قوم اللہ کے داعی کی بات مان لو"۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے متاثر ہو کر ایمان لائے اور ایمان لانے کے بعد پھر جاکر اپنی قوم کو ڈرایا اس کا ذکر بھی وہاں ہے۔ تو ایسے یہ جِنّات جو لوگوں کو لگتے ہیں، تو عاملین یہ بتاتے ہیں کہ جب ان کو حاضر کیا جائے تو ان میں سے کوئی یہودی ہوتا ہے، کوئی نصرانی ہوتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایمان بھی اسی طرح سے کسی کا موسیٰ علیہ السلام پر کسی کا عیسیٰ علیہ السلام پر، کوئی داؤد علیہ السلام کا کلمہ پڑھتا ہے یہ گروہ ان کے اندر پائے جاتے ہیں۔ بظاہر معلوم یہ ہوتا ہے کہ مستقل رسول تو آئے انسانوں میں اور انسانوں سے متاثر ہو کر جِنّ تعلیم حاصل کر کے آگے تبلیغ کرتے تھے۔ اور ایسا بھی ممکن ہے کہ سرور کائنات ﷺ سے پہلے مستقل طور پر جِنّوں میں بھی رسول بھیجے جاتے

ہوں۔ لیکن یہ حقیقت اب بالکل واضح ہے اور مسلّمہ ہے کہ سرور کائنات ﷺ جنّ وانس دونوں کی طرف بھیجے گئے تھے۔ آپ کی خدمت کے اندر جِنّوں کا آنا، ایمان لانا اور آپ ﷺ کا ان کو وعظ و تبلیغ کرنا یہ واقعات روایاتِ حدیث کے اندر موجود ہیں۔

"أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ" رسل سے عام مراد لیا جائے تو خطاب دونوں کو ہے۔ جِنّوں میں بھی رسول آئے، چاہے مستقل رسول یا رسولوں کا نمائندہ۔ اور اسی طرح سے انسان و جِنّ دونوں کے اندر بھی پائے جاسکتے ہیں۔ یا پھر یہ ہو گا کہ مجموعی طور پر مجمع کو خطاب کیا جارہا ہے، تو جب یہ جِنّ اور انسان مجموعہ مراد لیا جائے تو جو انسانوں میں رسول آئے ہیں، گویا وہ جنّوں کی طرف بھی ہیں، چاہے جِنّوں کے اندر رسول کوئی نہ ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ رُسل سے اگر مستقل رسول مراد لئے جائیں صاحب رسالت صاحب وحی تو پھر اس مجموعے کی طرف نسبت ہو گی کہ اے جِنّوں اور انسانوں کے گروہ! کیا ہم نے تمہاری طرف رسول نہیں بھیجے؟ جب دونوں گروہ اکٹھے کر لئے تو ایک گروہ کے اندر جو رسول ہوں گے وہ ایسے ہی ہیں جو دونوں کی طرف ہیں، اور اگر اس کو عام رکھا جائے صاحب رسالت ہو یا نہ ہو، وحی اس کے اوپر آتی ہو یا نہ آتی ہو بلکہ صاحب رسالت کی طرف سے کوئی نمائندہ بن کر چلا جائے وہ بھی رسول کا مصداق ہے تو پھر کسی تاویل کی ضرورت نہیں، بالیقین جِنّوں میں سے بھی ہیں اور انسانوں میں سے بھی ہیں، تو صاحب رسالت صاحب وحی مستقل ہوئے انسان اور ان کی نمائندگی کے طور پر کچھ لوگ ان کو سمجھانے والے جِنّوں میں سے بھی ہوئے" (تبیان الفرقان جلد سوم صفحہ 483 تا 486، ایڈیشن صفر المظفر 1434ھ۔ مکتبہ شیخ لدھیانوی کہروڑ پکا، ضلع لودھراں)

مولوی عبد المجید لدھیانوی صاحب ایک اور آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں: "اور یہ ابلیس جو اصل کے اعتبار سے جِنّات میں سے ہے، یہ فرشتہ نہیں۔ سورت کہف کے اندر صراحت آئے گی آپ کے سامنے: "وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ" وہ جِنّات میں سے تھا جو اپنے رب کے حکم کے سامنے سرکش ہو گیا، نافرمان ہو گیا۔ "كَانَ مِنَ الْجِنِّ" وہاں صراحت ہے۔ آدم کے پیدا ہونے سے پہلے جِنّوں کی آبادی تھی یہ جو تھا ابلیس جس کا نام بعض کتابوں کے اندر عزازیل نقل کیا گیا ہے "تکبر عزازیل را خوار کرد بزندان لعنت گرفتار کرد" تو یہ عبادت گذار تھا، بہت زیادہ عبادت کرتا تھا، بہت بڑا صوفی اور پرہیز گار تھا، اور اس کی آمد و رفت آسمان پر تھی، جیسے سرور کائنات ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے عام شیاطین اور جِنّات بھی آسمان کی طرف جاتے تھے، روایات میں جس طرح آتا ہے، قرآن کریم کی آیات میں بھی اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کے تشریف لانے کے بعد ان کو دھتکارا گیا، اور آسمان کے پاس ان کا جانا ممنوع ٹھہرا دیا گیا، ورنہ ان کی آمد و رفت اوپر تک تھی، بادلوں کے اوپر تک خبریں سننے کے لئے یہ آیا جایا کرتے تھے۔ بعض آیات کے اندر اس کی تفصیل آئے گی۔ تو یہ بھی جاتا تھا، اِن فرشتوں میں شامل رہتا تھا، فرشتوں میں یہ ظاہری طور پر شامل تھا۔ لیکن یہ جو عام طور پر مشہور ہے کہ یہ فرشتوں کا استاذ تھا، استاذ ملائکہ تھا یہ بظاہر واعظوں کی بنائی ہوئی بات ہے، ورنہ روایات سے اس قسم کا کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ یہ فرشتوں کا استاذ تھا۔ استاذ ملائکہ کے طور پر اگر اس کا ذکر کیا کرتے ہیں تو یہ انہی لطیفوں میں سے ہے جس قسم کے

لطیفے واعظ اپنے ذہن سے تراشتے رہتے ہیں۔ یہ بھی انہی باتوں میں سے کوئی بات معلوم ہوتی ہے۔ باقی استاذی وغیرہ کچھ اس کو حاصل نہیں۔"

(تبیان الفرقان جلد چہارم صفحہ 67، ایڈیشن صفر المظفر 1434ھ۔ مکتبہ شیخ لدھیانوی کہروڑپکا، ضلع لودھراں)
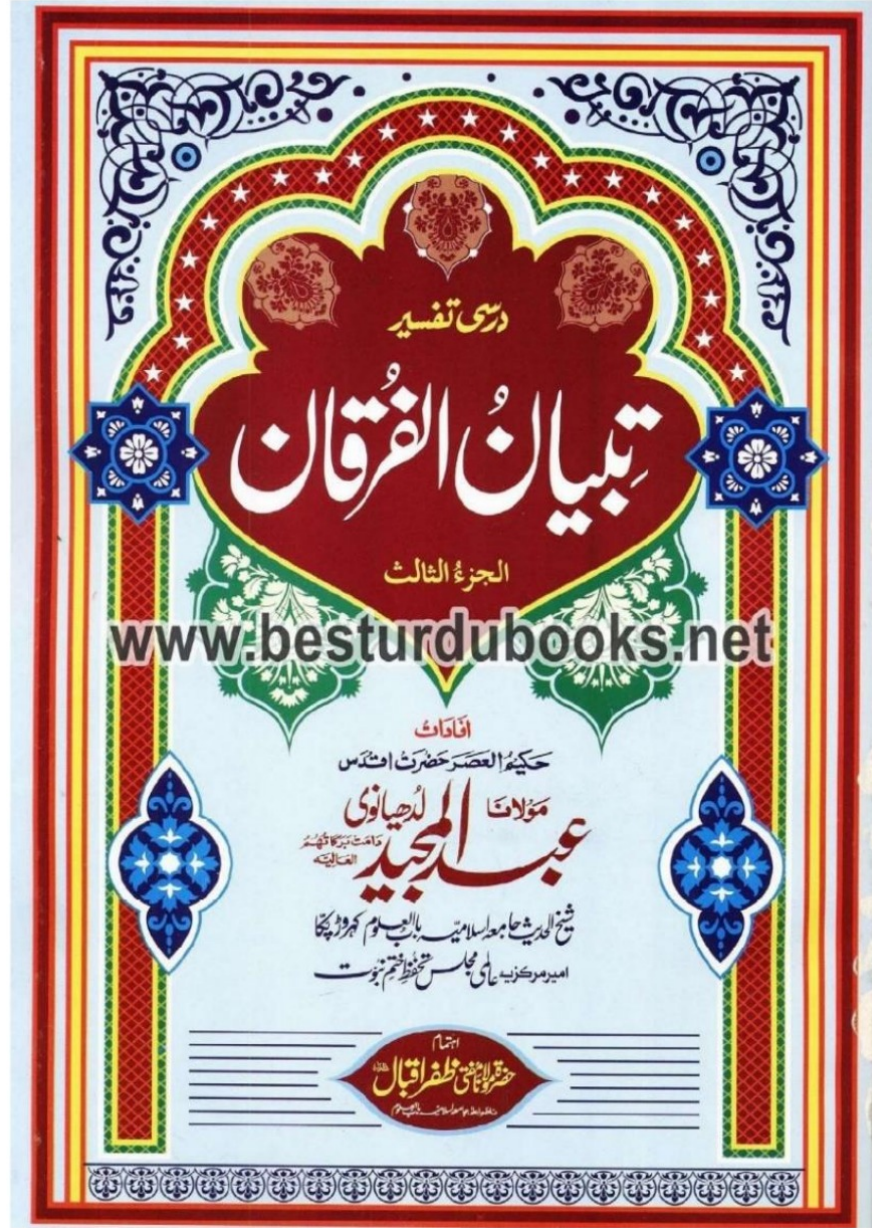
انوارُ البیان

مولانا عاشق الٰہی صاحب اپنی تفسیر ''انوارُ البیان'' میں رقمطراز ہیں: '' یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ۔(اے جِنّوں اور انسانوں کے گروہ کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے)۔ آیت شریفہ میں جو یہ فرمایا: ''اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ'' اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جِنّات میں بھی رسول انہیں میں سے آتے رہے ہیں کیونکہ یہ خطاب انسانوں اور جِنّوں دونوں جماعتوں کو فرمایا ہے۔ حضرات مفسّرین نے اس بارے میں علمائے سلف کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔ مفسّر ابن کثیر نے صفحہ 177 جلد 2 بحوالہ ابن جریر، ضحاک بن مزاحم سے نقل کیا ہے کہ جِنّات میں بھی رسول گزرے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ ان کا استدلال اِسی آیت کریمہ سے ہے، پھر لکھا ہے کہ آیت اس معنی میں صریح نہیں ہے ہاں متحمل ہے کیونکہ مِنۡکُم کا معنی مِنۡ جملتکم بھی ہو سکتا ہے، جس کا معنی ہو گا کہ مجموعہ جنّ وانس سے رسول بھیجے... مفسّر ابن کثیر نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ جِنّات میں رسول نہیں آئے۔ اور اس قول کو مجاہد اور ابن جریج وغیرہ واحد من السلف والخلف کی طرف منسوب کیا ہے اور روح المعانی صفحہ 28 جلد 8 میں بعض حضرات کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ میں جو لفظ رُسُلاً آیا ہے یہ عام ہے۔ یعنی حقیقی رسولوں کو اور رسولوں کے رسولوں کو شامل ہے، مطلب یہ ہے کہ جو حضرات اللہ کے رسول تھے، وہ اپنے طور پر دین حق کے پہنچانے کے لئے جن افراد کو امّتوں کے پاس بھیجا کرتے تھے ان کو بھی رسول فرمایا ہے۔ یعنی جِنّات کی طرف جِنّات میں سے حضرات انبیاء کرام علیہم

السلام جو مبلغ بھیجا کرتے تھے ان پر یہ لفظ رسولوں کا فرستادہ ہونے کے اعتبار سے صادق آتا ہے۔ رسول تو بنی آدم ہی میں سے تھے، لیکن رسولوں کے ارسال فرمودہ نمائندے جنّات میں سے بھی تھے۔ یہ تو معلوم ہے کہ بنی آدم سے پہلے اس دنیا میں جِنّات رہتے اور بستے تھے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ قوم بھی احکامِ خداوندی کی مکلّف ہے۔ تو تبلیغ احکام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس رسول نہ بھیجے ہوں، سمجھ میں نہیں آتا۔ بلکہ وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ کا عموم اس بات کو بتاتا ہے کہ بنی آدم سے پہلے جِنّات میں انہی میں سے رسول آتے ہوں گے۔ بنی آدم کے زمین پر آباد ہو جانے کے بعد جِنّات کو انہی انبیاء اور رُسل کے تابع فرمادیا ہو جو بنی آدم میں آتے رہے، تو یہ ممکن تو ہے لیکن قطعی ثبوت کے لئے کوئی دلیل نہیں۔ بہر حال جو بھی صورت ہو اس بات کو سب تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت خاتم النبیین سرورِ دوعالم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم رسول الثقلین ہیں اور رہتی دنیا تک جس طرح انسانوں کی طرف مبعوث ہیں جِنّات کی طرف بھی مبعوث ہیں۔ سورۃ احقاف کے آخری رکوع میں حضرت خاتم النبیین صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی خدمت میں جِنّات کی حاضری کا تذکرہ پھر ان کا اپنی قوم کی طرف جانا اور ان کو اسلام کی دعوت دینا أَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَآمِنُوْا بِهِ مذکور ہے۔ اور سورۃ الرحمٰن میں جِنّات سے بار بار خطاب ہونا اور آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا جِنّات کو قرآن سنانا اور ان کی دعوت پر ان کی جائے سکونت پر تشریف لے جا کر تعلیم دینا، اور تبلیغ فرمانا (جس کا احادیث شریف میں ذکر ہے) اس سے یہ بات خوب ظاہر اور بہت واضح ہے کہ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم جِنّات کی طرف بھی مبعوث ہیں۔ جن حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ بنی

آدم کے دنیا میں آباد ہو جانے کے بعد جِنّات کی ہدایت کے لئے بھی وہی رسول مبعوث ہوئے تھے جو بنی آدم کی طرف بھیجے گئے ان کے اس قول کی اس سے تائید ہوتی ہے کہ جب جِنّات کی جماعت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دے کر واپس ہوئی، تو انہوں نے اپنی قوم سے جو باتیں کیں ان میں یہ بھی تھی: "یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا کِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ ان کا اپنی قوم سے یہ کہنا کہ ہم نے ایسی کتاب سنی جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی جو اس کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس کے سامنے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جِنّات تورات شریف پر عمل کرتے تھے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں خود ان میں سے کوئی رسول ہوتا تو وہ اُسی کی اتباع کرتے۔"

(انوارُ البیان فی کشف اسرار القرآن، جلد دوم صفحہ 269 تا 272، ایڈیشن 2006ء۔ دارالاشاعت کراچی پاکستان)

عام فہم اردو تفسیر

انوارُ البیَان

فی کشف اسرار القرآن

سلیس اور عام فہم اردو میں پہلی جامع اور مفصل تفسیر جس میں تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے، دلنشیں انداز میں احکام و مسائل اور مواعظ و نصائح کی تشریحات، اسباب نزول کا مفصل بیان، تفسیر، حدیث وفقہ کے حوالوں کے ساتھ

محقق العصر حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

دارُالاشاعت
اُردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

بیان القرآن

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جِنّات کے بارے میں بیان کرتے ہیں:" وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ" اور انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرالیا جِنّات کو، حالانکہ اُسی نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے انسان کو پیدا کیا ہے، اسی طرح اُس نے جِنّات کو بھی پیدا کیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ جِنّات کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اور وہ اپنی خداداد طبعی صلاحیتوں کی وجہ سے کائنات میں وسیع پیانے پر رسائی رکھتے ہیں۔ آج انسان نے اربوں ڈالر خرچ کرکے خلاؤں کے جس سفر کو ممکن بنایا ہے، ایک عام جِنّ کے لئے ایسا سفر معمول کی کارروائی ہو سکتی ہے۔ مگر ان تمام کمالات کے باوجود یہ جِنّ ہیں تو اللہ ہی کی مخلوق۔ اسی طرح فرشتے اپنی تخلیق اور صلاحیتوں کے لحاظ سے جِنّات سے بھی بڑھ کر ہیں، مگر پیدا تو انہیں بھی اللہ ہی نے کیا ہے۔ لہٰذا انسان، جِنّات اور فرشتے سب اللہ کی مخلوق ہیں، اور ان میں سے کسی کا بھی الوہیت میں ذرّہ برابر حصہ نہیں۔"

(بیان القرآن، از ڈاکٹر اسرار احمد حصہ سوم، صفحہ 62۔ ایڈیشن جولائی 2011ء۔ انجمن خدام القرآن پشاور)

سورۃ الانعام کی آیت 129 کی تشریح میں بیان کرتے ہیں: " وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ"۔ اور جس دن وہ جمع کرے گا ان سب کو اور فرمائے گا، اے جنّوں کی جماعت! واقعۃً تم نے تو انسانوں میں سے بہتوں کو ہتھیا لیا۔ وہ جو تمہارے بڑے جِنّ عزازیل نے کہا تھا(وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ) اور تو ان کی اکثریت کو شکر کرنے والا نہیں پائے گا۔ تو واقعی بہت سے انسانوں کو تم نے ہتھیا لیا ہے۔ یہ گویا ایک

طرح کی شاباش ہو گی، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو دی جائے گی۔(وَقَالَ اَوْلِيَآؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ)اور انسانوں میں سے جو ان کے ساتھی ہوں گے وہ کہیں گے۔ اس پر جِنّوں کے ساتھ انسانوں کی غیرت ذرا جاگے گی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کہہ دیا ہے کہ جِنّات نے ہمیں ہتھیا لیا ہے، شکار کر لیا ہے۔ اس پر وہ بول اٹھیں گے (رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ) اے ہمارے پروردگار ہم آپس میں ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ ہم ان سے اپنے کام نکلواتے رہے، اور یہ ہم سے مفادات حاصل کرتے رہے۔ ہم نے جِنّات کو اپنا موٗکّل بنایا۔ ان کے ذریعہ غیب کی خبریں حاصل کیں اور کہانت کی دکانیں چمکائیں۔(وَّ بَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا)اور اب ہم اپنی اس مدت کو پہنچ چکے ہیں جو تو نے ہمارے لئے مقدر کر دی تھی۔(قَالَ النَّارُ مَثْوٰكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ)اللہ فرمائے گا اب آگ ہے تمہارا ٹھکانہ ، تم اس میں ہمیشہ ہمیش رہو گے ، سوائے اس کے جو اللہ چاہے۔(اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ)یقیناً آپ کا رب حکیم اور علیم ہے۔"

پھر آیت نمبر 131 کی تفسیر میں رقمطراز ہیں: "يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ"۔ اے جِنّوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس نہیں آگئے تھے رسول تم ہی میں سے ، جو سناتے تھے تمہیں میری آیات۔ اب چونکہ یہ بات جِنّ و اِنس دونوں کو جمع کر کے کہی جا رہی ہے ، تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو انسانوں میں سے رسول ہیں، وہی جِنّات کے لئے بھی رسول ہیں۔"

(بیان القرآن، از ڈاکٹر اسرار احمد حصہ سوم، صفحہ 78،79۔ ایڈیشن جولائی 2011ء۔ انجمن خدام القرآن پشاور)

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (آل عمران)

ترجمہ و مختصر تفسیر

سُورۃ الانعام تا سُورۃ التّوبۃ

از

ڈاکٹر اسرار احمد

مُرتّبہ

حافظ خالد محمود خضر

لیفٹیننٹ کرنل (ر) عاشق حسین

شائع کردہ

انجمن خُدّام القُرآن

خیبر پختونخوا، پشاور

قصص القرآن

قصص القرآن کے مصنف مولانا محمد حفظ الرحمن سیوٗہاروی بیان کرتے ہیں: ''جِنّ خدائے تعالیٰ کی مستقل مخلوق ہے، جس کی حقیقتِ تخلیق سے ہم پوری طرح آگاہ نہیں ہیں۔ اور نہ عام انسانی آبادی کی طرح وہ ہمیں نظر آتے ہیں لیکن قرآن عزیز نے جو تصریحات اس مخلوق کے متعلق کی ہیں وہ ہمارے لئے ضروری قرار دیتی ہیں کہ ہم یہ اعتقاد اور یقین رکھیں کہ وہ بھی انسان کی طرح مستقل مخلوق ہیں، اور اُسی کی طرح شریعت کے مکلف بھی۔ ان میں توالد و تناسل کا بھی سلسلہ ہے اور ان میں نیک و بد بھی ہیں۔ قرآن عزیز کی یہ آیات ان ہی حقائق کو واضح اور ظاہر کرتی ہیں۔ ''اور نہیں پیدا کیا ہم نے جِنّ اور انسان کو مگر تاوہ عبادت گزار ہوں''۔ (الذاریات 57،51)۔ ''اور اے پیغمبر سب لوگوں کو جتا دو کہ میرے پاس خدا کی طرف سے اس بات کی وحی آئی ہے کہ جِنّات میں سے چند لوگوں نے مجھے قرآن پڑھتے سنا اور انہوں نے پیچھے اپنے لوگوں سے جا کر کہا کہ ہم نے عجیب طرح کا قرآن سنا جو نیک راہ دکھاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم تو کسی کو اپنے پروردگار کا شریک ٹھہرائیں گے نہیں۔'' (الجن 72۔2 تا 3)۔ ''اور بلاشبہ کچھ ہم میں سے فرماں بردار ہیں اور کچھ بے انصاف۔ (الجن 15:72)''بے شک وہ شیطان اور اس کی ذریّت تم کو ادھر سے دیکھتے رہتے ہیں جدھر سے تم ان کو نہیں دیکھتے''۔ (الاعراف 7۔29)۔ '' اور تھا ابلیس جِنّات میں سے پس نافرمانی کی اس نے اپنے رب کی۔'' (الکہف 51:18)۔ ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان بھی ''جِنّ'' ہی

کی نسل میں سے ہے، اور ابلیس شیطان نے خدا تعالیٰ کے سامنے خود یہ اقرار کیا کہ اس کی تخلیق نار (آگ) سے ہوئی ہے۔ مسطورہ بالا آیات کے علاوہ لفظ جِنّ، جان اور جنۃ بتیس مرتبہ قرآن حکیم کی اکتیس آیات میں مذکور ہوئے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن عزیز اور نبی معصوم ﷺ نے ہم کو یہ اطلاع دی ہے کہ "ملائکہ" اور "جِنّ" اگرچہ ہماری ان نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، لیکن بلاشبہ وہ مستقل مخلوق ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مشاہدہ میں تو غلطی کا امکان بھی ہے اور بارہا ہوتا رہتا ہے، لیکن "وحیِ الٰہی" اور "نبیِ معصوم" کی اطلاع میں غلطی کی مطلق گنجائش نہیں، لہٰذا ہمارا ایمان ہے کہ وہ مستقل مخلوق ہے۔ اس کے علاوہ عقلی اعتبار سے بھی ان کا مستقل مخلوق ہونا ناممکن نہیں ہے، بلکہ امکانِ عقلی کے دائرہ میں ہے۔ پس جو چیز عقل کے نزدیک ناممکن نہ ہو اور نقل یعنی "وحی الٰہی" اس کا یقین دلاتی ہو، تو اس کا انکار "علم" اور "حقیقت" کا انکار ہے اور تنگ نظری اور ہٹ دھرمی کی زندہ مثال ہے۔ رہا یہ امر کہ وہ ہمارے مشاہدات و محسوسات سے باہر ہیں اور ہم ان کو نہیں دیکھتے تو یہ بھی انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ آج کی دور بینوں اور سائنس کے آلات سے پہلے ہزاروں برس تک ہم کو وہ اشیاء محسوس نہیں ہوتی تھیں، اور نہ آنکھیں ان کو دیکھ سکتی تھیں جن کا وجود اُس وقت بھی موجود تھا، مگر آج وہ نظر بھی آتی ہیں اور محسوس بھی ہوتی ہیں تو کیا ہزاروں سال پہلے جن لوگوں نے ان کے وجود کا انکار کیا وہ حقیقی علم پر مبنی تھا یا کوتاہیِ علم اور ذرائع معلومات و تحقیقات سے ناواقفیت کا نتیجہ، اسی طرح ہم آج بھی بجلی، مقناطیس اور روشنی کی صحیح حقیقت سے ناآشنا ہیں، اور ان کو صرف

ان کے آثار و علامات سے ہی پہچانتے ہیں۔"

(قصص القرآن جلد اوّل، از مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی۔ صفحہ 47تا49۔ ناشر مکتبہ رحمانیہ لاہور)

قصص القرآن

جلد اوّل

قصص قرآنی اور انبیاء علیہم السلام کے سوانح حیات اور اُن کی دعوتِ حق کی مستند ترین تاریخ جس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کے واقعات تک نہایت مفصل اور محققانہ انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔

تالیف

مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رفیق اعلیٰ ندوۃ المصنفین دہلی

تخریج و تصحیح

مولانا محمد عرفان فاضل جامعہ مدنیہ، لاہور

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

امداد الکَرَم

محمد امداد حسین پیرزادہ اپنی آسان اور عام فہم تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے، فرشتوں کو نُور سے اور ابلیس و جِنّات کو آگ سے پیدا فرمایاہے۔ ابلیس فرشتوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے سجدہ کرنے کے حکم میں شامل تھااور جب اس نے سجدہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ دریافت فرمائی تو ابلیس نے جواب دیا کہ وہ آدم سے افضل ہے، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا اور ابلیس کو آگ سے پیدا کیا گیاہے۔ حالانکہ فضیلت کی یہ بات نہیں ہے کہ کون کس چیز سے پیدا کیا گیاہے اور کس نسل سے تعلق رکھتاہے۔ اصل میں افضل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرتاہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ ابلیس جنوں میں سے تھا یا فرشتوں میں سے، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ فرشتوں میں سے نہیں تھا کیونکہ یہ نصِ قطعی ہے کہ ابلیس جِنّوں میں سے تھا۔ (الکہف 50:18) نیز فرشتے معصوم ہوتے ہیں، جبکہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ فرشتے نوری مخلوق ہیں جبکہ ابلیس آگ سے پیدا کیا گیا، اور فرشتوں کی اولاد نہیں ہوتی جبکہ جنّوں کا قبیلہ اور اولاد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے پہلے جِنّوں کو زمین میں آباد فرمایا۔ جب انہوں نے آپس میں بغض و عناد کی وجہ سے فساد اور خونریزی کا بازار گرم کردیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ ان کو جنگلوں اور پہاڑوں میں بھگا دیا۔ ان جِنّوں میں سے ایک ابلیس بھی تھا جو اس وقت ابھی بچہ تھا اور فرشتے اُس کو اپنے ساتھ لے گئے، چنانچہ وہ فرشتوں کے ساتھ عبادت کرتا تھا اس لئے

فرشتوں کے ساتھ اُسے بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا، ابلیس اسّی ہزار (80000) سال فرشتوں کے ساتھ رہا اور بیس ہزار (20000) سال انہیں وعظ کرتا رہا، اور وہ آسمانِ دنیا کا رئیس تھا، نیز وہ فرشتوں کا مرشد بھی تھا اور ان سے زیادہ علم والا تھا۔ وہ کبھی زمین پر، کبھی آسمان پر اور کبھی جنّت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اور اس وجہ سے اُسے غرور ہو گیا تھا کہ وہ فرشتوں سے افضل ہے۔"

(امداد الکرَم، از محمد امداد حسین پیرزادہ۔ جلد دوم تفسیر سورۃ الاعراف، صفحہ 623۔ ایڈیشن 2013ء۔ ناشر الکرم پبلی کیشنز، یو کے)

اِمدادُ الکرم
قرآنِ مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر
جلد دوم
الاعراف تا بنی اسرائیل
محمد امداد حسین پیرزادہ
الکرم پبلی کیشنز
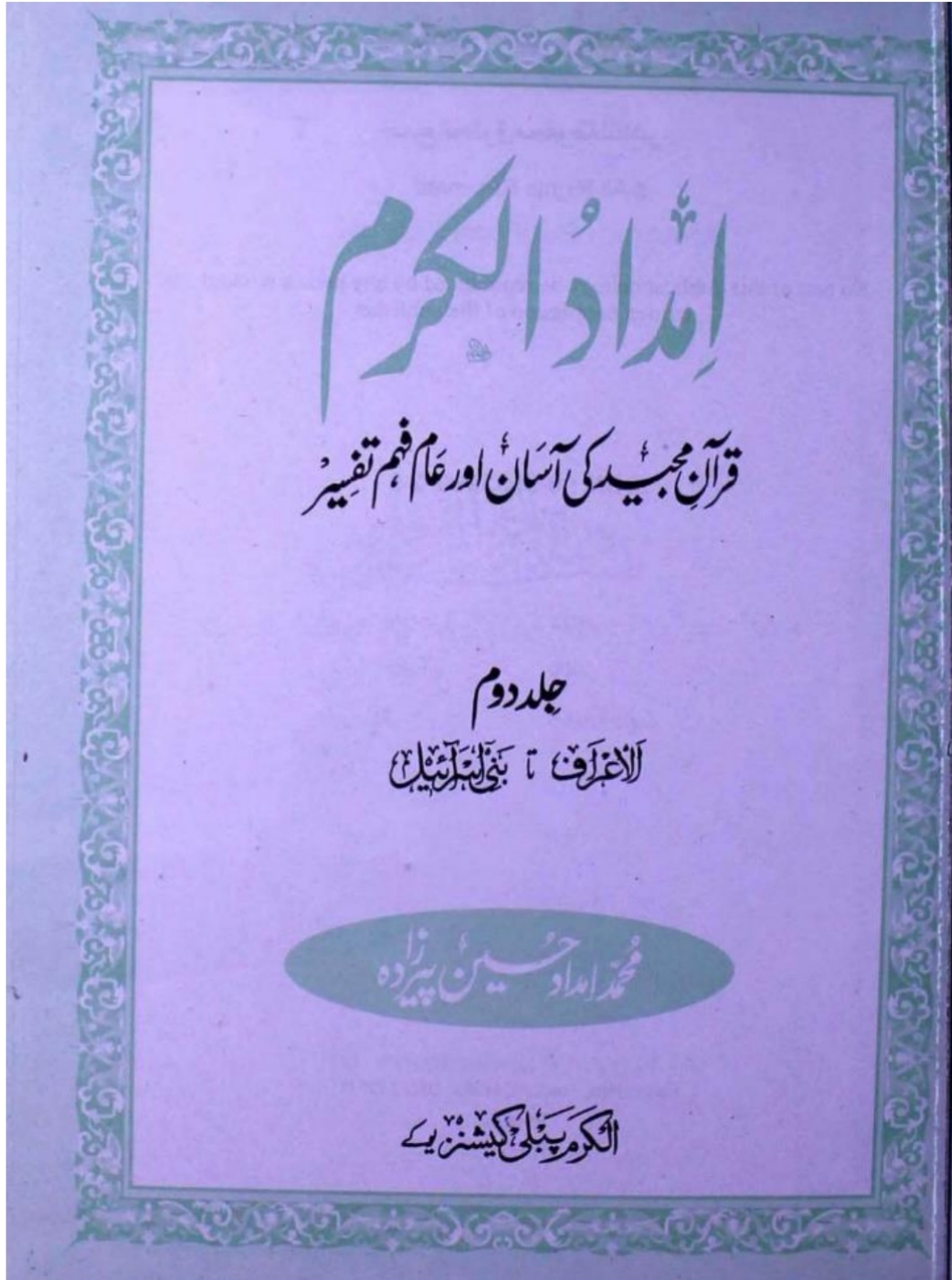
قصیدہ بردہ شریف

امام شرف الدین بوصیری کے "قصیدہ بردہ شریف" کی شرح علامہ عمر بن احمد الخرپوتی نے لکھی ہے، اور اس کا اردو
ترجمہ شاہ محمد چشتی صاحب نے کیا ہے۔ اس قصیدہ کا شعر نمبر 65 یوں ہے:

وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْاَنْوَارُ سَاطِعَةٌ

والْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَعْنًى وَّمِنْ كَلِمِ

ترجمہ: "جِنّ آپ کی نبوت کو غائبانہ آواز سے مان رہے ہیں، اس کے انوار ہر طرف بکھر رہے ہیں۔ اور اس کی سچائی دلوں اور زبانوں سے مانی جارہی ہے"۔ "والْجِنُّ" انسانوں کے مقابلہ میں ہیں، یہ ایک ایسا جوہر آگ ہے جو کئی قسم کی شکلیں بنا سکتا ہے۔ اُسے جِنّ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ اور لغت میں جِنّ کا معنی پوشیدہ کرنا ہوتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جنّوں کا آنکھوں سے اوجھل ہونا اللہ تعالیٰ کی ہم پر رحمت ہے۔ اور یونہی فرشتوں کا چھپا ہونا بھی رحمتِ الٰہیہ ہے، جِنّوں کا اس لئے کہ ان کی شکلیں بہت زیادہ بری ہوتی ہیں۔ اگر لوگوں میں سے کوئی انہیں دیکھ لے تو مر جائے اور پاگل ہو جائے۔ رہے فرشتے تو وہ یوں کہ بہت ہی خوبصورت ہوتے ہیں کہ اگر کوئی ان کی اصل شکل دیکھ لے تو وہ پاگل ہو جائے یا مر جائے۔ تم ایسا کوئی نہیں سنو گے جو انہیں دیکھنے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ یاد رہے کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ جِنّ تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جن کے پَر ہوتے ہیں جن سے ہوا میں اڑتے ہیں، ایک وہ جو سانپوں کی شکل میں

ہوتے ہیں، ایک وہ جو ہر وقت چلتے پھرتے اور سیر کرتے رہتے ہیں۔"

(شرح قصیدہ بردہ شریف از علامہ عمر بن احمد الخرپوتی، مُترجّم شاہ محمد چشتی، صفحہ 332۔ ایڈیشن مارچ 2016ء۔ ناشر پروگریسو بُکس اردو بازار لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

شرحِ قصیدہ بُردہ (خرپوتی)

تالیف

العلامہ عمر بن احمد الخرپوتی

مترجم

شاہ محمد چشتی

بار اول	مارچ 2016ء
پرنٹرز	آصف صدیق، پرنٹرز
تعداد	1100/-
ناشر	چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	=/ روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

تبیان القرآن

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اپنی تفسیر تبیان القرآن میں بیان کرتے ہیں: "سورۃ صٓ آیت 37 میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے قوی جِنّات کو ان کے تابع کر دیا تھا، ان میں سے بعض حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق قلعے اور اونچی اونچی عمارتیں بناتے تھے، اور بعض ان کے حکم کے مطابق سمندر میں غوطے لگاتے تھے۔ وہ جِنّات سمندر میں غوطہ لگا کر موتی، جواہر اور دوسری ایسی چیزیں نکال کر لاتے تھے جو زیورات میں کام آتی ہیں۔ اور ایسے جِنّات بھی مسخر کئے جو اونچی اونچی عمارتیں بناتے تھے۔ دوسری قسم کے ایسے جِنّات بھی مسخر کئے تھے جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے، یعنی وہ بہت سرکش جِن ّ تھے جن کو لوہے کی زنجیروں کے ساتھ جکڑ کر رکھا ہوا تھا تاکہ ان کو شر اور فساد سے روکا جاسکے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے انبیاء پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی۔ مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے اور رعب سے میری مدد کی گئی اور میرے لئے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا اور تمام روئے زمین کو میرے لئے آلۂ تیمّم اور مسجد بنا دیا گیا۔ اور مجھے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبیوں کو ختم کیا گیا۔" (صحیح مسلم حدیث نمبر 523)۔ اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ تمام مخلوق کے رسول ہیں اور تمام مخلوق میں ہوا اور جِنّات بھی شامل ہیں۔ پس ہوا اور جِنّات بھی آپ کی امت ہیں۔ اور رسول اپنی امت پر غالب اور متصرّف ہوتا ہے۔ سو اس سے لازم آیا کہ جِنّات اور ہوائیں بھی آپ کے زیر

تصرف ہیں اور جِنّات پر آپ کے تصرف کی واضح دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گذشتہ شب ایک بہت بڑا جِن ّمجھ پر حملہ آور ہوا تا کہ وہ میری نماز فاسد کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قادر کر دیا۔ سو میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں۔ حتیٰ کہ تم صبح کو اٹھو تو تم سب اس کی طرف دیکھ رہے ہو۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آئی۔ اے میرے رب! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو۔ پھر آپ نے اس کو دھتکارا ہوا چھوڑ دیا۔ اس جگہ یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ ان دو آیتوں میں جن جِنّات کا ذکر کیا گیا ہے وہ بہت سخت کام کر لیتے تھے، اونچی عمارتیں بناتے تھے، سمندر میں غوطے لگاتے تھے اور بعض کو زنجیروں میں باندھ کر رکھا جاتا تھا۔ ان جِنّات کے جسم لطیف تھے یا کثیف تھے۔ اگر ان کے اجسام کثیف تھے تو ہم کو نظر آنے چاہیے تھے، کیونکہ جسمِ کثیف کو انسانی آنکھ دیکھ لیتی ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ کثافت کے باوجود نظر نہیں آتے تھے، تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے ہمارے سامنے بڑے بڑے پہاڑ اور جنگلات ہوں اور ہمیں نظر نہ آرہے ہوں۔ تو جس طرح یہ صحیح نہیں، اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ ہمارے سامنے جِنّات جسمِ کثیف میں موجود ہوں اور ہمیں نظر نہ آرہے ہوں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ان جِنّات کا جسم لطیف ہے اور لطافت سختی کے منافی ہے، تو پھر یہ کہنا صحیح نہیں ہو گا کہ وہ جِنّات قوت شدیدہ کے حامل ہیں اور وہ ان کاموں کو کر گزرتے ہیں جن پر عام بشر اور انسان قادر نہیں ہوتے۔

کیونکہ جسمِ لطیف کا قوام بہت ضعیف ہوتا ہے اور معمولی سی مزاحمت کے بعد اس کے اجزا پھٹ جاتے ہیں، لہٰذا وہ ثقیل اشیاء کو اٹھانے اور سخت کاموں کے کرنے پر قادر نہیں ہو گا۔ نیز جب ان جِنّات کا جسم لطیف ہو گا تو پھر ان کو طوق اور زنجیروں کے ساتھ جکڑنا بھی ممکن نہیں ہو گا۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ان جِنّات کے اجسام لطیف ہیں لیکن لطافت صلابت اور سختی کے منافی نہیں ہے پس چونکہ وہ اجسام لطیف ہیں اس لئے وہ دکھائی نہیں دیتے، اور چونکہ ان میں صلابت اور سختی ہے اس لئے ان کو طوق اور زنجیروں کے ساتھ جکڑنا ممکن ہے، اسی طرح ان کا بھاری چیزوں کو اٹھانا اور سخت اور دشوار کاموں کا کرنا بھی ممکن ہے۔ کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ سخت اور تیز آندھی بڑے بڑے تناور درختوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتی ہے، اور مضبوط بجلی کے کھمبوں کو گرا دیتی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان جِنّات کے اجسام کثیف ہوں اور وہ سخت اور دشوار کاموں پر قادر ہوں، اور ان کو طوق اور زنجیروں کے ساتھ جکڑنا بھی ممکن ہو، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں وہ لوگ دکھائی دیتے ہوں، اور ہمارے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت کی وجہ سے ان کا دکھائی دینا ممتنع کر دیا ہو۔"

(تبیان القرآن، از علامہ غلام رسول سعیدی، جلد 10 صفحہ 110 تا 113۔ ایڈیشن 2005ء۔ رومی پبلی کیشنز لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے
تبیان القرآن
علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی-۳۸
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)
۳۸-اردو بازار لاہور
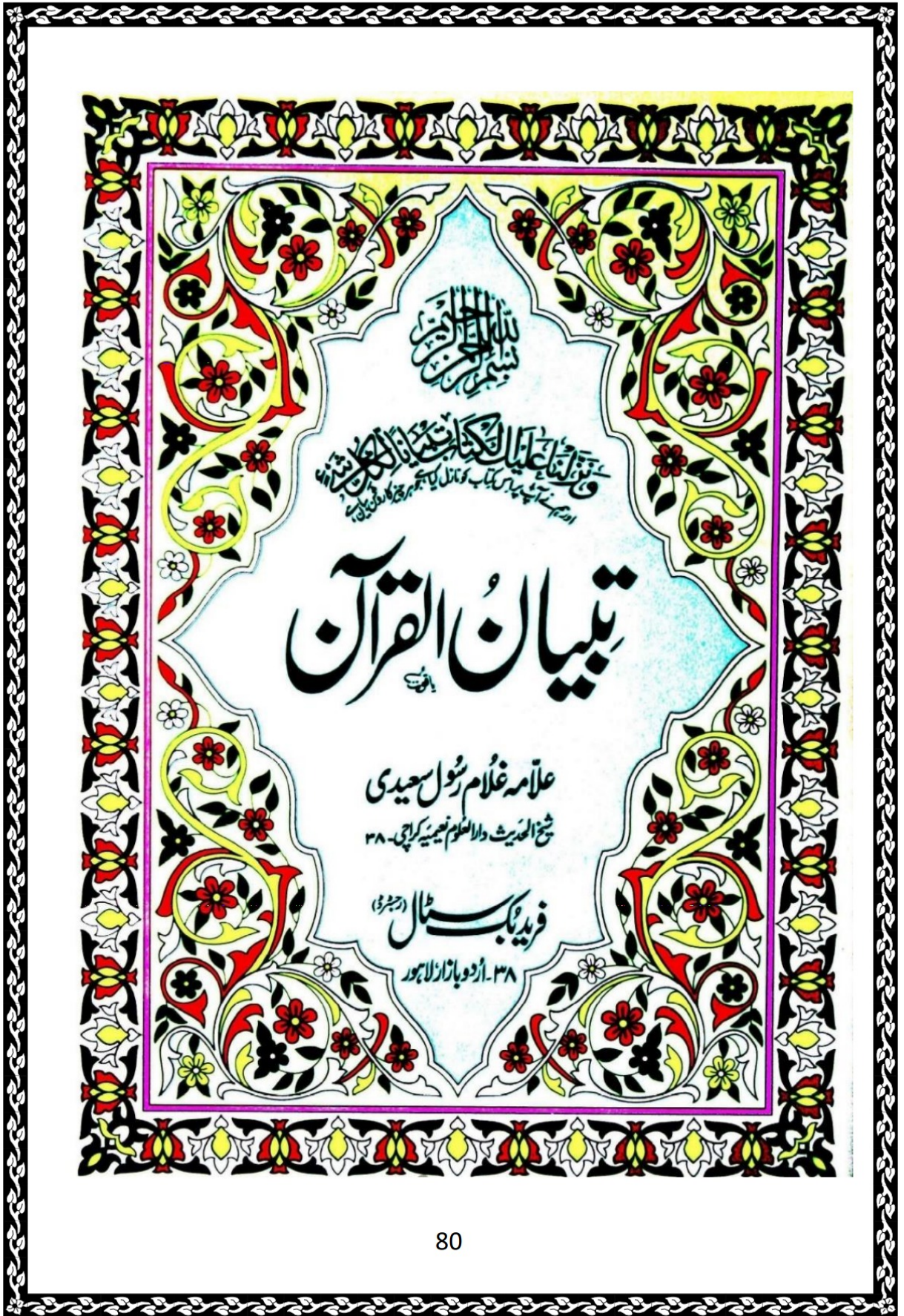
معارف القرآن

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنی تفسیر "معارف القرآن" میں لکھتے ہیں: يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ يَقُصُّوۡنَ عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِىۡ وَيُنۡذِرُوۡنَكُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا‌ ؕ قَالُوۡا شَهِدۡنَا عَلٰٓى اَنۡفُسِنَا‌ وَغَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا وَشَهِدُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا كٰفِرِيۡنَ۔ ذٰ لِكَ اَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ رَّبُّكَ مُهۡلِكَ الۡقُرٰى بِظُلۡمٍ وَّاَهۡلُهَا غٰفِلُوۡنَ۔ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا‌ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعۡمَلُوۡنَ۔ (الانعام: 131تا133)۔

اے جِنّوں کی جماعت اور انسانوں کی کیا نہیں پہنچے تھے تمہارے پاس رسول تم ہی میں سے کہ سناتے تھے تم کو میرے حکم اور ڈراتے تھے تم کو اس دن کے پیش آنے سے۔ کہیں گے کہ ہم نے اقرار کرلیا اپنے گناہ کا اور دھوکہ دیا دنیا کی زندگی نے اور قائل ہوگئے اپنے اوپر اس بات کے کہ وہ کافر تھے۔ یہ اس واسطے کہ تیرا رب ہلاک کرنے والا نہیں بستیوں کو ان کے ظلم پر اور وہاں کے لوگ بے خبر ہوں، اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں ان کے عمل کے، اور تیرا رب بے خبر نہیں اُن کے کام سے... اس جگہ قابل غور بات یہ ہے کہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے جِنّات اور انسانوں کی دونوں جماعتوں کو خطاب کرکے یہ فرمایا ہے کہ کیا ہمارے رسول تمہارے پاس نہیں پہنچے جو تمہاری ہی قوم سے تھے، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح انسانوں کے رسول انسان اور بشر بھیجے گئے، اسی طرح جِنّات کے رسول جِنّات کی قوم سے بھیجے گئے ہیں۔ اس مسئلہ میں علماء تفسیر وحدیث کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض کا کہنا یہ کہ رسول اور نبی صرف انسان ہی ہوئے اور ہوتے چلے آئے ہیں۔

جِنّات کی قوم میں سے کوئی شخص رسول بلاواسطہ نہیں ہوا، بلکہ ایسا ہوا کہ انسانی رسول اور پیغمبر کا کلام اپنی قوم کو پہنچانے کے لئے جِنّات کی قوم میں کچھ لوگ ہوئے جو در حقیقت رسولوں کے قاصد اور پیغامبر ہوتے ہیں، مجازی طور پر ان کو بھی رسول کہہ دیا جاتا ہے۔ ان حضرات کا استدلال قرآن مجید کی اُن آیات سے ہے جن میں جِنّات کے ایسے اقوال مذکور ہیں کہ انہوں نے نبی کا کلام یا قرآن سن کر اپنی قوم کو پہنچایا مثلاً: وَلَّوْاإِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ، اور سورۃ جنّ کی آیت إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِیْ إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهٖ وغیرہ۔ لیکن ایک جماعت علماء اس آیت کے ظاہری معنی کے اعتبار سے اس کی بھی قائل کہ خاتم الانبیاء ﷺ سے پہلے ہر گروہ کے رسول اسی گروہ میں سے ہوتے تھے۔ انسانوں کے مختلف طبقات میں انسانی رسول آتے تھے، اور جِنّات کے مختلف طبقات میں جِنّات ہی میں سے رسول ہوتے تھے۔ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کو سارے عالم کے انسانوں اور جِنّات کا واحد رسول بنا کر بھیجا گیا، اور وہ بھی کسی ایک زمانہ کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک پیدا ہونے والے تمام جنّ و انس آپ کی اُمّت ہیں، اور آپ ہی سب کے رسول و پیغمبر ہیں۔ ائمہ تفسیر میں سے کلبیؒ اور مجاہدؒ وغیرہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہے کہ آدم سے پہلے جِنّات کے رسول جِنّات ہی کی قوم میں سے ہوتے تھے، اور وہ بھی انسانوں کی طرح احکام شرع کے مکلّف ہیں۔ حضرت قاضی ثنا اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہندوستان کے ہندو جو اپنی وید کی تاریخ ہزارہا سال پہلے کی بتلاتے ہیں، اور اپنے مقتداء و بزرگ جن کو وہ اوتار کہتے ہیں

اُسی زمانہ کے لوگوں کو بتاتے ہیں، کچھ بعید نہیں کہ وہ یہی جنّات کے رسول وپیغمبر ہوں اور انہی کی لائی ہوئی ہدایات کسی کتاب کی صورت میں جمع کی گئی ہوں۔ ہندوؤں کے اوتاروں کی جو تصویریں اور مورتیاں مندروں میں رکھی جاتی ہیں وہ بھی اسی انداز کی ہیں، کہ کسی کے کئی چہرے ہیں اور کسی کے بہت سے ہاتھ ہیں، کسی کے ہاتھی کی طرح سونڈ ہے جو عام انسانی شکلوں سے بہت مختلف ہیں اور جِنّات کا ایسی شکلوں میں متشکل ہونا کچھ مستعبد نہیں۔ اس لئے کچھ بعید نہیں کہ ان کے اوتار جِنّات کی قوم میں سے آئے ہوئے رسول یا ان کے نائب ہوں، اور ان کی کتاب بھی ان کی ہدایات کا مجموعہ ہو۔ پھر رفتہ رفتہ جیسے دوسری کتابوں میں تحریف ہوگئی اس میں بھی تحریف کرکے شرک وبت پرستی داخل کر دی گئی ہو۔ اور بہرحال اگر وہ اصل کتاب اور رُسل جن کی صحیح ہدایات بھی موجود ہوتیں تو رسول کریم ﷺ کی بعثت اور رسالتِ عامہ کے بعد وہ منسوخ اور ناقابل عمل ہی ہو جاتیں... تیسری آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسانوں اور جنّات میں رسول بھیجنا اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف اور رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ کسی قوم پر ویسے ہی عذاب نہیں بھیج دیتا جب تک کہ پہلے ان کو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ بیدار نہ کر دیا جائے اور ہدایت کی روشنی ان کے لئے نہ بھیج دی جائے۔ چوتھی آیت کا مفہوم واضح ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانوں اور جِنّات میں ہر طبقہ کے لوگوں کے درجات مقرر ہیں، اور یہ درجات ان کے اعمال کے مطابق ہی رکھے گئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی جزاء وسزا اُنہی اعمال کے پیمانہ کے مطابق ہوگی۔"

(معارف القرآن از مفتی محمد شفیع، جلد سوم، صفحہ 450 تا 456۔ ایڈیشن مارچ 2005ء۔ ناشر ادارۃ المعارف کراچی)

پھر مفتی محمد شفیع صاحب سورت سبا میں مذکور حضرت سلیمان علیہ السلام کے جنّات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: ''جنّات کی تسخیر جو اس جگہ مذکور ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے، اس میں تو کوئی سوال ہو ہی نہیں سکتا۔ اور بعض صحابہ کرام کے متعلق جو روایات میں آیا ہے کہ جنّات ان کے مسخّر اور تابع تھے تو یہ تسخیر بھی اسی قِسم کی تسخیر باذن اللہ تھی، جو بطور کرامت ان حضرات کو عطا کی گئی۔ اس میں کسی عمل و وظیفہ کا کوئی دخل نہ تھا، جیسا کہ علامہ شربینی نے تفسیر سراج المنیر میں اس آیت کی تحت میں حضرت ابوہریرہ، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، عمر بن خطّاب، ابو ایوب انصاری، زید بن ثابت وغیرہ رضی اللہ عنہم کے متعدد واقعات ایسے لکھے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جنّات ان کی اطاعت و خدمت کرتے تھے۔ مگر یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تھا کہ سلیمان علیہ السلام کی طرح کچھ جنّات کو ان حضرات کا مسخّر بنا دیا۔ لیکن جو تسخیر عملیات کے ذریعہ عاملوں میں مشہور ہے وہ قابل غور ہے کہ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ قاضی بدر الدین شبلی حنفی جو آٹھویں صدی کے علماء میں سے ہیں انہوں نے جنّات کے احکام پر ایک مستقل کتاب ''آکام المرجان فی احکام الجان''، لکھی ہے۔ اس میں بیان کیا کہ جنّات سے خدمت لینے کا کام سب سے پہلے حضرت سلیمان نے باذن اللہ بطور معجزہ کے کیا ہے، اور اہل فارس جمشید بن اونجہان کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے جنّات سے خدمت لی ہے۔ اسی طرح آصف بن برخیاد وغیرہ جن کا تعلق حضرت سلیمان سے رہا ہے ان کے متعلق بھی استخدامِ جنّ کے واقعات مشہور ہیں۔ اور مسلمانوں میں سب سے زیادہ شہرت ابو نصر احمد

بن ہلال الکیل اور ہلال بن وصیف کی ہے جن سے استخدامِ جنّات کے عجیب عجیب واقعات مذکور ہیں۔ ہلال بن وصیف نے ایک مستقل کتاب میں جنّات کے کلمات جو انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش کئے اور جو عہد و میثاق سلیمان علیہ السلام نے ان سے لئے ان کو جمع کر دیا ہے۔ قاضی بدرالدین نے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ عام طور پر تسخیر جنّات کا عمل کرنے والے عاملین کلماتِ کفریہ شیطانیہ سے اور سِحر سے کام لیتے ہیں، جن کو کافر جنّات و شیاطین پسند کرتے ہیں۔ اور ان کے مسخّر و تابع ہونے کا راز صرف یہ ہے کہ وہ ان کے اعمال کفریہ شرکیہ سے خوش ہو کر بطور رشوت کے ان کے کچھ کام بھی کر دیتے ہیں۔ اور اسی لئے بکثرت ان عملیات میں قرآن کریم کو نجاست یا خون وغیرہ سے لکھتے ہیں، جن سے کفار جنّ اور شیاطین راضی ہو کر ان کے کام کر دیتے ہیں۔ البتہ ایک شخص ابن الامام کے متعلق لکھا ہے کہ یہ خلیفہ معتضد باللہ کے زمانہ میں تھا، جنّات کو اس نے اسمائے الٰہیہ کے ذریعہ مسخر کیا تھا، اس میں کوئی بات خلاف شرع نہیں (آکام المرجان صفحہ 100) خلاصہ یہ ہے کہ اگر جنّات کی تسخیر کسی کے لئے بغیر قصد و عمل کے محض من جانب اللہ ہو جائے جیسا کہ سلیمان علیہ السلام اور بعض صحابہ کے متعلق ثابت ہے تو وہ معجزہ یا کرامت میں داخل ہے۔ اور جو تسخیر عملیات کے ذریعہ کی جاتی ہے اس میں کلمات کفریہ یا اعمال کفریہ ہوں اور صرف معصیت پر مشتمل ہوں تو گناہِ کبیرہ ہے۔"

(معارف القرآن از مفتی محمد شفیع، جلد ہفتم، صفحہ 266،265۔ ایڈیشن مارچ 2005ء۔ ناشر ادارۃ المعارف کراچی)

معارف القرآن

جلد

۷

لقمان، الم سجدہ، احزاب، سبا، فاطر، یٰسٓ، صٰفّٰت، ص، زمر
مومن، حٰمٓ سجدہ، شوریٰ، زخرف، دخان، جاثیہ، احقاف

پارہ ۲۱ رکوع ۱۰ تا پارہ ۲۶ رکوع ۴

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

ادارۃ المعارف کراچی

علماء و مفسّرین کے بیانات کا تجزیہ

مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے سولہ علماء و مفسّرین، موٴرخین و محققین کے ان مختلف اقتباسات اور تشریحات پر یکجائی نظر ڈالیں تو متعدد ایسے بنیادی سوالات ہیں جن کا جواب کسی نے نہیں دیا۔

❖ 1۔ قرآنی بیان اور علماء کے متفقہ عقیدے کے مطابق جِنّات ناری مخلوق ہے، اور جزاوسزا کا عمل ان پر بھی لاگو ہوگا، مگر آگ کو آگ کیسے جلائے گی کسی مفسّر نے اس کی وضاحت نہیں کی۔

❖ 2۔جِنّات علمِ غیب نہیں رکھتے تو غیب کی خبریں کیسے دیتے ہیں۔

❖ 3۔یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔(النحل: 51)وہ اپنے اوپر غالب ربّ سے ڈرتے ہیں اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔اس ارشادِ ربّانی کے مطابق فرشتے اپنے رب کے حکم سے سرِ مُو انحراف نہیں کرتے۔ مگر ابلیس ایک لاکھ سال تک فرشتہ رہنے ،باقی فرشتوں کو وعظ کرنے، آسمانِ دنیا کا رئیس ہونے، فرشتوں کا مرشد اوران سے زیادہ علم والا ہونے کے باوجود کیسے نافرمان ہوگیا۔

❖ 4۔كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۔(الکہف: 51)وہ جِنّوں میں سے تھا پس وہ اپنے ربّ کے حکم سے رُوگردان ہوگیا۔اس ارشادِ قرآنی کے مطابق ابلیس تھا ہی جِنّوں میں سے، پھر وہ کب اور کیسے فرشتوں میں داخل ہوا۔

❖ 5۔جِنّات آسمانوں کا سفر کیسے کرتے تھے،اور ان کے پاس کون سی سلطان تھی۔

❖ 6۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک سال تک عصا کے سہارے کھڑے رہے، جِنّات تو اپنے کام میں مشغول دور دور سے ہی ان کو دیکھتے رہے، مگر ان کے اہل و عیال اور دیگر خدمت گزاروں میں سے بھی کسی نے ان کی خبر گیری نہ کی اور قریب جا کر نہ دیکھا۔

❖ 7۔ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ (سباء:42) کسی نے وضاحت نہیں کی کہ جِنّوں کی کون اور کیسے عبادت کرتا تھا۔

❖ 8۔ قدرت کے عام جاری اصول کہ آگ جلاتی ہے اور پانی بجھاتا ہے کے برعکس آگ سے بنے جِنّات پانی میں کیسے غوطے لگاتے تھے۔

❖ 9۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ (الاحزاب:63) اور تُو ہرگز اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔ کا اصول ازل تا ابد جاری رہے گا۔ پھر بھی سلیمان کے زمانہ میں عوام الناس کو نظر آنے والے جِنّ بعد میں نظر آنا کیوں بند ہو گئے۔

❖ 10۔ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ (النساء:80) اور ہم نے تجھے سب انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ بطور گواہ کافی ہے۔ قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاِ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ (الاعراف :159)۔ تُو کہہ دے کہ اے انسانو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے قبضے میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (سبا:29) اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں

کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ ؕ وَاِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا۔(النِّسَآء:171)اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے حق کے ساتھ رسول آ چکا ہے۔ پس ایمان لے آؤ(یہ) تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ پھر بھی اگر تم انکار کرو تو یقیناً اللہ ہی کا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ دائمی علم رکھنے والا(اور) صاحبِ حکمت ہے۔

ان محکم، واضح اور یقینی آیات کے ہوتے ہوئے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جنّات کے رسول کیسے ثابت ہوتے ہیں، اور جِن ّآپ کی امت کا حصہ کیسے بن گئے۔

❖ 11۔هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔(البقرۃ :26)۔وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔اور عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ (ہود:109)۔

یہ ایک نہ کاٹی جانے والی جزا کے طور پر ہو گا۔جنّت کے متعلق بیان کردہ اس واضح قرآنی اصول کے برعکس جِنّات کچھ عرصہ کی جزا یا سزا کے بعد نابود کیوں کر دیے جائیں گے۔

❖ 12۔علماء و مفسرین کی متفقہ آرا کے مطابق جِنّات کی تسخیر کا عمل گناہِ کبیرہ ہے، اور ایسے لوگ جو ان کاموں میں ملوث ہوں ان کے پاس جانا اور سوالات کرنا حرام ہیں، اور ایسا کرنا انسان کو جہنمی بنا دیتا ہے۔ پھر بھی گلی گلی شہر شہر یہ عمل کیسے جاری ہے۔

13۔ حکمت و دانائی کے شہنشاہ صادق و مصدوق ﷺ کی زبان مبارک نے نکلی ہوئی جِنّات کی تین اقسام والی حدیث کئی مفسرین نے نقل کی، مگر کسی نے تیسری قسم "جو خیمے لگاتے

اور اکھاڑتے ہیں" یا نقل مکانی کرتے رہتے ہیں والی قسم پر روشنی نہیں ڈالی کہ یہ جنّات کون ہیں۔

معاوية بن صالح عن أبي الزاهرية عن جبير بن نفير عن أبي ثعلبة الخشني رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم : « الجن ثلاثة أصناف : صنف لهم أجنحة يطيرون في الهواء ، وصنف حيات وكلاب ، وصنف يحلون ويظعنون » .

هذا حديث صحيح الإسناد[١] ، ولم يخرجاه .

* * *

٤٧ - تفسير سورة محمد صلى الله عليه وعلى آله وسلم

بسم الله الرحمن الرحيم

٣٧٦٠- أخبرنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله الزاهد الأصبهاني ثنا أحمد بن مهران ثنا عبيد الله بن موسى أنبأ إسرائيل عن أبي يحيى[٢] عن مجاهد عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله عز وجل : ﴿ الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله أضل أعمالهم ﴾ [محمد : ١] ، قال : منهم أهل مكة : ﴿ والذين آمنوا وعملوا الصالحات ﴾ [محمد : ٢] ، قال : هم الأنصار ، قال : ﴿ وأصلح بالهم ﴾ [محمد : ٢] ، قال : أمرهم .

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه .

٣٧٦١- أخبرنا الحسن بن حليم المروزي أنبأ أبو الموجه أنبأ عبدان أنبأ عبد الله أنبأ صفوان ابن عمرو عن عبد الله بن بشر عن أبي أمامة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم في قوله عز وجل : ﴿ ويسقى من ماء صديد * يتجرعه ﴾ [إبراهيم : ١٦، ١٧] ، قال : « يقرب إليه فيتكرهه ، فإذا أدني منه شوى وجهه ووقع فروة رأسه ، فإذا شربه قطع أمعاءه حتى يخرج من دبره » يقول الله عز وجل : ﴿ وسقوا ماء حميمًا فقطع أمعاءهم ﴾ [محمد : ١٥] ، يقول الله عز وجل : ﴿ وإن يستغيثوا يُغاثوا بماء كالمهل يشوي الوجوه بئس الشراب ﴾ [الكهف : ٢٩] .

هذا حديث صحيح الإسناد[٣] ، ولم يخرجاه .

---

(١) عبد الله بن صالح كاتب الليث مجروح بجرح مفسر ، راجع « ميزان الاعتدال » ، فالظاهر أن حديثه لا يرتقي إلى الحجية .

(٢) أبو يحيى هو القتات ، وقد ضعفه الأكثرون .

(٣) تقدم التنبيه في سورة الكهف على ضعف هذا الحديث .

نام کتاب	:	سیرۃُ الرّسول ﷺ (جلد سوم)
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	مولانا محمد معراج الاسلام
معاونین تدوین	:	علی اکبر قادری، محمد رمضان قادری، محمد علی قادری
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّتؒ ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ نمبر 1	:	جولائی 1995ء (1,000)
اِشاعتِ نمبر 2	:	جولائی 1996ء (1,000)
اِشاعتِ نمبر 3 تا 12	:	اکتوبر 1997ء تا جون 2009ء (12,800)
اِشاعتِ نمبر 13	:	اگست 2011ء (1,200)
اِشاعتِ نمبر 14	:	جنوری 2014ء (1,200)
اِشاعتِ نمبر 15	:	مئی 2017ء
تعداد	:	1,100
قیمت	:	-/400 روپے

ISBN-978-969-32-0764-4

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف اور خطبات و لیکچرز کی کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریکِ منہاجُ القرآن کے لیے وقف ہے۔
(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

fmri@research.com.pk

مصطفوی تحریک میں جنّات کا حصہ

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے اپنی کتاب سیرۃ الرسول ﷺ کی جلد سوم کے آخر میں "مصطفوی تحریک میں جِنّات کا حصہ" کے عنوان سے ایک باب لکھا ہے۔ موصوف بیان کرتے ہیں:"طائف سے واپسی پر نخلہ میں قیام کے دوران قدرت نے ایسے اسباب پیدا فرمائے، اور ایک ایسی مخلوق کو ادھر بھیج دیا جو نظر نہیں آتی تھی۔ یہ جِنّات کی ایک جماعت تھی جو ادھر سے گزر رہی تھی، حضور ﷺ کو دیکھا تو ٹھٹھک کر رہ گئی، اس وقت رسول اکرم ﷺ نماز فجر میں تلاوت قرآن پاک فرمارہے تھے۔ وہ کلام کی شیرینی میں کھو گئے۔ انہوں نے ایسا پر تاثیر کلام کبھی نہیں سنا تھا۔ وجد و سرور نے سب کو بے خود بنا دیا، انہماک سے سننے اور سمجھنے کے لئے انہوں نے ایک دوسرے کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ قرآن نے ان لمحات کی منظر کشی یوں کی ہے:وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا۔ (الاحقاف 46 آیت 30) اے ہمارے رسول! یاد کیجئے وہ وقت جب ہم نے جنّات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا تاکہ قرآن سن سکیں، جب وہ وہاں پہنچے تو بولے: خاموش رہو، اور غور سے سنو!۔ یہاں کے انسانوں نے اُسے سننے اور قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، جب ایک نادیدہ مخلوق نے اسے سن کر دل و جان سے قبول کرنے کے لئے شوق کا اظہار کیا تو سرور کائنات ﷺ کی خوشی کی انتہاء نہ رہی... حضرت عبداللہ بن عباسؓ راوی ہیں کہ علاقہ نصیبین کے یہ سات یا نو جِنّ تھے جنہیں حضور ﷺ نے نمائندگی عطا کی، اور حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی قوم میں

جا کر تبلیغ اسلام کریں۔ علامہ عینی نے اسی مقام پر ان جِنّات کے اسمائے گرامی بھی درج کئے ہیں، وہ یہ ہیں: سامر، مامر، منسی، احقب، زوبعہ، سرق اور عمرو بن جابر۔ قرآن پاک سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جِنّات بہترین مبلغ ثابت ہوئے، انھوں نے اپنی قوم میں جا کر مصطفوی انقلاب کی دھوم مچادی، اور تبلیغ کا حق ادا کر دیا، دیکھتے ہی دیکھتے یہ تحریک زور پکڑ گئی اور جب یہ لوگ دوبارہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو تین سو کے قریب تھے، اور اس کے بعد تو ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہو گئی۔ ان کے اسلوب تبلیغ کو قرآن پاک نے اس طرح بیان فرمایا ہے: قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا کِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُجِرْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (الاحقاف: 30،31)۔ جِنّات نے کہا اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب کی تلاوت سنی ہے جو موسیٰؑ کے بعد نازل کی گئی ہے اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ اس کی بھی مصدق ہے، اور حق و صداقت اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے قوم اللہ کے داعی کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ، وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور عذاب الیم سے بچائے گا۔ لیکن جو اللہ کے داعی کی دعوت قبول نہیں کرے گا تو وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور اللہ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں ہو گا۔ اس قماش کے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ جِنّات کو مصطفوی انقلاب کے لئے تبلیغ کی جو ذمہ داری سونپی گئی انھوں نے اسے صرف اپنی قوم اور علاقے

تک محدود نہ رکھا، بلکہ اُسے انسانی معاشروں تک وسیع کر دیا۔ انسانی مبلغین جو فریضہ انجام نہیں دے سکتے تھے وہ انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا اور بطریق احسن انجام دیا۔ مصطفوی انقلاب کے لئے یہ ان کا وہ اقدام تھا جسے بارگاہِ نبوی میں بھی پذیرائی نصیب ہوئی۔ آپ نے ان کے طرز عمل اور طریق کار کو خوب سراہا اور پسند کیا اور صحابہ کرام کو بھی ان کے کارناموں سے آگاہ فرمایا... اہل مکہ کے فاسد نظریات اور ضلالت و گمراہی کو تحفظ دینے کے لئے سرکش شیطانی قوتیں بھی میدان عمل میں آگئیں ... کافر جِنّات اور شیطانوں نے بتوں میں گھس کر جگہ جگہ یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ اے لوگو تم اپنے آباؤ اجداد کے درست راستے پر ہو، نئے دین نے بہت سے لوگوں کو پٹڑی سے اتار دیا ہے، تم ان کے خلاف ڈٹ جاؤ جس طرح ہو سکے طاقت استعمال کر کے انہیں پیس ڈالو... بعض جِنّات نے ذبح شدہ جانوروں کے اندر بولنا شروع کر دیا۔ کچھ سرکش جِنّات پہاڑوں پر چڑھ گئے اور انہوں نے اسی قسم کا ہیجان انگیز اعلان کیا جسے انسانوں نے سنا... بتوں اور ذبح شدہ جانوروں کے اندر سے آنے والی غیبی آوازوں سے پیدا شدہ صورتِ حال کا اُسی انداز سے مقابلہ کرنا انسانوں کے بس کا کام نہ تھا، یہ ایک ایسی مخلوق ہی انجام دے سکتی تھی جو انہی کی طرح ہو بلکہ قوت و طاقت میں ان پر فائق ہو۔ مصطفوی انقلاب کے اس نازک موڑ پر یہ فریضہ مسلمان جِنّات نے انجام دیا۔ انہوں نے کافر جِنّات اور شیطان کا ہر مقام پر پیچھا کیا اور ہر محاذ پر بھرپور مقابلہ کیا اور ہر جگہ انہیں شکست فاش دی اور مسلمانوں کو ایسا تحفظ فراہم کیا جو انہی کا حصہ تھا... جعد بن قیس عرب کے معمر اور نامور شاعر تھے، حج کے سفر

کے دوران وادی یمن میں انہوں نے ایک غیبی آواز سنی کہ "جب حطیم شریف اور زمزم کے پاس پہنچو تو حضور محمد مصطفیٰ ﷺ تک ہمارا سلام پہنچا دینا... ہم آپ کے دین کے مددگار ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں اس بات کی وصیت کی ہوئی ہے"۔ اسلوب کلام سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دوسرے جِنّات تھے، اور وادی نصیبین کے جِنّات جنہوں نے وادیٔ نخلہ میں سرکار کی بیعت کی تھی وہ اور ہیں، کیونکہ قرآن پاک میں ہے، انہوں نے اپنے علاقہ میں جاکر یہ کہا تھا کہ "ہم نے ایک ایسی کتاب کی تلاوت سنی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے"۔ گویا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے جو مسلمان ہوگئے، اور یہ جن جو وادی یمن میں ان لوگوں سے ہمکلام ہوئے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے۔ اسی لئے انہوں نے خود کو ان کی طرف منسوب کیا اور بتایا وہ ان کی وصیت پر عمل کر رہے ہیں۔ شواہد و واقعات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عیسائی جِنّات جو مسلمان ہوکر مصطفوی تحریک میں شامل ہوگئے تھے۔ یہ حضور ﷺ کی بعثت کے وقت ہی انقلاب کا ہراول دستہ بن گئے تھے، اور انہوں نے ذبیحہ جانوروں اور بتوں کے اندر بولنے والے کافر جِنّات کو ہلاک کرکے توحید و رسالت کی دعوت کا راستہ ہموار کرنا شروع کیا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ جنگلوں اور بیابانوں میں قیام پذیر لوگوں تک بھی یہ پیغام حق پہنچاتے تھے۔ چنانچہ ان کی دعوت اور کوشش سے بہت سے لوگ راہِ راست پر آئے... پس مومن جِنّات سرگرمی کے ساتھ میدان عمل میں تھے... جس طرح بھی ان سے بَن پڑا اُنہوں نے اس پیغام کو عام کیا، اور جو کام مسلمان انسان نہیں کرسکتے تھے وہ کام

انہوں نے کیا اور روزِ اوّل سے ہی مصطفوی انقلاب کے لئے کوشاں رہے اور اسے سعادت سمجھ کر انجام دیتے رہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان جِنّات مصطفوی انقلاب کی تحریک میں انسانوں سے پیچھے نہیں تھے، بلکہ اپنی بساط و طاقت کے مطابق بھرپور کردار ادا کر رہے تھے ، اور تبلیغ دین میں زبردست حصہ لے رہے تھے ۔ اپنی قوم جِنّات کو بھی راہِ راست پہ لائے اور بہت سے انسانوں کے لئے بھی رشد وہدایت کا ذریعہ بنے۔"

(سیرۃ الرّسول، جلد سوئم۔ صفحہ 545 تا 555۔ ایڈیشن مئی 2017ء۔ منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور)

عصر حاضر کے مفکّر و محقق شیخ الاسلام کو حضرت بلال بن رباحؓ کی اَحَدٌ اَحَدٌ کی آواز سنائی نہیں دی، آل یاسر کا صبر دکھائی نہیں دیا۔ اَللّٰھُمَّ اَیِّدِ الْاِسْلَامَ بِاَبِي الْحَکَمِ بْنِ ھِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ (اے اللہ تو عمرو بن ہشام اور عمر ابن الخطاب میں سے کوئی ایک ضرور اسلام کو عطا فرما) والی دعا کی طرف دھیان نہیں گیا، شعب ابی طالب میں محصور بھوکے پیاسے اور بلکتے بچوں کی آہ وزاری اُن کے کانوں تک نہیں پہنچی۔ انہیں نظر آئے تو "سامر، مامر"۔

رب العرش کے وعدوں پر کامل بھروسہ اور یقین رکھنے والے عبدِ کامل کی بدر کے میدان میں انتہائی کرب کے ساتھ کی جانے والی دعا: اللّٰھُمَّ اِنْ تُھلِكْ ھَذِہِ الْعَصَابَۃَ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدَ فِي الْاَرْضِ پر غور کا موقع نہیں ملا کہ کون کس کو کیا واسطہ دے کر مانگ رہا ہے۔ محمد عربی ﷺ ان مٹھی بھر جاں نثاروں کی زندگی کے خواہاں تھے، تا توحید کے پرستار اور خدائے واحد و یگانہ کے حضور سر بسجود ہونے والے لوگ قائم رہیں، کیا

آپ ﷺ نہیں جانتے تھے کہ چند سال قبل جنّات کی قوم آپ کی بیعت کر چکی ہے اور ان کی تبلیغ کا دائرہ انسانی معاشروں تک وسیع ہو چکا ہے، وہ دن رات انقلاب کے لیے کوشاں ہیں اور ان کی بدولت اسلام قائم رہے گا۔
دکھوں، آزمائشوں اور ابتلاؤں کی چکی میں پیسے جانے والے صحابہ بھی: مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ کی التجا لیے اللہ ہی کی مدد کے منتظر و متلاشی تھے۔ جنّات کی مدد و نصرت انہیں بھی نظر نہیں آرہی تھی۔

""مصطفوی انقلاب"" کیسے آیا، اِس زمانے کے صاحب عرفان کی زبانی سنیے: ""وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے، اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔ اور دُنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اُس سے کسی آنکھ نے دیکھا۔ اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ **وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنھوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔** اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس اُمی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمۡ وَبَارِكۡ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ بِعَدَدِ ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ وَحُزۡنِہٖ لِھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ وَاَنۡزِلۡ عَلَیۡہِ اَنۡوَارَ رَحۡمَتِكَ اِلَی الۡاَبَدِ۔""

(برکات الدعاء، روحانی خزائن جلد 6، صفحہ 10، 11۔ ایڈیشن 2009ء۔ اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز یو کے)

امامِ آخر الزّمان اور آپ کے خلفاء کے بیان فرمودہ حقائق و معارف

سلطان القلم کے فرمودات

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ایک پر معارف تحریر میں فرماتے ہیں: ''قرآنِ کریم میں اور بہت سی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی تربیت اور حفاظت ظاہری و باطنی کے لئے اور نیز اس کے اعمال کے لکھنے کے لئے ایسے فرشتے مقرر ہیں کہ جو دائمی طور پر انسانوں کے پاس رہتے ہیں۔ چنانچہ من جملہ اُن کے یہ آیات ہیں۔ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِيْنَ۔(الانفطار:11)يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً۔(الانعام:62)لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔(الرعد:12)۔ترجمہ ان آیات کا یہ ہے کہ تم پر حفاظت کرنے والے مقرر ہیں خدا تعالیٰ ان کو بھیجتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے چوکیدار مقرر ہیں جو اس کے بندوں کی ہر طرف سے یعنی کیا ظاہری طور پر اور کیا باطنی طور پر حفاظت کرتے ہیں۔ اس مقام میں صاحبِ معالم نے یہ حدیث لکھی ہے کہ ہر یک بندہ کے لئے ایک فرشتہ موکّل ہے جو اس کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ اور اس کی نیند اور بیداری میں شیاطین اور دوسری بلاؤں سے اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔... اور پھر مجاہد سے نقل کیا ہے کہ کوئی انسان ایسا نہیں جس کی حفاظت کے لئے دائمی طور پر ایک فرشتہ مقرر نہ ہو۔ پھر ایک اور حدیث عثمان بن عفّان سے لکھی ہے جس کا ماحصل یہ

ہے کہ بیس20 فرشتے مختلف خدمات کے بجالانے کے لئے انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور دن کو ابلیس اور رات کو ابلیس کے بچے ضرر رسانی کی غرض سے ہر دم گھات میں لگے رہتے ہیں اور پھر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث مندرجہ ذیل لکھی ہے: "حَدَّثَنَا اسود بْنُ عامر حَدَّثَنَا سفیانُ حَدَّثَنِي مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِينُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالُوا وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ وَإِيَّايَ وَلَكِن اللهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ۔ انفرد باخراجہ مسلم صفحہ 244۔ یعنی بتوسط اسود وغیرہ عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کوئی تم میں سے ایسا نہیں جس کے ساتھ **ایک قرین جنّ کی نوع میں سے اور ایک قرین فرشتوں میں سے موکّل نہ ہو**۔ صحابی نے عرض کیا آپ بھی یارسول اللہ صلعم فرمایا کہ ہاں میں بھی۔ پر خدا نے میرے جنّ کو میرا تابع کر دیا ہے۔ سو وہ بجز خیر اور نیکی کے اور کچھ بھی مجھے نہیں کہتا۔ اس کے اخراج میں مسلم منفرد ہے اس حدیث سے صاف اور کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جیسے ایک داعی شر انسان کے لئے مقرر ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے ایسا ہی ایک داعی خیر بھی ہر یک بشر کے لئے موکّل ہے جو کبھی اس سے جدا نہیں ہوتا اور ہمیشہ اس کا قرین اور رفیق ہے اگر خدا تعالیٰ فقط ایک داعی الی الشّر ہی انسان کے لئے مقرر کرتا اور داعی الی الخیر مقرر نہ کرتا تو خدا تعالیٰ کے عدل اور رحم پر دھبہ لگتا کہ اُس نے شر انگیزی اور وسوسہ اندازی کی غرض سے ایسے ضعیف اور کمزور انسان کو فتنہ میں ڈالنے کے لئے کہ جو پہلے ہی نفس امّارہ ساتھ رکھتا ہے شیطان کو ہمیشہ

کا قرین اور رفیق اُس کا ٹھہرا دیا جو اُس کے خون میں بھی سرایت کر جاتا ہے اور دل میں داخل ہو کر ظلمت کی نجاست اس میں چھوڑ دیتا ہے مگر نیکی کی طرف بلانے والا کوئی ایسا رفیق مقرر نہ کیا تا وہ بھی دل میں داخل ہوتا اور خون میں سرایت کرتا اور تا میزان کے دونوں پلّے برابر رہتے۔ مگر اب جبکہ قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ جیسے بدی کی دعوت کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمیشہ کا قرین شیطان مقرر کر رکھا ہے۔ ایسا ہی دوسری طرف نیکی کی دعوت کے لئے رُوح القدس کو اس رحیم و کریم نے دائمی قرین انسان کا مقرر کر دیا ہے... پھر جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ایک بندھا ہوا قانون قدیم سے ہمارے افاضہ کے لئے چلا آتا ہے کہ ہم کسی دوسرے کے توسّط سے ہر یک فیض خدا تعالیٰ کا پاتے ہیں ہاں اس فیض کے قبول کرنے کے لئے اپنے اندر قویٰ بھی رکھتے ہیں جیسے ہماری آنکھ روشنی کے قبول کرنے کے لئے ایک قسم کی روشنی اپنے اندر رکھتی ہے اور ہمارے کان بھی اُن اصوات کے قبول کرنے کے لئے جو ہوا پہنچاتی ہے ایک قسم کی حِس اپنے اعصاب میں موجود رکھتے ہیں لیکن یہ تو نہیں کہ ہمارے قویٰ ایسے مستقل اور کامل طور پر اپنی بناوٹ رکھتے ہیں کہ ان کو خارجی معینات اور معاونات کی کچھ بھی ضرورت اور حاجت نہیں ہم کبھی نہیں دیکھتے کہ کوئی ہماری جسمانی قوت صرف اپنے ملکہ موجودہ سے کام چلا سکے اور خارجی مدد و معاون کی محتاج نہ ہو۔ مثلاً اگرچہ ہماری آنکھیں کیسی ہی تیز بین ہوں مگر پھر بھی ہم آفتاب کی روشنی کے محتاج ہیں اور ہمارے کان کیسے ہی شنوا ہوں مگر پھر بھی ہم اس ہوا کے حاجت مند ہیں جو آواز کو اپنے اندر لپیٹ کر ہمارے کانوں تک پہنچا دیتی ہے

اس سے ثابت ہے کہ صرف **ہمارے قویٰ ہماری انسانیت کی کَل چلانے کے لئے کافی نہیں ہیں**۔ ضرور ہمیں خارجی مُمدّوں اور معاونوں کی حاجت ہے مگر قانون قدرت ہمیں بتلا رہا ہے کہ وہ خارجی **ممد** و معاون اگرچہ بلحاظ علّت العلل ہونے کے خدائے تعالیٰ ہی ہے مگر اُس کا یہ انتظام ہرگز نہیں ہے کہ وہ بلا توسّط ہمارے قویٰ اور اجسام پر اثر ڈالتا ہے بلکہ جہاں تک ہم نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں اور جس قدر ہم اپنے فکر اور ذہن اور سوچ سے کام لیتے ہیں صریح اور صاف اور بدیہی طور پر ہمیں نظر آتا ہے کہ ہر یک فیضان کے لئے ہم میں اور ہمارے خداوند کریم میں **علل متوسّطہ** ہیں جن کے توسّط سے ہر یک قوت اپنی حاجت کے موافق فیضان پاتی ہے **پس اسی دلیل سے ملائک اور جِنّات کا وجود بھی ثابت ہوتا ہے**۔ کیونکہ ہم نے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ خیر اور شرّ کے اکتساب میں صرف ہمارے ہی قویٰ کافی نہیں بلکہ خارجی مُمدّات اور معاونات کی ضرورت ہے جو خارق عادت اثر رکھتے ہوں مگر وہ مُمدّ اور معاون خدا تعالیٰ براہ راست اور بلا توسّط نہیں بلکہ بتوسط بعض اسباب ہے سو قانون قدرت کے ملاحظہ نے قطعی اور یقینی طور پر ہم پر کھول دیا ہے کہ وہ مُمدّات اور معاونات خارج میں موجود ہیں گو ان کی کنہ اور کیفیت ہم کو معلوم ہو یا نہ مگر یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ نہ براہ راست خدا تعالیٰ ہے اور نہ ہماری ہی قوتیں اور ہمارے ہی ملکے ہیں بلکہ وہ ان دونوں قِسموں سے الگ ایسی مخلوق چیزیں ہیں جو ایک مستقل وجود اپنا رکھتی ہیں اور جب ہم ان میں سے کسی کا نام **داعی الی الخیر رکھیں گے تو اُسی کو ہم روح القدس یا جبرائیل کہیں گے اور جب ہم ان میں سے کسی کا نام داعی الی الشر رکھیں گے تو اُسی کو ہم شیطان اور ابلیس** کے

نام سے بھی موسوم کریں گے۔ یہ تو ضرور نہیں کہ ہم روح القدس یا شیطان ہر یک تاریک دل کو دکھلاویں اگرچہ عارف ان کو دیکھ بھی لیتے ہیں اور کشفی مشاہدات سے وہ دونوں نظر بھی آجاتی ہیں مگر محجوب کے لئے جو ابھی نہ شیطان کو دیکھ سکتا ہے نہ روح القدس کو یہ ثبوت کافی ہے کیونکہ متاثر کے وجود سے موثر کا وجود ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ قاعدہ صحیح نہیں ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے وجود کا بھی کیونکر پتہ لگ سکتا ہے کیا کوئی دکھلا سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کہاں ہے صرف متأثرات کی طرف دیکھ کر جو اس کی قدرت کے نمونے ہیں اس موثر حقیقی کی ضرورت تسلیم کی گئی ہے۔ ہاں عارف اپنے انتہائی مقام پر روحانی آنکھوں سے اس کو دیکھتے ہیں اور اس کی باتوں کو بھی سنتے ہیں مگر محجوب کے لئے بجز اس کے اور استدلال کا طریق کیا ہے کہ متاثرات کو دیکھ کر اس موثر حقیقی کے وجود پر ایمان لاوے سو اسی طریق سے روح القدس اور شیاطین کا وجود ثابت ہوتا ہے اور نہ صرف ثابت ہوتا ہے بلکہ نہایت صفائی سے نظر آجاتا ہے افسوس ان لوگوں کی حالت پر جو فلسفہ باطلہ کی ظلمت سے متاثر ہو کر **ملایک اور شیاطین کے وجود کا انکار کر بیٹھے ہیں** اور بینات اور نصوص صریحہ قرآن کریم سے انکار کر دیا اور نادانی سے بھرے ہوئے الحاد کے گڑھے میں گر پڑے۔ اور اس جگہ واضح رہے کہ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے **جن کے اثبات کے لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے استنباط حقائق میں اس عاجز کو متفرد کیا ہے**۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔"

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5۔ صفحہ 78 تا 82، 84 تا 89۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام "پولوس" کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "میں نے تحقیق کر لیا ہے کہ ان کے معجزات کی حقیقت سلب امراض سے کچھ بھی بڑھی ہوئی نہ تھی۔ جس میں آجکل یورپ کے مسمریزم کرنے والے اور ہندو اور دوسرے لوگ بھی مشّاق ہوتے ہیں اور خیالات ایسے بیہودہ اور سطحی تھے کہ صرع کے مریض کو کہتا تھا کہ اس میں جِنّ گُھسا ہوا ہے؛ حالانکہ اگر صرع کے مریض کو کونین، کچلہ، فولاد دیں اور اندر دماغ میں رسولی نہ ہو تو وہ اچھا ہو جاتا ہے۔ بھلا جِنّ کو مرگی سے کیا تعلق۔ چونکہ یہودیوں کے خیالات ایسے ہو گئے تھے۔ ان کی تقلید پر اِس نے بھی ایسا ہی کہہ دیا۔ اور یا یہ کہ جیسے آجکل جادو ٹونے کرنے والے کرتے ہیں کہ بعض ادویات کی سیاہی سے تعویذ لکھ کر علاج کرتے ہیں اور بیماری کو جِنّ بتاتے ہیں۔ ویسے ہی اُس نے کہہ دیا ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ مسیح کے معجزات کو مسلمانوں نے بھی غور سے نہیں دیکھا اور عیسائیوں کی دیکھا دیکھی اور ان سے سُن سُن کر ان کے معنی غلط کر لئے ہیں۔ مثلاً اَکْمَہ کا لفظ ہے جس کے معنی شب کور کے ہیں، اور اب معنی یہ کر لیے جاتے ہیں کہ مادر زاد اندھوں کو شفا دیا کرتے تھے حالانکہ یہ اَکْمَہ وہ مرض ہے جس کا علاج بکرے کی کلیجی کھانا بھی ہے اور اس سے یہ اچھے ہو جاتے ہیں۔ "۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ 470، 471۔ ایڈیشن 2018ء اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز یوکے)

پھر ایک اور موقعہ پر فرمایا: "یہ مسلمان دَآبَّۃُ الْاَرْضِ ہیں اور اس لیے اس کے مخالف ہیں جو آسمان سے آتا ہے۔ جو زمینی بات کرتا ہے وہ دَآبَّۃُ الْاَرْضِ ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایسا ہی فرمایا تھا رُوحانی اُمور کو وہی دریافت کرتے ہیں جن میں مناسبت ہو۔ چونکہ ان میں

مناسبت نہ تھی اس لیے انہوں نے عصائے دین کو کھالیا۔ جیسے سلیمانؑ کے عصا کو کھالیا تھا۔ اور اس سے آگے قرآن شریف میں لکھا ہے کہ جب جِنّوں کو یہ پتہ لگا تو انہوں نے سرکشی اختیار کی ہے۔ اسی طرح پر جب عیسائی قوم نے اسلام کی یہ حالت دیکھی۔ یعنی اس دَآبَّۃُ الۡاَرۡضِ نے عصائے راستی کو کمزور کر دیا تو ان قوموں کو اس پر وار کرنے کا موقعہ دے دیا، جِن ّ وہ ہیں جو چھپ کر وار کرے اور پیار کے رنگ میں دشمنی کرتے ہیں وہی پیار جو حوّا سے آکر نحّاش نے کیا تھا اس پیار کا انجام وہی ہونا چاہیے جو ابتدا میں ہوا۔ آدم پر اُسی سے مصیبت آئی۔ اُس وقت گویا وہ خدا سے بڑھ کر خیر خواہ ہو گیا۔ اسی طرح پر یہ بھی وہی حیات ابدی پیش کرتے ہیں، جو شیطان نے کی تھی، اس لیے قرآن شریف نے اوّل اور آخر کو اسی پر ختم کیا۔ اس میں یہ سِرّ تھا تا بتایا جاوے کہ ایک آدم آخر میں بھی آنے والا ہے قرآن شریف کے اوّل یعنی سورۃ فاتحہ کو وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ پر ختم کیا۔ یہ امر تمام مفسر بالاتفاق مانتے ہیں کہ ضالّین سے عیسائی مراد ہیں اور آخر جس پر ختم ہوا وہ یہ ہے قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ مَلِکِ النَّاسِ۔ اِلٰہِ النَّاسِ۔ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ۔ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ۔ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ۔ (الناس:2تا7)

سورۃ الناس سے پہلے قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ میں خدا تعالیٰ کی توحید بیان فرمائی اور اس طرح پر گویا تثلیث کی تردید کی اس کے بعد سورۃ النّاس کا بیان کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ عیسائیوں کی

طرف اشارہ ہے۔ پس آخری وصیت یہ کی کہ شیطان سے بچتے رہو، یہ شیطان وہی نحّاش جس کو اس سورۃ میں خنّاس کہا ہے جس سے بچنے کی ہدایت کی، اور یہ جو فرمایا کہ ربّ کی پناہ میں آؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ جسمانی امور نہیں ہیں۔ بلکہ روحانی ہیں۔ خدا کی معرفت اور معارف اور حقائق پر پکّے ہو جاؤ تو اس سے بچ جاؤ گے۔ اس آخری زمانہ میں شیطان اور آدم کی آخری جنگ کا خاص ذکر ہے شیطان کی لڑائی خدا اور اس کے فرشتوں سے آدم کے ساتھ ہو کر ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ اس کے ہلاک کرنے کا پورے سامان کے ساتھ اترے گا اور خدا کا مسیح اس کا مقابلہ کرے گا۔ یہ لفظ مشیح ہے جس کے معنی خلیفہ کے ہیں عربی اور عبرانی میں، حدیثوں میں مسیح لکھا ہے، اور قرآن شریف میں خلیفہ لکھا ہے۔ غرض اس کے لیے مقدر تھا کہ اس آخری جنگ میں خاتم الخلفاء جو چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو کامیاب ہو۔" ۔(ملفوظات جلد دوم صفحہ 525،526۔ ایڈیشن 2018ء۔ اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز یوکے)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جِنّات کے وجود اور ان کی معرفت اشیا منگوانے اور کھانے کا سوال ہوا اس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ "اس پر ہمارا ایمان ہے۔ مگر عرفان نہیں نیز جِنّات کی ہمیں اپنی عبادت، معاشرت، تمدن اور سیاست وغیرہ امور میں ضرورت ہی کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عمدہ فرمایا ہے۔ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ۔ انسانی عمر بہت تھوڑی ہے سفر بڑا اکڑا اور لمبا ہے اس واسطے زاد راہ لینے کی تیاری کرنی چاہیے ان بیہودہ محض اور لغو کاموں میں پڑے

رہنا مومن کی شان سے بعید ہے خدا کے ساتھ ہی صلح کرو اور اسی پر بھروسہ کرو اس سے بڑھ کر کوئی قادر نہیں۔ طاقت ور نہیں۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 403۔ ایڈیشن 2018ء۔ اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز یو کے)

حضرت نور الدینِ اعظم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

کے فرمودات

حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ :" وَ الۡجَآنَّ خَلَقۡنٰہُ مِنۡ قَبۡلُ مِنۡ نَّارِ السَّمُوۡمِ ۔ (الحجر:28) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:" یہ سچی فلاسفی الٰہی کلام کی ہے۔ تمام وہ لوگ جن کے اچھے اعمال نہیں یا ان کے اچھے اعمال کم ہیں وہ دوزخ میں جائیں گے۔ دوزخ کی گود میں رہیں گے۔ وہی ان کی ماں ہے۔ دیکھو قرآن وَ اَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ۙ فَاُمُّہٗ ہَاوِیَۃٌ وَمَآ اَدۡرٰکَ مَا ہِیَہۡ نَارٌ حَامِیَۃٌ (اَلۡقَارِعَۃِ:9تا12)

بھلا جن کی ماں دوزخ کی گرم آگ ہوئی وہ لُوؤں کی آگ سے نہ بنے ہوں تو پھر کس سے بنیں۔ سُنو! سارے شریر شیطان یا شیطان کے فرزند ہیں۔ یوحنا 8 باب 44۔ متی 13 باب 39۔ متی 16 باب 23۔ جس طرح شریر شیطان کا فرزند ہے۔ اور عیسائی مسیحؑ کا فرزند۔ اُسی طرح دوزخ کی آگ شریر کی ماں ہے، اور وہ لُوؤں کی آگ سے بنا ہے۔ بھلا صاحب جب عام شریروں کی ماں ہاویہ دوزخ ٹھہری تو ان اشرار کا شرارتی آپ شیطان دشمنِ آدم لُوؤں سے کیونکر نہ بنا ہو گا۔ ضرور وہ ہمارا دشمن نارِ السّموم سے بنا۔ وہ تو پہلے ہی سموم نار سے بنا تھا۔ اور یہی سچی فلاسفی ہے جس کے خلاف ہر کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

السَّمُوۡم: تیز لُو کو سموم کہتے ہیں۔ اس کے اندر جو صفت ہے وہ ناری ہے۔

جا نّ: میں شامل ہیں وہ تمام جاندار جن میں ناری مادہ ہو۔ باریک سانپ کو بھی جانّ کہتے ہیں۔ طاعون کے کیڑے کو بھی دخن الجن فرمایا ہے۔ مِرگی کے کیڑے کو بھی جِنّ فرمایا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے غضب کو بھی آگ فرمایا ہے۔ اسی واسطے اس کے اطفاء کے لئے کھڑے کو بیٹھنے پھر لیٹنے اور پانی پینے اور تعوّذ کا حکم ہے۔ سیاہ کتّے میں شدید زہر ہوتا ہے اُسے ایک جگہ شیطان فرمایا۔ اسی طرح جن لوگوں کا شیطان سے تعلّق ہوتا ہے ان میں بھی خاص تیزیاں ہوتی ہیں۔"

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 458،459۔ ایڈیشن 2005۔ نظارت نشرواشاعت قادیان)

"عیسوی انیسویں صدی یا تیرھویں صدی ہجری نے ہر قوم و مذہب پر اعتراض تو پیدا کئے۔ مگر بجائے جواب دینے کے شبہات میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ بعض لوگ یا علی العموم عملاً مذہب سے دستبردار ہو گئے۔ بعض مذہب کو ہنسی میں بھی اڑانے لگے۔ دوسرے اعتراضوں کے ساتھ لفظ جِنّ پر بھی اعتراض ہیں۔ بعض نے لفظ جِنّ کی ایسی توجیہ کی جس کا ثبوت عربی زبان یا حضراتِ صحابہؓ سے نہیں دیا گیا۔ بعض نے کہا کہ مخاطب لوگ چونکہ جنّ کو ایک مخلوق مانتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے مسلّمات کے لحاظ سے اس لفظ کو استعمال کیا۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ قرآن مجید میں جو کچھ بیان ہوتا ہے بلحاظ واقعات حقّہ کے ہوتا ہے۔

جنّ کے معنی جو چیز عام نظروں میں نہ آوے مثلاً آجکل طاعون کا کیڑا جو عام نظروں میں تو نہیں آسکتا مگر اللہ تعالیٰ نے منکروں کے لئے حجّت قائم کرنے کو اس کیڑے کو پیدا کر دیا۔

اور وہ دیکھے گئے۔ غرض شریر، گندہ، مشرک بڑے کافر کو بھی جنّ کہا ہے۔ اس سے بدتر وہ ارواحِ خبیثہ ہیں جن سے بدی کے تحریک ہوتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کے وقت شریر بڑے سردار اور کچھ پہاڑی لوگ بھی تھے ان کو جنّ کہا گیا ہے۔

الْجِنِّ والْاِنْسِ والطَّيْرِ: امیر لوگ، غریب لوگ فاتح قوموں کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ پرندے ان کے ساتھ اڑتے ہیں تاکہ دشمن کی لاشیں کھائیں۔"

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 284 تا 285۔ ایڈیشن 2005۔ نظارت نشر و اشاعت قادیان)

پھر آیت: "قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ۔ (سبا :42) کی تفسیر میں آپؑ نے فرمایا: "يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ یہاں جن کو جِنّ فرمایا۔ ان کو اِس سے پہلے رکوع میں الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا (سبا:34) فرمایا۔ اُس سے پہلے اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا (احزاب:69) فرمایا۔

جِنّ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے، اور اس کی پیدائش نار السّموم سے ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۔

پس اللہ تعالیٰ کی کسی ایسی مخلوق کا جسے ہم نہ دیکھ سکتے ہوں محض اس بنا پر انکار کرنا کہ وہ اگر ہے تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتی دانشمندی سے بعید ہے۔ خود جِنّ کے لفظ میں یہ اشارہ موجود ہے کہ وہ ایک انسانی نظروں سے پوشیدہ مخلوق ہے اس مادہ سے جس قدر الفاظ نکلے

ہیں ان میں یہی معنے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً جنّت، جنّہ جو انسان کو چھپا کر تلوار کے حملے سے محفوظ رکھتی ہے۔ جنین وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں پوشیدہ ہو۔ جنون عقل کو چھپانے والا مرض۔ جِنّ کا اطلاق حدیث میں سانپ، کالے کتے، مکھی، چیونٹی، وبائی جرمز، بجلی، کبوتر باز، زقوم، بائیں ہاتھ سے کھانے والا، بال پراگندہ رکھنے والا، غراب، ناک یا کان کٹا شریر، سردار وغیرہ پر بولا گیا ہے۔ جِنّ لغت میں بڑے آدمیوں پر بھی بولا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے جنّ الناس معظمھم۔ شاید بڑے پیسے والے ساہوکاروں کو بھی اسی لئے مہاجن کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ غریب لوگوں کے مقابل ایک گروہ پر بولا گیا ہے۔ پہلے فرمایا: وَ قَالَ الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡا بَلۡ مَکۡرُ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ اِذۡ تَاۡمُرُوۡنَنَاۤ اَنۡ نَّکۡفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجۡعَلَ لَهٗۤ اَنۡدَادًا۔ (آیت:34) اس سے آگے فرمایا: بَلۡ کَانُوۡا یَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ ۚ اَکۡثَرُهُمۡ بِهِمۡ مُّؤۡمِنُوۡنَ۔ (سبا آیت:42)۔"

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 438، 439۔ ایڈیشن 2005ء نظارت نشر و اشاعت قادیان)

پھر آپؓ نے سورت الجن آیت 2 قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا کی تفسیر میں فرمایا: "اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ: جِنّ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے، جیسے ملائک وغیرہ اور اس کی مخلوق ہیں۔ مَیں ہر گز ہر گز اس بات کا قائل نہیں کہ جِنّ اور ملائکہ کوئی چیز نہیں ہیں۔ مَیں دونوں کا قائل ہوں۔ لیکن ہر جگہ جِنّ کے لفظ کے وہی ایک معنی نہیں۔ اور جو خیال کیا جاتا ہے کہ بعض عورتوں بچوں کو جن چمٹ جاتے ہیں مَیں اس کا قائل نہیں ہوں۔ لغت کی رُو سے جِنّ ان باریک اور چھوٹے چھوٹے موذی حیوانات

کو بھی کہتے ہیں جو غیر مرئی ہیں اور صرف خورد بینوں سے دکھائی دے سکتے ہیں۔ طاعون کے باریک باریک کیڑے بھی جِنّ کے نام سے موسوم ہیں۔ اسی لئے حدیث شریف میں طاعون کو وَخْزُ اَعْدَاۤئِکُمْ مِنَ الْجِنِّ فرمایا ہے۔... وخزُ کے معنی نیش زنی اور طعن کے ہیں۔ جِنّ لغت میں بڑے آدمیوں کو بھی کہتے ہیں۔... کبوتر کے پیچھے دوڑنے والے انسان کو بھی جِنّ کہا ہے۔

سورۃ الحجر میں انسان اور ''جانّ'' دونوں کی پیدائش کا ذکر ایک ساتھ ایک ہی آیت میں یکے بعد دیگرے آیا ہے۔ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔ وَ الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۔ (الحجر: 27تا28) آدم سے پہلے جانّ اور اس کی ذریّت تھی۔ اس سے کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا۔ اور اب بھی جِنّات غیر مرئی طور پر موجود ہیں۔

کارخانۂ قدرت کا انتظام اور انحصار محسوسات اور مرئیات تک ہی محدود نہیں ہے۔ اس لئے غیر محسوس اور غیر مشہود و غیر مرئی عالم کا انکار محض حماقت اور نادانی ہے۔ اس لئے کہ جوں جوں سائنس ترقی کرتی جاتی ہے بہت سی باتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جو اس سے پہلے ماننی مشکل تھیں۔ دُور بین اور خورد بین کی ایجاد نے بتا دیا ہے اس کرّہ ہوا میں کس قدر جانور پھر رہے ہیں۔ ایسے ہی پانی کے ایک قطرے میں لاانتہاء جانور پائے جاتے ہیں۔ حیواناتِ منوّیہ۔ ایک قطرہ منی میں دیکھے جاتے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خداتعالیٰ کی مخلوق اور انواعِ مخلوق کی حدبندی محض ناممکن ہے۔ اور صرف اپنے محدود علم

کی بناء پر انکار محض نادانی ہے۔ اس لئے اوّلاً جنّات کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم کسی ایسی مخلوق کا جو انسانی نوع سے نرالی ہو، انکار کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ اور ہم یہ کہنے کی وجوہات رکھتے ہیں کہ جِنّ خدا تعالیٰ کی ایسی قسم کی مخلوق ہے جس کو انسان کی ظاہری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اس لئے کہ ان کی مادی ترکیب نہایت ہی لطیف اور ان کی بناوٹ غایت درجہ کی شفاف ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان ان ظاہری آنکھوں سے انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ان کے دیکھنے کے لئے ایک دوسری حس یعنی روحانی آنکھ کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ اور مومنین صادقین ملائکہ وغیرہ غیر مرئی مخلوق کو بھی دیکھ لیتے ہیں۔ نہ صرف دیکھ لیتے ہیں بلکہ ان سے باتیں بھی کر لیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کسی ایسی مخلوق کو جس کو ہم دیکھ نہیں سکتے انکار کرنا دانشمندی نہیں۔ ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ خدا کی ایسی مخلوق دنیا میں موجود ہے جو انسانی نظروں سے پوشیدہ ہے اور اسی وجہ سے اُسے جِنّ کہتے ہیں۔ کیونکہ عربی میں جِنّ اُسے کہتے ہیں جس میں اخفاء اور نہاں ہونا پایا جاتا ہے۔ جنّت: انسانی نظر سے پوشیدہ ہے۔ جُنَّةٌ (ڈھال) جو انسان کو چھپا کر تلوار کے حملہ سے محفوظ رکھتی ہے۔ جنین: وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہے، پوشیدہ ہے۔ جنون: عقل چھپانے والا مرض۔ جن: انسانی نظر سے چھپی ہوئی مخلوق۔ پس جِن وہی مخلوق ہے جو عام انسانی نظر سے پوشیدہ ہو۔ خواہ وہ کسی قسم کی مخلوق ہو۔ غرض جنّ ایک مخلوق ہے۔

ایک اَور بات بھی یہاں بیان کر دینے کے قابل ہے کہ احادیث مین جِن ؔ کا لفظ سانپ، کالے کتّے، مکھی، بھوری چیونٹی، وبائی جرمز، بجلی، کبوتر، باز، زقوم، بائیں ہاتھ سے کھانے والا، بال پراگندہ رکھنے والا، غراب، ناک یاکان کٹا شریر، سردار وغیرہ پر بھی بولا گیاہے۔
ان توجیہات پر غور کرنے سے ان مفاسد اور مضارّ کی حقیقت بھی معلوم ہو جاتی ہے جو جِنّوں سے منسوب کی جاتی ہے۔
اب اِس بیان کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ قرآن کریم میں یہاں جو ذکر کیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ نصیبین ایک بڑا آباد شہر تھا۔ اور وہاں کے یہود جِن ؔ کہلاتے تھے۔ اور سوقِ عکّاظ (ایک تجارتی منڈی کا نام ہے) میں آیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکّہ سے نااُمید ہو کر طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے شریروں نے آپ کو دُکھ دیا۔ آپؐ عکّاظ کو آرہے تھے، راستہ میں بمقام نخلہ یہ لوگ آپؐ سے ملے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ قرآن مجید سن کر رقیق القلب ہو گئے۔ سب کے سب ایمان لے آئے اور جاکر اپنی قوم کو بھی ہدایت کی۔"

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 220 تا222۔ ایڈیشن 2005۔ نظارت نشرواشاعت قادیان)

جنّات کی حقیقت از حضرت مصلح موعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

"وہ علومِ ظاہری اور باطنی سے پُر کیاجائے گا"۔ مسیح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِس پیشگوئی کے مصداق حضرت مرزابشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مختلف تصانیف، خطبات اور خطابات میں جنّوں کے مسئلے کو مختلف پیرایوں میں بڑی تفصیل سے بیان فرمایاہے اور قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ میں بیان تعلیمات کی روشنی میں اس قسم کے جنّوں کے وجود کا کلیۃً ردّ فرمایاجو عوام کے ذہنوں میں موجود ہے کہ وہ لوگوں کے سروں پر چڑھ جاتے ہیں یا بعض لوگوں کے قبضے میں آجاتے ہیں جو پھر ان جنّوں سے اپنی حسب منشاکام کرواتے ہیں۔ چنانچہ جِنّوں کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صاحب کے خط کے جواب میں لکھوایا:"میں جنّات کی ہستی کا قائل ہوں مگر اس امر کا قائل نہیں کہ وہ کسی کے سر پر چڑھتے ہیں یا میوہ لا کر دیتے ہیں۔ جیسے فرشتے کسی کے سر پر نہیں چڑھتے جِنّات بھی نہیں۔ جس طرح فرشتے انسانوں سے ملاقات کرتے ہیں اسی طرح جِنّات بھی ملاقات کرتے ہیں لیکن جس طرح ان کا وجود ان کو اجازت دیتاہے۔ رسول کریم ﷺ کی تعلیم کی نسبت میں سمجھتاہوں کہ انسان اور جِنّ سب کے لئے ہے اور آپ پر ایمان لانا جنّات کے لئے بھی ضروری ہے۔ آپ کی وحی پر عمل کرنا بھی۔ مگر میرا یہی عقیدہ اس بات کا بھی باعث ہوا ہے کہ میں یہ اعتقاد بھی رکھوں کہ وہ نہ کسی کے سر پر چڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی میوہ لا کر دے سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے والوں کا فرض تھا کہ وہ آپ کی مدد اور نصرت کریں۔ اگر جنّات میں طاقت ہوتی کہ انسان کی مدد کر سکتے یا نصرت کر سکتے تو کیوں وہ ابو جہل وغیرہ کے سر پر نہ چڑھے۔ ان کو کوئی قربانی بھی نہ کرنی پڑتی تھی۔ لوگ کہتے ہیں کہ جِنّ مٹھائی لا کر دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ پر میں ایسے جِنّوں کا قائل نہیں ہو سکتا جو زید و بکر کو تو مٹھائی لا لا کر کھلاتے ہیں۔ لیکن وہ شخص جس پر ایمان لانا ضروری اور فرض تھا اور بعض جِنّ آپ ﷺ پر ایمان بھی لائے تھے۔ تین تین دن تک فاقہ کرتا رہتا ہے اور اس کو روٹی بھی لا کر نہیں دیتے۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ان کے لئے ضروری نہ ہوتا تو شبہ ہوتا کہ وہ انسان کو ضرر پہنچا سکتے ہیں یا نہیں لیکن اب یقینی ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ باقی رہا یہ کہ عورتوں کے سر پر جِنّ چڑھتے ہیں یہ سب بیماریاں ہیں یا وہم ہیں یا سائنس کے نتائج ہوتے ہیں۔ جیسے فاسفورس رات کو چمکتی ہے یہ اکثر قبرستانوں میں دکھلائی دیتی ہے۔ کیونکہ ہڈیوں سے فاسفورس نکلتی ہے اور وہ چمکتی ہے اور عوام اس کو جنّوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔"

(اخبار الفضل قادیان دارالامان، مورخہ 2/ مئی 1921ء صفحہ 7۔ شمارہ 82 جلد 8)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ الحجر کی آیت نمبر 28 کی تشریح کرتے ہوئے جِنّات کی حقیقت، حیثیت اور ان کے بارے میں پائے جانے والے مختلف عقائد اور توہمات پر بہت تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:: "وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ"۔

(الحجر آیت 28)۔ "اور (اس سے) پہلے جِنّوں کو یقیناً ہم نے سخت گرم ہوا کی (قسم کی) آگ سے پیدا کیا تھا۔

حل لغات۔ الْجَآنَّ۔ جَنَّ یُجِنّ ، جَنّاً و جُنُوناً کے معنی ہیں سَتَرهُ وَ اَظْلَمَ عَلَیْهِ پردہ ڈال دیا اور اندھیرا کر دیا۔ جَنَّ اللَّیْلُ: اَظْلَمَ وَاخْتَلطَتْ ظُلمتُهُ۔ رات کی تاریکی چھا گئی۔ وَجَنّ الْجَنِیْنُ فی الرَّحْمِ استتر۔ جنین رحم میں پوشیدہ ہو گیا۔ وَالجانُّ اسْم فاعلٍ۔ اور جانّ اسم فاعل ہے۔ یعنی اندھیرا کر دینے والا، یا پوشیدہ ہو جانے والا۔ السّمُوْم۔ سَمَّ یُسمّ سمّاً سے اسم ہے۔ سَمَّ الطَّعَامَ کے معنی ہیں جَعَلَ فِیْه السَّمَّ کھانے میں زہر ڈال دیا... سموم گرم ہوا کو بھی کہتے ہیں۔... اور سموم اس شدت کی گرمی کو بھی کہتے ہیں جو مسامات میں گھس جانے والی ہو۔ (اقرب) محیط میں لکھا ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا ہے سموم اس شعلہ والی آگ کو کہتے ہیں جس میں دھواں نہ ہو۔ یعنی شعلہ والی آگ یا انگار والی۔ ان سارے معنوں کو مد نظر رکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ السَّموم اس چیز کو کہتے ہیں جو باریک طور پر اندر گھس جائے اور پھر اثر کرے۔ زہر کو بھی سَمّ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بھی عروق کے ذریعہ جلد انسان کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے اور فوراً انسانی زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ بعض ایسے زہر بھی ہیں جو صرف سونگھنے سے یا جسم پر ملنے سے اثر کر جاتے ہیں۔

تفسیر۔ جانّ جیسا کہ لغت سے ظاہر ہے جِنّ کا اسم جنس ہے اور اس کے معنی پردہ ڈالنے یا اندھیرا کر دینے والے کے ہیں۔ اور تاریک ہو جانے اور پوشیدہ ہونے کے بھی۔ پس وضع لغت کے لحاظ سے ہر وہ شے جو دوسری شے کو پوشیدہ کر دے، اس پر پردہ ڈال دے یا

تاریک کر دے وہ جنؔ ہے۔ یا ہر وہ شے جو خود تاریکی میں بڑھ جائے یا نظروں سے پوشیدہ ہو یا ہو جائے جِنؔ ہے۔ عام خیال کے مطابق جِنؔ ایسی مخلوق ہے جو انسانوں کو نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ خود اپنے آپ کو ظاہر کرے۔ اس قِسم کی مخلوق کے متعلق دنیا میں عام خیال پایا جاتا ہے، بعض قومیں یہ عقیدہ رکھتی ہیں کہ فرشتے ہی اچھے اور برے ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح وہ فرشتوں اور شیطانوں یا جِنّوں کو فرشتوں کی دو قسمیں قرار دیتے ہیں۔ ہندوؤں میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ گندھروا اور اپسرا دو قسم کی ارواح ہیں جو نظر نہیں آتیں۔ گندھروا خشکی کی روحیں ہیں اور اپسرا سمندری روحیں ہیں۔ دونوں کے ملنے سے نسلِ انسانی چلی۔ چنانچہ ان کے نزدیک گندھروا اور اپسرا سے مایا اور اس کی توام بہن یامی پیدا ہوئی۔ یہ پہلا انسانی جوڑا تھا۔ گندھروا کے متعلق ان کا خیال ہے کہ ان کی الگ زمین ہے اور الگ گھوڑے ہیں، اور دریائے سندھ کے اس پار رہتے تھے۔ چنانچہ ان کے نزدیک ٹیکسلا کا شہر گندھروادیسا میں ہے۔

(انسائیکلوپیڈیا، برٹینیکا جلد 10 زیر لفظ گندھروا، اور جلد دوم زیر لفظ اپسرا)

زردشتیوں میں بھی یہ خیال پایا جاتا ہے مگر کسی قدر اختلاف کے ساتھ۔ ان کے نزدیک خدا دو ہیں، ایک نیکی کا خدا اور اس کا نام اہرمزد ہے۔ اور ایک بدی کا خدا، اور اس کا نام اہرمن ہے۔ نیکی کے خدا کا بھی ایک لشکر ہے جن کو فرشتے کہنا چاہیئے۔ اسی طرح اہرمن کا بھی ایک لشکر ہے، جسے ہماری اصطلاح میں شیطانوں کی جماعت کہنا چاہیئے۔

یونانیوں میں بھی بعض اچھی اور بُری ارواح کا خیال پایا جاتا ہے۔ چنانچہ فیثاغورث اور

افلاطون کے تابعین میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ انسانوں کے علاوہ بعض نہ نظر آنے والی ارواح ہیں جن میں کچھ بد اور کچھ نیک ہیں۔(انسائیکلوپیڈیا ببلیکا جلد اوّل زیر لفظ ڈیمن)

یہود میں فرشتوں اور شیطانوں کی صورت میں نہ نظر آنے والی ہستیوں کے وجود کا اقرار پایا جاتا ہے۔ چنانچہ صحف موسیٰ میں فرشتوں کا ذکر بھی موجود ہے اور شیطانوں کا بھی اور گندی ارواح کا بھی۔ چنانچہ فرشتوں کا ذکر حضرت یعقوب کی خواب میں ہے:"اور خواب دیکھا اور کیا دیکھتا ہے کہ ایک سیڑھی زمین پر دھری ہے اور اُس کا سر آسمان کو پہنچا ہے، اور دیکھو خدا کے فرشتے اس پر چڑھتے اُترتے ہیں۔"(پیدائش باب28 آیت12)

شیطان کا ذکر حضرت آدم کے قصّہ میں آتا ہے۔ جب شیطان نے حضرت حوّا کو ورغلا کر ممنوع درخت کا پھل کھلایا۔ اس جگہ اس کا نام سانپ رکھا ہے لیکن مراد شیطان ہی ہے۔ اور سانپ سے جِنّ یا بد روحوں کو مراد لینا قدیم محاورہ ہے۔ عربی زبان میں بھی سانپ کا ایک نام جانّ ہے۔ اور ہندوؤں یونانیوں وغیرہ میں بھی یہ خیال پایا جاتا ہے کہ بعض سانپ جِنّات کی قِسم ہیں۔

بد ارواح کا ذکر استثناء باب 32 آیت 17 میں یوں آتا ہے "انہوں نے شیطانوں کے لئے قربانیاں گزرانیں، نہ خدا کے لئے بلکہ ایسے معبودوں کے لئے جن کو آگے وے نہ پہنچاتے تھے، جو نئے تھے اور حال میں معلوم ہوئے، اور ان سے تیرے باپ دادے نہ ڈرتے تھے۔"ان شیطانوں سے مراد بد ارواح ہیں کیونکہ لکھا ہے کہ بنی اسرائیل انہیں پہلے نہ جانتے تھے۔ ورنہ شیطانوں کو تو وہ جانتے تھے۔ بائبل کے علاوہ یہود کے لٹریچر میں جِنّات

پر خاص زور ہے۔ شر کی ربّی الیعذر نے لکھا ہے کہ جِنّ شمالی علاقوں میں رہتے ہیں، اور میگاتی میں لکھا ہے کہ وہ فرشتوں کی طرح اُڑتے ہیں، شبات طالمود میں لکھا ہے۔ انسان ان سے تعلق رکھ سکتے ہیں اور وہ آسمان کی خبریں سن لیتے ہیں۔(جیوئش انسائیکلوپیڈیا زیر لفظ ڈیمن)

مسیحیوں میں بد ارواح کا ذکر خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اناجیل میں بدروحوں کے نکالنے کو یسوع کا خاص کام بتایا گیا ہے بلکہ ان کے بعد اُن کے حواری بھی بدروحوں کو نکالتے رہے۔ اناجیل کے بیان کے مطابق تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں جِنّات دیوانے ہو رہے تھے ہر شہر اور ہر قصبہ میں لوگوں پر آکر قبضہ کر لیتے تھے اور بعض دفعہ تو سینکڑوں آدمیوں پر یکدم قبضہ کر لیتے تھے۔(دیکھو متی باب 8 آیت 6و28۔ مرقس باب 1 آیت 32و34)

مسلمانوں کا عام عقیدہ یہ ہے کہ نظر نہ آنے والی ارواح تین قِسم کی ہیں (1) فرشتے جو سب نیک ہیں بعض کے خیال میں ان میں سے بعض بدّ بھی ہو جاتے ہیں جیسے کہ شیطان کہ وہ پہلے فرشتہ تھا یا ہاروت ماروت۔(2) شیطان کہ وہ سب بُرے ہوتے ہیں۔(3) جنّ کہ وہ نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی۔ جو جِنّ بد ہوتے ہیں وہ لوگوں پر قبضہ کر لیتے ہیں اور بعض تدابیر سے جِنّوں پر قبضہ بھی کیا جا سکتا ہے اور ان سے کام بھی لیا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں جہاں تک الفاظ کا تعلق ہے فرشتوں شیطانوں اور جِنّوں تینوں کا ذکر موجود ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جِنّ نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی۔ جیسا کہ سورۃ جِنّ میں آتا ہے مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ (الجن:12)

یعنی جِنّوں نے ایک دوسرے سے کہا ہم میں سے نیک بھی ہیں اور بُرے بھی۔ اور یہ بھی

معلوم ہوتا ہے کہ جنّ انسانوں کے تابع بھی ہو جاتے ہیں اور ان کے کام کرتے ہیں جیسا کہ حضرت سلیمانؑ کے بارے میں آتا ہے

وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ(سباء:13)یعنی جِنّوں میں سے بھی کچھ افراد حضرت سلیمانؑ کے حکم کے ماتحت اور اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ان کے کام کیا کرتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جِنّ حضرت موسیٰؑ پر بھی ایمان لائے تھے اور رسول کریم ﷺ پر بھی ایمان لائے۔(سورۃ الجِنّ ع1)

احادیث میں بھی جِنّوں کا ذکر ہے۔ لکھا ہے کہ جِنّوں کا ایک قافلہ رسول کریم ﷺ سے ملنے کے لئے آیا۔(مسلم جز اوّل باب الجہر بالقرأۃ فی الصبح)اور یہ بھی آتا ہے کہ ہڈی گوبر وغیرہ جِنّوں کی غذا ہیں اس لئے ان سے استنجا نہیں کرنا چاہیئے۔

(ترمذی جلد اوّل ابواب الطہارت، ابو داؤد کتاب الطہارت)۔

علامہ سندھی مصنّف مجمع البحار لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کا یہ مذہب تھا کہ نیک جنّات صرف عذاب سے نجات پائیں گے جَنّت میں نہیں جائیں گے۔ لیکن امام مالکؒ اور امام بخاریؒ کا یہ مذہب تھا کہ وہ جَنّت میں بھی جائیں گے اور انہیں ثواب ملے گا۔ مجمع البحار میں ہی ابن عربی کا قول نقل کیا ہے کہ سب مسلمانوں کا یہ مسلّمہ مسئلہ ہے کہ جِنّ کھاتے پیتے اور نکاح کرتے ہیں۔(جلد اوّل زیر لفظ جِنّ)

میرے نزدیک جِنّ کا لفظ قرآن کریم اور احادیث میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور یہ مختلف استعمال جِنّ کے مختلف معنوں پر مبنی ہیں، یعنی ”مخفی ہونے والا“ یا ”مخفی کرنے

والا‘‘۔ ان معنوں کی رُو سے مختلف اشیاء یا ارواح یا انسان جو عام طور پر نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ یا وہ اشیاء یا ارواح یا انسان جو دوسری اشیاء پر پردہ ڈالتے ہیں جِنّ کہلاتے ہیں۔ اور چونکہ یہ فعل مختلف وجودوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے مختلف چیزوں یا ہستیوں کا نام اسلامی اصطلاح میں جِنّ رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم میں جِنّات کا ذکر مندرجہ ذیل مقامات پر آتا ہے

(1) سورۃ حجر کی زیر تفسیر آیت کہ اس میں جِنّات کی پیدائش کا ذکر ہے کہ وہ نارِ سَمُوْم سے پیدا ہوئے۔

(2) سورۃ رحمٰن آیت 16 میں فرماتا ہے: وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ

جِنّوں کو ہم نے ایک لپٹیں مارنے والے آگ کے شعلہ سے پیدا کیا ہے۔

(3) ابلیس کی نسبت آتا ہے کہ اُس نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ: خَلَقْتَنِی مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ (سورۃ الاعراف آیت 13، سورۃ ص آیت 77)

تو نے مجھے تو آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو پانی ملی ہوئی مٹی سے۔

(4) پھر ابلیس کی نسبت یہ بھی آتا ہے کہ: كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (سورۃ الکہف آیت 51)

وہ جِنّوں میں سے تھا پھر وہ اللہ کی اطاعت سے نکل گیا۔ معلوم ہوا کہ ابلیس کی ناری طینت اس کے جِنّوں میں سے ہونے کے سبب تھی۔

(5)جنّ شہوانی قوتیں بھی رکھتے ہیں چنانچہ سورۂ رحمٰن میں جنّت کی عورتوں کی نسبت فرماتا ہے:لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (آیت 57)

ان کو نہ انسانوں نہ جنّوں نے اس سے پہلے کبھی چھوُا ہو گا۔(یہ ذکر اس رکوع میں دو دفعہ آیا ہے)

(6)سورۂ رحمٰن میں ایک یوم حساب کا ذکر ہے۔ اس کے ذکر میں فرماتا ہے: فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ (سورۂ رحمٰن آیت 40)

اس دن انسانوں یا جنّوں سے ان کے گناہوں کے بارہ میں پوچھا نہ جائے گا بلکہ ان کے گناہوں کی وجہ سے ایک عام تباہی ان پر لائی جائے گی۔

(7)جنّ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، فرماتا ہے:وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات آیت 57)

(8)مشرک لوگ اللہ تعالیٰ اور جنّات کے درمیان رشتہ داری بتاتے ہیں:وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا (الصافات آیت 159)

(9)مشرک لوگ جنّوں کو خدا کا شریک بتاتے ہیں:وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام آیت 101)

انہوں نے جنّوں میں سے اللہ تعالیٰ کے شریک تجویز کئے ہوئے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اور بغیر کسی علم کے انہوں نے اللہ کے لئے لڑکے اور لڑکیاں اپنے

خیالوں میں بنا رکھی ہیں۔ اسی طرح آتا ہے: بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ (سباء آیت 42)
قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا مشرک انسان تم کو پُوجتے تھے،
تو وہ کہیں گے نہیں بلکہ یہ جِنّوں کو پُوجتے تھے۔
(10) جِنّوں میں سے ایک گروہ لوگوں کو گمراہ بھی کرتا ہے: الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ
النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (الناس آیت 7،6)۔
نیز: وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَیْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ
اَقْدَامِنَا لِیَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ (حم سجدہ آیت 30)
اور کفار کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں ذرا وہ جِنّ اور انسان جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا
تھا دکھا تو سہی۔ کہ ہم انہیں اپنے قدموں تلے روندیں تاکہ وہ ذلیل ترین وجود ہو جائیں۔
نیز فرمایا: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِىْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ
زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (الانعام آیت 113)
اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بنائے ہیں جِنّ شیطان بھی اور انسان شیطان بھی۔ وہ
ایک دوسرے کو دھوکا دینے کے لئے جھوٹی باتیں سناتے رہتے ہیں۔ نیز فرمایا: يٰمَعْشَرَ
الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ (الانعام آیت 129)
اے جِنّوں کی جماعت تم نے بہت سے انسانوں کو خراب کیا۔
(11) جِنّ دوزخ میں بھی جائیں گے، فرماتا ہے: قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ فِی النَّارِ(الاعراف آیت 39)

یعنی جب فرشتے کفار کی جان نکالتے ہیں تو اُن سے کہتے ہیں، تم سے پہلے جو جِنّ اور انسان فوت ہو چکے ہیں ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔

نیز فرمایا:اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ حَقَّ عَلَیۡہِمُ الۡقَوۡلُ فِیۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ ؕ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا خٰسِرِیۡنَ (احقاف آیت 19)

یعنی یہ کفار بھی ان گروہوں میں جا شامل ہوں گے جو جِنّوں اور انسانوں میں سے پہلے گزر چکے ہیں، اور جن پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو چکی ہے، اور وہ عذاب کے مستحق قرار پا چکے ہیں۔ یہ سب لوگ گھاٹا پانے والے ہو گئے۔ یہی الفاظ حَقّ سے لے کر خَاسِرِیْن تک سورۃ حم سجدہ آیت 27 میں بھی مذکور ہیں۔

نیز فرماتا ہے:وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَہَنَّمَ کَثِیۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ ۫ۖ لَہُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَہُوۡنَ بِہَا ۫ وَ لَہُمۡ اَعۡیُنٌ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ بِہَا ۫ وَ لَہُمۡ اٰذَانٌ لَّا یَسۡمَعُوۡنَ بِہَا ؕ (الاعراف آیت 180)

اور ہم نے بہت انسانوں اور جِنّوں کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور یہ وہ ہیں جن کو دل دئے گئے مگر انہوں نے ان سے سمجھنے میں کام نہ لیا۔ انہیں آنکھیں دی گئیں مگر انہوں نے ان سے دیکھا نہیں۔ انہیں کان تو دئے گئے لیکن انہوں نے ان سے سنا نہیں۔

(12) بعض انسان بعض جِنّات کی پناہ میں رہتے ہیں، اور اس وجہ سے جِنّ مغرور ہو جاتے ہیں:وَّ اَنَّہٗ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الۡاِنۡسِ یَعُوۡذُوۡنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الۡجِنِّ فَزَادُوۡہُمۡ رَہَقًا(جن آیت 7)

یعنی حقیقت یہ ہے کہ کچھ مرد انسانوں میں سے جِنّوں کے مَردوں کی پناہ لیتے تھے۔ اس طرح انہوں نے جِنّوں کو اور بھی ظلم اور گناہ میں بڑھادیا۔

(13)جِنّ انسانوں کی طرح کام بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ کے ماتحت وہ کام کرتے تھے، فرماتا ہے:وَحُشِرَ لِسُلَيۡمٰنَ جُنُوۡدُهٗ مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ (نمل آیت18)

سلیمان کے حکم کو پورا کرنے کے لئے جِنّوں اور انسانوں کے لشکر جمع کئے گئے۔ نیز فرماتا ہے وَمِنَ الۡجِنِّ مَنۡ يَّعۡمَلُ بَيۡنَ يَدَيۡهِ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ (سباء آیت13)

اور جِنّوں میں سے بھی ایک جماعت ان کی نگرانی میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کام میں لگی ہوئی تھی۔

نیز فرماتا ہے:قَالَ عِفۡرِيۡتٌ مِّنَ الۡجِنِّ اَنَا اٰتِيۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ تَقُوۡمَ مِنۡ مَّقَامِكَ (نمل آیت40)۔ اور جِنّوں میں سے ایک نہایت سمجھ دار کار گذار جِنّ نے کہا میں آپ کی مطلوبہ شئے (ملکہ سبا کا تخت) آپ کے اس مقام سے کوچ کرنے سے پہلے حاضر کر سکتا ہوں۔

(14)جِنّ قرآن کی مثال نہیں بناسکتے۔ فرماتا ہے:قُلۡ لَّـئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰٓى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا يَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا (بنی اسرائیل آیت89) تو کہہ دے کہ اگر انسان اور جِنّ مل کر بھی اس قرآن کی مثیل بنانا چاہیں تو نہیں بناسکتے خواہ وہ دونوں مل کر ایک دوسرے کی مدد ہی کیوں نہ کریں۔

(15) جنّ محمد رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آئے، اور قرآن سنا۔ فرماتا ہے: وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ (سورۃ الاحقاف آیت 30)

اور جب کہ ہم جِنّوں کی ایک جماعت کو تحریک کرکے تیرے پاس لائے تاکہ وہ قرآن سُنیں۔ پھر جب وہ قرآن سُنانے کی مجلس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ خاموش (ہو کر قرآن سُنو)۔ پھر جب قرآن کی تلاوت ختم ہوئی تو وہ اپنی قوم کی طرف چلے گئے اور تاکہ وہ انہیں ہوشیار کریں۔

سورۃ جنّ میں بھی فرمایا ہے: اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا (سورۃ جِنّ آیت 2)۔ میری طرف وحی کی گئی کہ کچھ جِنّوں نے قرآن سُنا تو اپنی قوم کو جا کر کہا کہ ہم نے عجیب (پُر لطف) تلاوت سنی ہے۔

(16) جِنّات آپ پر ایمان لائے۔ چنانچہ اوپر کی آیت کے بعد ہی ان جِنّوں کا قول بیان کیا ہے فَاٰمَنَّا بِهٖ ہم اس کلام پر ایمان لے آئے ہیں۔" یہ وہ مضامین ہیں جو جِنّات کے متعلق آتے ہیں۔ میرے نزدیک ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جِنّ قرآن کریم میں کئی چیزوں کا نام رکھا گیا ہے۔ اوّل جِنّ بعض ارواح خبیثہ کا نام رکھا گیا ہے جو شیطانی خیالات کے لئے اُسی طرح متحرک ہوتی ہیں جس طرح کہ ملائکہ نیک تحریکوں کے محرّک ہوتے ہیں۔ گویا وہ شیطان جو بدی کا محرّک ہے وہ اس کے اظلال اور مددگار ہیں۔ یہ مضمون سورۃ النّاس کی

آیت سے نکلتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ۔

دوم ان خیالی وجودوں کا نام جِنّ رکھا گیا ہے جن کی کافر لوگ پوجا کرتے تھے۔ ان وجودوں کی تصدیق نہیں کی بلکہ صرف یہ بتایا ہے کہ کفّار بعض ایسے وجود فرض کرتے ہیں اور اُن کی پوجا کرتے ہیں اور اُن کی یہ غلطی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس عقیدہ کی کہ واقعہ میں ایسے جِنّ ہوتے ہیں تصدیق کرتا ہے بلکہ صرف ان کا عقیدہ بیان کرتا ہے کہ وہ ایسے وجود مانتے ہیں اور اُن کی پوجا کرتے ہیں۔

اس کا ثبوت سورۃ انعام کی آیت: وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَھُمْ وَخَرَقُوْا لَہٗ بَنِیْنَ وَ بَنٰتٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ (الانعام: 101) یعنی مشرک لوگ جِنّوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں، حالانکہ اُس نے ان کو پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور بیٹیاں بغیر علم کے تجویز کرتے ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ وَخَلَقَھُمْ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسے جِنّوں کا وجود ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وَخَلَقَھُمْ حال جَعَلُوْا کی ضمیر کا ہے، نہ کہ جِنّوں کا۔ اور مراد یہ کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو پیدا کیا ہے یہ کہتے ہیں کہ جِنّ اللہ تعالیٰ کے شریک کار ہیں۔

اس کا ثبوت کہ لوگ جس قسم کے جِنّ مانتے ہیں، ان کا وجود خیالی ہے، سورۃ سباء کی آیت سے ملتا ہے: وَیَوْمَ یَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اَھٰٓؤُلَآءِ اِیَّاکُمْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ۔ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِھِمْ ۚ بَلْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَکْثَرُھُمْ بِھِمْ مُّؤْمِنُوْنَ

(سباء: 41تا42)یعنی یاد کرو جب اللہ تعالیٰ سب انسانوں کو جمع کرے گا پھر ملائکہ سے کہے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے۔ وہ جواب میں کہیں گے کہ تو پاک ہے اور تو ہی ہمارا دوست ہے، ان سے ہمارا کوئی بھی تعلق نہیں۔ یہ بات غلط ہے کہ یہ ہماری عبادت کرتے تھے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ جِنّوں کی پرستش کرتے تھے، اور ان میں اکثر ان پر ایمان لاتے تھے۔

سوال یہ کہ اگر انسان جِنّوں کی پرستش نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے پوچھا کیوں؟ اللہ تعالیٰ کی ہستی تو عالم الغیب ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی مشرک بھی فرشتوں کی عبادت نہ کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھے کہ کیا یہ تمہاری پوجا کرتے تھے۔ نیز اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ کسی جہت سے بھی نہیں کہا جا سکتا کہ لوگ فرشتوں کو اُلوہیت کا درجہ دیتے ہیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے جواب طلب کرنا ظلم بن جاتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ خود قرآن کریم فرماتا ہے: فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ۔ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمْ شٰهِدُوْنَ۔ (الصافات:150تا151)یعنی ان سے پوچھ کہ تمہارے تو بیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو مؤنث بنا کر پیدا کیا تھا، تو یہ لوگ اُس وقت موجود تھے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ فرشتوں کو مشرک اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خدا کی بیٹی بھی خدا ہی قرار پائے گی اور قابل پرستش سمجھی جائے گی۔ جیسے حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا جاتا ہے اور قابل پرستش سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ سورت نحل میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے شرک کے ذکر

میں بیان فرمایا ہے: وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ (النحل: 58) اور یہ لوگ اس طرح بھی شرک کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ ایسے نقص سے پاک ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر مشرک ملائکہ کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں، اور اگر کسی کو خدا تعالیٰ کی بیٹی یا بیٹا قرار دینا شرک ہے تو پھر ملائکہ کس طرح کہتے ہیں کہ الٰہی یہ لوگ ہماری پوجا نہیں کرتے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ پر سے اعتراض اٹھ کر فرشتوں پر اعتراض پڑ جاتا ہے۔ مگر غور کیا جائے تو ان پر بھی اعتراض نہیں پڑتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سوال ظاہر پر تھا اور ملائکہ کا جواب باطن کو مد نظر رکھ کر ہے۔ مشرک ظاہر میں تو یہی کہتے ہیں کہ ملائکہ خدا تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اور ان کو خوش کرنا بھی ان کے لئے ضروری ہے۔ لیکن حقیقت تو یہی ہے کہ نہ وہ ملائکہ کو جانیں نہ ان کی طاقتوں کو، یونہی ملائکہ کا ذکر بڑوں سے سن کر ایک خیالی وجود انہوں نے اپنے ذہن میں بنا لیے، اور خیال کیا کہ یہ ملائکہ ہیں اور اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ حالانکہ وہ وجود محض ذہنی تھے، نہ ملائکہ والے صفات ان میں تھے نہ کام تھے۔ پس در حقیقت ان کی عبادت ملائکہ کے لئے نہ تھی بلکہ چند خیالی اور نظر نہ آنے والے وجودوں کے لئے تھی جنہیں عربی زبان میں جِن کہہ سکتے ہیں۔ پس ملائکہ نے جو جواب دیا وہ بھی درست ہے۔ وہ کہتے ہیں الٰہی ہماری انہوں نے کیا پوجا کرنی تھی ہم تو تیرے بندے اور تیری حفاظت میں ہیں۔ یہ تو چند ایسے وجودوں کی پرستش کرتے تھے جو محض خیالی اور غیر مرئی ہیں۔ اگر اس قسم کے جِنّوں کا وجود ہوتا جس قسم کا عوام کہتے ہیں تو

پھر فرشتوں کا یہ قول کہ وہ جِنّوں کی پرستش کرتے تھے جھوٹ ہو جاتا کیونکہ مشرک یقیناً ملائکہ کو بنات اللہ قرار دے کر ان کی پرستش کرتے تھے اور اسی صورت میں ان کی پرستش کو جنّوں کی پرستش کہا جاسکتا ہے کہ جبکہ جِنّ کے معنی خیالی اور بناوٹی وجود کے لئے جائیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ جِنّوں کی بھی پرستش کرتے تھے تو گو یہ درست ہے کہ بعض وجودوں کی پرستش مشرک جِنّ کے نام سے بھی کرتے تھے، مگر یہاں وہ مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جِنّوں کی پرستش سے ملائکہ کی پرستش کی نفی تو نہیں ہو جاتی۔ مشرک تو ہزاروں قسم کے بت بناتا ہے۔ انسانوں کو بھی خدا کہتا ہے، سورج چاند کو بھی، دریاؤں کو بھی، ملائکہ کو بھی، اپنے مزعومہ جنّوں کو بھی۔ پس جِنّوں کی پرستش کرنے کی وجہ سے ملائکہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی پرستش کا انکار کریں۔ یہ حق انہیں تبھی پیدا ہوتا ہے جب کہ وہ پرستش جو ان کے نام سے کی جاتی تھی کسی دلیل کی بناء پر کسی خیالی وجود کی طرف منسوب کی جاسکے، اور یہی انہوں نے کہا ہے۔ پس جِنّ سے مراد اس آیت میں خیالی اور ذہنی وجود کے ہیں جن کا نام کفار نے ملائکہ رکھ لیا ہے مگر فی الواقعہ وہ ملائکہ نہ تھے۔

جِنّ چونکہ مخفی وجود کو کہتے ہیں، اس لئے جنّ کا لفظ قرآن کریم میں عربوں اور دوسری اقوام کے محاورہ کے مطابق ان اقوام کے لئے بھی بولا جاتا ہے جو شمالی علاقوں میں اور سرد ممالک میں رہتی تھیں۔ چونکہ لوگ بوجہ شدّت سردی کے ان کے ممالک کی طرف سفر نہیں کرتے تھے، اور وہ گرمی کی وجہ سے ادھر نہ آتے تھے۔ نیز چونکہ سرد علاقوں میں

رہنے کے سبب وہ زیادہ سفید رنگ والے اور شراب کے استعمال کی وجہ سے زیادہ سرخ تھے، ایشیا کے لوگ انہیں کوئی الگ قسم کی مخلوق سمجھتے تھے اور انہیں جِنّ اور پریاں کہتے تھے۔ یہ ان کا عام نام تھا، چنانچہ جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ جِنّ شمالی علاقہ میں رہتے ہیں۔ چنانچہ شر کی ربّی الیعذر نے اپنی کتاب میں یہی لکھا ہے کہ جِنّ زیادہ تر دنیا کے شمالی علاقوں میں رہتے ہیں۔ ہندو قوم نے بھی اپنے شمال میں ہی جِنّوں کا مقام تجویز کیا ہے، چنانچہ جیسا کہ حوالہ گزر چکا ہے کہ ہندوؤں کے نزدیک گندھر والوگوں کا علاقہ ہندوستان کے شمال مغرب میں تھا اور ٹکسلا شہر کا جو علاقہ ہزارہ میں تھا اُسے وہ گندھر وا کے علاقے کا شہر کہتے تھے، اور دریائے سندھ کے شمال کے علاقہ کو ان کا مسکن قرار دیتے تھے یعنی ہزارہ افغانستان وغیرہ۔ مسلمانوں میں بھی جو قصے کہانیاں مشہور ہیں ان میں بھی جِنّات کا مسکن کوہ قاف اور اس کے پار کا علاقہ سمجھا جاتا ہے۔ پس یہ ظاہر ہے کہ شمالی علاقوں کے سرخ و سفید لوگ جو تمدّنی حالات کے ماتحت قریباً بالکل ایشیا سے الگ ہو گئے تھے اور بہت کم ادھر آتے تھے، اور مذہب اور طور طریق کے لحاظ سے بھی بالکل الگ تھے، ایشیا کے رہنے والوں کے نزدیک جو اس وقت تمدّن کے حامل تھے جِنّ تھے کیا بلحاظ اپنی شکلوں کے اور کیا بلحاظ ایشیا سے دور رہنے کے (شائد ہندوؤں نے نہ صرف شمال مغربی علاقہ کے ساکنوں کو ظاہری شکل کی وجہ سے بلکہ ان کی قوت اور طاقت کی وجہ سے کہ وہ ہمیشہ ہندوستان پر حملے کرتے رہتے تھے ان کو جِنّ قرار دیا) اسی محاورہ کے مطابق قرآن کریم میں بھی سورۃ رحمٰن میں ان شمالی لوگوں کو یعنی یورپ کے باشندوں کو جِنّ کہا ہے۔

اس سورت میں آخری زمانہ کے تغیرات کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس زمانہ میں دو مشرق اور دو مغرب ہو جائیں گے۔ یعنی امریکہ کی دریافت سے دو علاقے مشرق اور دو مغرب کہلانے لگیں گے۔ اسی طرح نہر سویز کے ذریعہ دو سمندروں کے ملنے اور بڑے بڑے جہازوں کے چلنے کی خبر دی گئی ہے۔ اسی طرح بتایا گیا ہے کہ اس وقت سائنس کی ترقی کے ساتھ لوگ آسمانی بادشاہت کو فتح کرنے میں مشغول ہوں گے اور سمجھیں گے کہ وہ جلد کائنات کا راز دریافت کرنے والے ہیں۔ اس وقت آسمان سے آگ گرے کی اور بم گریں گے اور سرخ روشنائیاں آسمان پر چھوڑی جائیں گی۔ اور آخر کفر و شرک کو تباہ کر کے اسلام کو غلبہ دیا جائے گا۔ اس مضمون کے سلسلہ میں جِنّ وانس کو بھی مخاطب کیا گیا ہے، اور جِنّ سے مراد وہی شمالی علاقوں کے لوگ یعنی یورپین مراد ہیں اور بتایا گیا ہے کہ اس زمانہ میں یورپ اور ایشیا کے لوگ باہم مل جائیں گے اور سائنس کی بڑی ترقی ہو گی، مگر بے دینی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرے گا، اور پھر اسلام کو قائم کرے گا۔ ثقلان اور جِنّ اور الناس سے مراد ڈیماکریسی اور ڈکٹیٹروں کی حکومت بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جِنّ کے معنی عربی لغت میں اکثریت کے بھی ہیں۔ اور الناس کے معنی خاص آدمیوں کے بھی ہو سکتے ہیں۔ پس جِنّ سے مراد ڈیماکریسی ہے۔ اور الناس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو خاص قرار دے کر حکومت اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ ثقل کے معنی اعلیٰ اور خاص شئے کے ہوتے ہیں۔ جیسے رسول کریم ﷺ نے قرآن کریم اور اپنی اولاد کو ثقلان قرار دیا ہے۔ پس الثقلان سے مراد یہ دونوں گروہ ہیں جو اس وقت ساری دنیا پر غالب ہوں

گے ، یعنی ڈیما کریسی کے نام پر دنیا کو مغلوب کریں گے ، اور بعض فاشزم اور ناٹزم کے نام پر دنیا کو سمیٹنا چاہیں گے ، اور اپنے آپ کو سب دنیا سے بہتر قرار دیں گے۔

اس کے علاوہ قرآن کریم میں غیر قوموں اور غیر مذاہب کے لوگوں کے لئے بھی جنّ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، مثلاً حضرت سلیمانؑ کے ذکر میں جہاں جِنّوں کا ذکر ہوا ہے اُس سے مراد غیر قوموں کے لوگ ہی ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ان جِنّوں کی نسبت فرماتا ہے کہ: يَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِيۡبَ وَ تَمَاثِيۡلَ وَ جِفَانٍ كَالۡجَوَابِ وَ قُدُوۡرٍ رّٰسِيٰتٍ (سباء :14) وہ جِنّ حضرت سلیمانؑ کے لئے دربار کا کمرہ، مسجد کا محراب اور محل بناتے تھے۔ اور مجسمے، اور بڑے بڑے حوض جو کنووں کی طرح تھے، اور بڑی بڑی دیگیں تیار کرتے تھے۔ اب ہم بائبل دیکھتے ہیں کہ یہ کام حضرت سلیمانؑ کے لئے کس نے کئے ہیں، تو ہمیں 2 تواریخ باب 6، 7 میں لکھا ملتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے بڑی عبادت گاہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا، تو آپ نے صور کے بادشاہ کو خط لکھا کہ اپنے انجینئروں میں سے میرے پاس ایک انجینئر بھجواؤ "جو سونے اور روپے اور پیتل اور لوہے اور ارغوانی اور قرمزی اور آسمانی رنگوں کے کاموں میں ہوشیار اور نقاشی میں دانشمند ہو۔" اسی طرح لکھا کہ وہاں کی لکڑی بھجوادو اور میں لکڑی کاٹنے والوں کو اس اس قدر مزدوری دوں گا۔ آیت نمبر 10 اور پھر آیت نمبر 14 میں صور کے بادشاہ کا جواب ہے کہ اس نے حضرت سلیمانؑ کے کہنے پر ایک انجینئر حورام ابی نامی بھجوایا اور کہا کہ یہ سب فنون کا ماہر ہے۔ اور لکھا کہ لکڑی کاٹنے پر میں نے آدمی لگا دیئے ہیں، ان کی

مزدوری بھجوادیں۔ آیت 15۔ یہ تو غیر ملکی انجینئر کا ذکر ہے۔ جو مزدور لگائے گئے ان کا یوں ذکر آتا ہے: ''اور سلیمان نے اسرائیل کے ملک میں سارے پردیسیوں کو گنوایا، بعد اس گننے کے جو اس کے باپ داؤد نے گنوایا تھا، اور وے ایک لاکھ ترپن ہزار چھ سو ٹھہرے، اور اس نے ان میں سے ستر ہزار کو باربرداری پر اور اسّی ہزار کو پہاڑ توڑنے پر مقرر کیا اور ان پر تین ہزار اوور سیئر مقرر کئے کہ ان لوگوں سے کام لیویں۔'' آیت 17و18۔ ان آیات سے ظاہر ہے کہ مزدوری پر بھی غیر قوموں کے لوگ مقرر کئے گئے تھے۔

اب جو کام اس صور کے انجینئر نے کیا وہ بائبل میں یہ لکھا ہے کہ اس نے ایک بہت بڑا ہال عبادت کے لئے بنایا (محاریب) اور بڑے ہال کے اندر فرشتوں کے مجسمے دیواروں کے اندر کھود کر بنائے، اور اسی طرح بڑے ہال میں بھی دو فرشتوں کے مجسمے تراش کر بنائے (تمثال)۔ (2 تواریخ باب 3 آیت 7و10 تا 13)۔ اور پھر باب 4 آیت 2و6 میں بتایا ہے کہ ایک بڑا حوض بنایا جو دھاتوں سے ڈھالا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ دس چھوٹے حوض بنائے (جفانٍ کالجواب)۔ پھر اسی باب 4 کی آیت 16 میں لکھا ہے کہ حورام انجینئر نے جو باہر سے آیا تھا: ''اور ایک بحر (لفظی معنی سمندر مراد بڑا حوض) اور اس کے نیچے بارہ بیل اور دیگیں اور پھاوڑے اور کانٹے اور سب ظروف جو حورام ابی نے سلیمان بادشاہ کی خاطر خداوند کے گھر کے لئے بنائے صاف پھول دھات کے تھے۔'' اس ایک آیت میں دیگوں (قدورراسیٰت) حوضوں اور مجسموں کا ذکر اکٹھا آگیا ہے۔

غرض وہ سب اشیاء جن کا ذکر اس آیت میں آیا ہے حضرت سلیمانؑ نے حورام ابی سے جو ایک غیر ملکی انجینئر تھا، اور غیر ملکی مزدوروں سے بنوائی تھیں۔ پس جِنّ سے مراد محض غیر ملکی اور غیر قوم کے لوگ ہیں، جن کو حضرت سلیمانؑ کے ساتھ کوئی دلچسپی نہ تھی صرف رعبِ خداداد کی وجہ سے وہ آپ کے تصرف کے نیچے آئے ہوئے تھے اور آپ کا کام کرتے تھے۔ جب آپ فوت ہوگئے تو کچھ مدت تک تو آپ کی حکومت کا رعب ان لوگوں کے دلوں پر رہا۔ جب آپ کے لڑکے نے بعض نالائقیوں کی وجہ سے اس رعب کو ضائع کر دیا تو وہ لوگ پچھتائے کہ خواہ مخواہ ان کے لکڑیاں ڈھونے اور دوسرے ذلیل کاموں میں ہم کیوں لگے رہے۔ اور یہ ذلت برداشت کی اگر یہ حکومت اتنی جلدی فنا ہو جانی تھی تو ہم مقابلہ جاری رکھتے۔

چوتھا استعمال جِنّ کے لفظ کا قرآن کریم میں ان لوگوں کے متعلق ہے جو حضرت آدم کے زمانہ میں دنیا پر بستے تھے۔ اور جن میں سے نکل کر حضرت آدم نے ایک نیا نظام قائم کیا تھا۔ چونکہ آدم نظام کا قائم کرنے والا پہلا شخص تھا۔ اس سے پہلے لوگ نظام کی قدر کو نہ جانتے تھے، اور جانوروں کی طرح الگ الگ درختوں کی جڑوں میں یا غاروں میں رہتے تھے۔ اور جنگلی درندوں کی وجہ سے سطح زمین پر آسانی سے چل پھر نہیں سکتے تھے۔ ان کا نام ان کی حالت کے مطابق جِنّ رکھا گیا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو آج کل کے مورخ CAVEMAN کہتے ہیں یعنی کھوہوں اور غاروں میں رہنے والے لوگ، جو سطح زمین پر بود باش نہ کرتے تھے۔ جب انسانی دماغ نے ترقی کی اور انسان الہام کی نعمت کے

قبول کرنے کے قابل ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو جسے اُس نے آدم کا خطاب دیا کیونکہ وہ سطح زمین پر رہنے کے قابل ہو گیا تھا اور انسان کا خطاب دیا۔ کیونکہ وہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی محبت کے قابل ہو گیا تھا، تو دوسری طرف بنی نوع کے ساتھ ہمدردی کرنے اور ان کے لئے قربانی کرنے کے قابل تھا اپنے الہام کے لئے چنا۔ (دیکھو تفصیلی دلائل کے لئے میری کتاب سیر روحانی جلد اوّل)۔ جنہوں نے اس کے نظام کو قبول کیا اور اس کے ساتھ مل گئے، اور باہر نکل کر مکان وغیرہ بنانے لگے۔ اور تمدّنی قوانین کی پابندی کو منظور کر لیا۔ وہ آدمی کہلائے، لیکن جنہوں نے وحشت کی زندگی کو ترک کرنے سے انکار کر دیا اور غاروں کی زندگی کو حرّیت قرار دیا، ان کا نام ان کے طرز رہائش کی وجہ سے جِنّ قرار پایا۔ پس جِنّ بشری ترقی کے دور کے اس حصے کے افراد کا نام ہے جو تمدّن سے عاری تھے، اور نظام کو قبول کرنے کے ناقابل تھے۔ اور آدمی بشری ترقی کے دور کے اس حصے کا نام ہے جس میں ایک جماعت نے مل کر رہنے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے اور ایک نظام کی پابندی کا اقرار کیا۔ آئندہ کے لئے یہ دو نام ان دو صفات کے ساتھ وابستہ ہو گئے اور جو لوگ نظام کے باغی ہوں ان کا نام جِنّوں کی ذریت رکھا گیا، اور جو نظام کے تابع ہوں ان کا نام آدم کی ذریت رکھا گیا۔ اب یہ دونوں نام صفاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے کبھی جِنّوں کی اولاد اصلاح کر کے آدمی ہو جاتی ہے اور کبھی آدمیوں یعنی پابند نظام لوگوں کی اولاد گندی اور نظام شکن ہو کر جِنّ بن جاتی ہے۔

اب رہا رسول کریم ﷺ کے زمانہ کا سوال کہ اُس وقت جو جِنّ ایمان لائے تھے وہ کیسی مخلوق تھی۔ سو اس کے متعلق قرآن کریم سے ثابت ہے کہ وہ یہودی تھے، کیونکہ وہ موسیٰ کی کتاب کا اور اس پر ایمان لانے کا ذکر کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ وہ یہودی لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جِنّ اس لئے کہا ہے کہ وہ باہر کے لوگ تھے۔ اور رسول کریم ﷺ سے مخفی ملے تھے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نصیبین کے رہنے والے تھے اور رات کے وقت رسول کریم ﷺ سے ملے تھے۔

(بخاری کتاب مناقب الانصار، و مسلم جز اوّل)

واپس جا کر جو واقعہ ان کے اور ان کی قوم کے ساتھ گزرا اللہ تعالیٰ نے اُس کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے عرب لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے انہوں نے چھپ کر رسول کریم ﷺ کی زیارت کی، اور آپ سے قرآن سنا۔ جب واپس ہوئے تو دلوں نے گواہی دی کہ آپ سچے ہیں، اور اپنی قوم میں تبلیغ شروع کر دی۔

اس امر کا ثبوت کہ یہ جِنّ انسان تھے مندرجہ ذیل ہے۔ اوّل: یہ کہ وہ پوشیدہ ملے۔ اگر وہ جِنّ تھے تو ان کو پوشیدہ اور رات کو ملنے کی کیا ضرورت تھی، علی الاعلان ملتے تو کوئی ان کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ اور جِنّوں کی جو شان بیان کی جاتی ہے اس لحاظ سے انہیں دیکھ بھی کون سکتا تھا

دوم: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ۔ (الفتح:10)۔ یعنی مومنو! ہم نے یہ رسول اس لئے بھیجا ہے کہ تم اس کی مدد اور نصرت کرو، اور اس کی عزت دنیا میں قائم کرو۔ اگر جِنّات ایمان لائے تھے تو وہ کس رنگ میں

رسول کریم ﷺ کی مدد کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جنّ لوگوں کے سروں پر چڑھ جاتے ہیں، اور قِسم قِسم کے پھل لاکر دیتے ہیں۔ یہ کیسے مومن تھے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ظلم پر ظلم ٹوٹا، لیکن کافر جِنّوں نے تو حضرت سلیمان کے لئے قلعے تیار کئے اور ہر ذلیل سے ذلیل کام ان کی خاطر کیا۔ یہ مومن ایسے طوطا چشم تھے کہ ابوجہل وغیرہ کسی کو انہوں نے سزا نہ دی۔ اور پھر یہ جِنّ لوگوں کو تو بے موسم پھل لاکر دیتے تھے، مگر محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاکر انہیں یہ توفیق بھی نہ ملی، کہ جب غزوہ خندق کے موقعہ پر آپ ﷺ پر اور دوسرے مسلمانوں پر فاقے پر فاقے آرہے تھے اور آپ ﷺ اور آپ کے صحابی پیٹوں پر پتّھر باندھے پھر رہے تھے یہ لوگ آپ ﷺ کے لئے اور آپ کے صحابہ کے لئے جَو کی روٹیاں ہی لادیتے۔ یہ تو ایمان کی علامت نہیں، اوّل درجہ کی شقاوت کی علامت ہے۔ لیکن قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ وہ ایماندار مخلص تھے۔ پس ظاہر ہے کہ نہ اُن جِنّوں کو جن کا ذکر سورۃ جِنّ میں ہے طاقت ہے کہ کسی کے سر پر چڑھیں اور انسانوں پر قبضہ کر سکیں یا انہیں ستا سکیں اور نہ ہی ان میں کسی کو کچھ لاکر دینے کی طاقت ہے۔ ایسے جِنّ صرف وہمی لوگوں کے دماغ میں ہیں قرآن کریم ایسے جِنّوں کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس نے تو جو جِنّ پیش کئے ہیں انہی اقسام کے ہیں جو میں نے بیان کئے۔ اور ان اقسام میں سے جو جِنّ رسول کریم ﷺ پر ایمان لائے وہ یہودی تھے جنہوں نے کلام سنا اور اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اور آخر ایمان لانے کا فیصلہ کیا اور اپنی قوم کو پیغام پہنچا دیا۔ عرب سے ہزاروں میل دور بسنے والے تھے، بعد میں نہیں کہا جا سکتا کہ انہیں رسول کریم ﷺ کے متعلق

کوئی خبر ملی بھی یا نہیں ملی۔ اس وجہ سے وہ اسلامی جنگوں میں عملاً کوئی حصہ نہ لے سکے۔

تیسرا ثبوت اس امر کا کہ یہ جِنّ انسان تھے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ اور مِنۡهُمۡ ہوتے ہیں۔

یعنی جن کی طرف آتے ہیں انہی کی قوم کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے: وَيَوۡمَ نَبۡعَثُ فِيۡ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيۡدًا عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَجِئۡنَا بِكَ شَهِيۡدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ۔(النحل:90)

یعنی قیامت کے دن ہر امت کا رسول جو انہی میں سے ہوگا بطور گواہ لایا جائے گا، اور محمد رسول اللہ ﷺ کو امتِ محمدیہ اور اس زمانہ کے لوگوں پر بطور گواہ بھیجا جائے گا۔ اگر جِنّ بھی کوئی ایسی قوم ہے جو ایمان لاتی ہے تو اس پر گواہی کون دے گا۔ موسیٰ تو جِن نہیں کہ ان جِنّوں کے متعلق ان سے پوچھا جائے گا، جو ان پر ایمان لائے تھے۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ انسان تھے، وہ جِنّوں سے مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ کی نسبت نہیں رکھتے۔ پس آپ جِنّوں کے متعلق شہید نہیں ہو سکتے۔ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ سے مراد پہلے انبیاء کی نسبت سے ان کی اقوام ہیں۔ اور رسول کریم ﷺ کی نسبت سے آپ کے زمانہ کے بعد کے سب انسان۔ پس جِنّ اگر کوئی انسانوں جیسی مکلّف مخلوق ہے تو وہ یونہی رہ جاتی ہے، نہ ثواب کے مستحق، نہ عذاب کے۔

چوتھا ثبوت اس دعویٰ کی تائید میں یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ يَقُصُّوۡنَ عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِيۡ وَيُنۡذِرُوۡنَكُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ

هٰذَا۔(الانعام:131)

یعنی اے جِنّوں اور انسانوں کی جماعتو! کیا تمہارے پاس تمہاری قوموں میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم کو میرے نشانات پڑھ کر سناتے تھے اور آج کے دن کے دیکھنے سے تم کو ہوشیار کرتے تھے۔ اس آیت میں صاف لکھا ہے کہ جِنّوں کی طرف ان کی قوم کے نبی آئے، اور انسانوں کی طرف انسان نبی۔ اب اگر جِنّ کوئی دوسری مخلوق ہے تو اس آیت کے ماتحت نہ تو موسیٰ ان کے نبی ہو سکتے ہیں نہ نبی کریم ﷺ۔ کیونکہ جِنّوں کی طرف اس آیت کے ماتحت جِنّ نبی ہی آئے تھے۔ ہاں اگر جِنّوں سے انسانوں کا کوئی گروہ مراد ہے تو بے شک وہ موسیٰ اور آنحضرت ﷺ کے مومن ہو سکتے ہیں۔

پانچواں ثبوت اس امر کا کہ عوام میں جو جِنّ مشہور ہیں ان کا کوئی وجود نہیں، اور یہ کہ رسول کریم ﷺ پر جو جِنّ ایمان لائے تھے وہ انسان ہی تھے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنّم کی نسبت فرماتا ہے: فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔(البقرة:25) دوزخ میں یا تو انسان ہوں گے یا پتھر وغیرہ آگ کو بھڑکانے والے سامان ہوں گے۔ اگر جِنّ کوئی مکلّف مخلوق ہے تو یوں چاہیئے تھا: وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْجِنُّ وَالْحِجَارَةُ۔

پس جہاں قرآن کریم نے جِنّ قوم کو دوزخی کہا بھی ہے وہاں انسان جِنّ مراد ہیں، نہ کوئی غیر مخلوق۔

چھٹا ثبوت ان مومن جِنّوں کے انسان ہونے کا یہ ہے کہ مسند احمد بن حنبل میں آتا ہے:

''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَقَدْ اعطِیْتُ اللَّیْلَۃَ خَمْسًا مَا اعْطِیْھُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ اَمَّا اَنَا فَاُرْسِلْتُ اِلَی النَّاسِ کُلِّھِمْ عَامَۃً وَکَانَ مِنْ قَبْلِیْ اِنَّمَا یُرْسِلُ الی قَوْمِہٖ (جلد دوم صفحہ 222)۔

یعنی رسول کریم ﷺ نے نماز تہجد پڑھ کر جو پہریدار آپ کے پیچھے نماز میں شامل ہو گئے تھے ان سے فرمایا کہ آج پانچ خصوصیتیں مجھے ایسی عطا کی گئی ہیں کہ اس سے پہلے یہ خصوصیتیں کسی کو نہیں ملیں۔ ایک تو یہ کہ میں سب اقوام کی طرف بلا استثنا مبعوث کیا گیا ہوں۔ اور جو مجھ سے پہلے نبی گزرے ہیں وہ صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے۔ (آگے بقیہ چار خصوصیتیں بیان کی گئی ہیں، یہ بھی یاد رہے کہ اس رات پانچ خصوصیتیں جمع کرکے آپ کو بتلائی گئی تھیں۔ ورنہ بعض خصوصیات مثلاً یہی جو اوپر بیان ہوئی ہے شروع زمانہ اسلام میں ہی آپ کو مل چکی تھیں)۔ اس حدیث کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ یہ جِنّ جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے تھے کوئی اور مخلوق تھی۔ کیونکہ قرآن کریم صاف بتاتا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مومنوں میں سے تھے۔ اگر وہ بنی اسرائیل میں سے نہ تھے تو ان کا موسیٰ پر ایمان لانا جائز ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔ اگر اعتراض ہو کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ (المزمل:16) موسیٰ فرعون کی طرف بھی مبعوث تھے حالانکہ فرعون بنی اسرائیل میں سے نہ تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قوم سے مراد کبھی نسلی قوم ہوتی ہے اور کبھی ملکی۔ جیسے ہندوستان میں مختلف اقوام بستی ہیں، ان میں جو نبی آتا تھا وہ ہندوستانی قوم کی طرف

مبعوث ہوتا تھا، نہ کہ برہمن یا راجپوت کی طرف۔ کیونکہ ایک ہی جگہ رہنے والی اقوام کو سہولت کے لئے ایک قوم شمار کر لیا جاتا ہے۔ پس فرعون کے ساتھ اور اس کی قوم کے ساتھ چونکہ حضرت موسیٰ حکومت اور سیاست اور قانون اور تمدّن کے ذریعہ بندھے ہوئے تھے ان کو تو ایک قوم سمجھ لیا گیا، مگر جِنّوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا نسبت تھی، حکومت کے لحاظ سے، یا سیاست کے لحاظ سے یا قانون کے لحاظ سے یا تمدّن کے لحاظ سے کہ ان کو بھی موسیٰ پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا۔ اگر کہو کہ حضرت موسیٰ مبعوث تو بنی اسرائیل اور ان کے ساتھ رہنے والی قوم کی طرف ہی ہوئے تھے، مگر جِنّ اپنے طور پر ان پر ایمان لے آئے، تو یہ بھی درست نہیں ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک واقعہ انجیل میں بیان ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دوسری اقوام کو اپنی جماعت میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ جب ان سے ایک غیر قوم کے آدمی نے تبلیغ کرنے کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا کہ ”لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کے آگے ڈالنی اچھی نہیں۔“ (متی باب 15 آیت 62)۔ پس یہ بھی درست نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے ایمان لے آئے تھے۔ کیوں کہ جِنّ اگر کوئی مکلّف قوم ہے تو اس کے لئے صرف اس نبی پر ایمان لانا فرض ہے جو مِنْ اَنْفُسِھم ہو۔ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ان کے لئے جائز نہ تھا۔ غرض قرآن کریم کی آیات اور مذکورہ حدیث کی رُو سے کم سے کم رسول کریم ﷺ سے پہلے جِنّوں کے لئے الگ نبی مبعوث ہونے ضروری تھے۔ جو خود ان میں سے ہوتے۔ نیز جِنّوں کی مختلف قوموں کی طرف الگ الگ نبی مبعوث ہونے ضروری تھے۔

”ساتواں ثبوت ان جِنّات کے انسان ہونے کا یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہ فرماتا ہے: یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا۔ (الاعراف: 159)

اس جگہ جِنّوں کو رسالت میں شامل نہیں کیا گیا۔ اگر جِنّ بھی کوئی علیحدہ قوم ہے، اور اس کے لئے بھی آپ پر ایمان لانا ضروری تھا، یا جائز ہی تھا تو یوں فرمانا چاہیئے تھا: یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ وَالۡجِنُّ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا۔

مگر یہ تو قرآن کریم میں کہیں نہیں آیا۔ پس جو جِنّ آپ پر ایمان لائے، وہ قرآنی تشریح کے مطابق انسانوں میں سے ہی تھے، اور اسی وجہ سے آپ پر ایمان لانے کے مکلّف تھے۔ ایک اور آیت اس مضمون کے بارہ میں اس سے بھی واضح ہے۔ اور وہ سورۃ سباء کی آیت: وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ۔ (سباء: 29) ہے۔ کَافَّۃً کَفَّ سے نکلا ہے۔ جس کے اصل معنی جمع کرنے اور روکنے کے ہیں۔ پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہم نے تجھے صرف اس لئے مبعوث کیا ہے کہ تو انسانوں کو جمع کرے، اور کسی انسان کو اپنی تبلیغ سے باہر نہ رہنے دے۔ اب دیکھو اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ تجھے صرف انسانوں کو جمع کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اور بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ انسانوں کے سوا کوئی اور بھی مخلوق ہے اور وہ بھی محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لانے کی مکلّف ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ جس طرح انسانوں میں سے کوئی آپ کی دعوت سے باہر نہیں، انسانوں کے سوا کوئی اور مخلوق آپ پر ایمان لانے کے لئے مکلّف بھی نہیں۔ اس وجہ سے جن مومن جِنّوں کا ذکر

قرآن کریم میں کیا گیا ہے وہ انسان ہی تھے کوئی اور مخلوق نہ تھے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن کریم میں جِنّ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔(1)جِنّ وہ تمام مخفی مخلوق جو غیر مرئی شیطان کی قسم سے ہے۔ یہ مخلوق اسی طرح بدی کی تحریک کرتی ہے جس طرح ملائکہ نیک تحریکات کرتے ہیں، ہاں یہ فرق ہے کہ ملائکہ کی تحریک وسیع ہوتی ہے۔ اور ان کی تحریکیں محدود ہوتی ہیں۔ یعنی ان کو زور ان پر حاصل ہوتا ہے جو خود اپنی مرضی سے بدخیالات کی طرف جھک جائیں۔ انہیں شیاطین بھی کہتے ہیں۔(2)جِنّ سے مراد قرآن کریم میں Cave men بھی ہے۔ یعنی انسان کے قابل الہام ہونے سے پہلے جو بشر زمین پر رہا کرتے تھے۔ اور کسی نظام کے پابند نہ تھے۔ ہاں آئندہ کے لئے قرآن کریم نے یہ اصطلاح قرار دے لی کہ جو لوگ اطاعت کا مادہ رکھتے ہیں ان کا نام انسان رکھا۔ اور جو لوگ ناری طبیعت کے ہیں اور اطاعت سے گریز کرتے ہیں ان کا نام جِنّ رکھا۔(3) شمالی علاقوں کے وہ لوگ یعنی یورپ وغیرہ کے جو ایشیا کے لوگوں سے میل ملاپ نہ رکھتے ہوں اور جن کے لئے آخر زمانہ میں حیرت انگیز دنیاوی ترقی اور مذہب سے بغاوت مقدر تھی ان کا ذکر سورۃ رحمٰن میں کیا ہے۔(4)غیر مذاہب کے لوگوں کو اور اجنبیوں کو جنہیں بعض اقوام جیسے ہندو اور یہود کوئی نئی مخلوق سمجھتے تھے۔ ان کو عام محاورہ کے مطابق جِنّ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جیسے حضرت سلیمان کے جِنّ یا رسول کریم ﷺ پر ایمان لانے والے لوگ۔ میرے نزدیک دوزخ میں جانے والے جن جِنّات کا ذکر آتا ہے، ان سے مراد یا تو وہی ناری طبیعت والے لوگ ہیں جو اطاعت سے باہر رہتے ہیں اور کسی مذہب

یا تعلیم کو قبول نہیں کرتے۔ اور انسان دوزخیوں سے مراد وہ کفار ہیں جو کسی نہ کسی مذہب سے اپنے آپ کو وابستہ کرتے ہیں۔ یا پھر اقوام شمال مغرب کو جِنّ قرار دیا ہے، جیسا کہ عرف عام میں یہ لوگ ان ناموں سے مشہور تھے۔

یہ جو فرمایا: وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ جن کو ہم جِنّ کہتے ہیں ان کی طبیعت میں ناری مادہ ہے، یعنی جلد اشتعال میں آجاتے ہیں اور اطاعت برداشت نہیں کرسکتے۔ حضرت آدم سے پہلے بشر کی حالت یہی تھی۔ حضرت آدم پہلے انسان تھے جنہوں نے اخلاقی اور تمدّنی کمال حاصل کیا۔ اس وجہ سے الہام جس کا تعلق تمدّن اور اخلاق سے ہے سب سے پہلے آپ پر ہی نازل ہوا۔ پس جو لوگ اس تمدّن اور نظام میں شامل ہوئے، انہوں نے گویا اپنے نفسوں کو مار دیا، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا نقش اپنے دلوں پر کندہ کروالیا۔ پس وہ طینی کہلائے۔ کیونکہ طین نقش قبول کرتی ہے۔ اور جن لوگوں نے نظام میں آنے کی نسبت انفرادی آزادی کو مقدم رکھا، اور کسی کی اطاعت کا جُوا گردن پر رکھنے سے انکار کیا وہ ناری کہلائے۔ یعنی جس طرح آگ کا شعلہ قابو میں نہیں آتا، اسی طرح وہ بے قابو ہوگئے۔ اور بوجہ زمین کے اندر رہنے کے وہ جِنّ کہلائے۔

اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۔ جِنّوں کو آگ سے بنایا، پھر تم کس طرح کہتے ہو کہ اس سے مراد ناری طبیعت ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا ہے: خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ۔ (الانبیاء: 38)۔ جس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ انسان کو (اللہ تعالیٰ نے) جلدی سے پیدا کیا۔

محقق مفسرین لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ کہ انسان کی طبیعت میں عجلت اور جلد بازی ہے۔ یہ نہیں کہ جلدی نام کسی مادہ کا ہے۔ جس سے انسان کو بنایا گیا ہے۔ اور وہ لکھتے ہیں کہ یہ عربی کا عام محاورہ ہے کہ جو شے کسی کی طبیعت میں داخل ہو، اس کے بارہ میں کہتے ہیں کہ وہ اس سے پیدا کیا گیا۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ۔ (الروم: 55)۔ یعنی خدا تعالیٰ وہ ہے جس نے تم کو اس حالت میں پیدا کیا کہ تمہاری طبیعت میں کمزوری ہوتی ہے، یعنی پیدائش کے وقت بچہ کمزور ہوتا ہے۔ اور دوسرے کی امداد کا محتاج ہوتا ہے۔ اس آیت کے بھی یہ معنی نہیں کہ ضعف کوئی لکڑی یا مٹی کی قسم کی شے ہے جس سے خدا تعالیٰ نے انسان کو بنایا ہے۔

یہ تعلیق ختم کرنے سے پہلے میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ کئی پرانے بزرگ کم سے کم اس خیال میں میرے ساتھ شریک ہیں کہ وہ جِن ّکوئی نہیں ہوتے جو انسانوں سے آکر ملیں، اور ان پر سوار ہو جائیں اور ان سے مختلف کام لیں۔ چنانچہ علامہ ابن حیّان اپنی تفسیر بحر المحیط کی جلد 5 صفحہ 454 پر لکھتے ہیں کہ: جبائی کا قول ہے کہ یہ آیت: اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ۔ (الحجر: 41) (جو آیت زیر تفسیر کے چند آیات بعد ہی ہے) ان لوگوں کے دعویٰ کو ردّ کر دیتی ہے جن کا یہ خیال ہے کہ شیطان اور جنوں کے لئے ممکن ہے کہ انسانوں پر غلبہ پالیں۔ ان کی عقلوں کو خراب کر دیں، جیسا کہ عام لوگوں کا عقیدہ ہے۔ اور بعض دفعہ عوام ان امور کو جادوگروں کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں۔ اور یہ سب دعوے اللہ تعالیٰ کی نص صریح کے خلاف ہیں۔

اگر کہا جائے کہ بعض بزرگوں نے جِنّات کا ذکر کیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روحانی نظارے ہیں۔ اور عالمِ مثال میں ایسی باتیں نظر آجاتی ہیں۔ انہوں نے کشف میں بعض امور دیکھے، اور چونکہ عوام میں جِنّات کا عقیدہ تھا اور قرآن کریم میں بھی لفظ جنّ استعمال ہوا ہے، انہوں نے ان مثالی وجودوں کو اصلی وجود سمجھ لیا۔

میرا اپنا تجربہ اس بارے میں یہ ہے کہ کئی مختلف وقتوں میں لوگوں نے مجھے ایسے خط لکھے ہیں کہ جِنّات ان کے گھر میں آتے اور فساد کرتے ہیں۔ میں نے ہمیشہ اپنے خرچ پر اس مکان کا تجربہ کرنا چاہا تو ہمیشہ ہی یا تو یہ جواب ملا کہ اب ان کی آمد بند ہوگئی ہے یا یہ کہ آپ کے خط آنے یا آپ کا آدمی آنے کی برکت سے وہ بھاگ گئے ہیں۔ میرا اپنا خیال ہے کہ جو کچھ ان لوگوں نے دیکھا، ایک اعصابی کرشمہ تھا۔ میرے خط یا پیغامبر سے چونکہ ان کی تسلی ہوئی، وہ حالت بدل گئی۔

اگر اس تفسیر کے پڑھنے والوں میں سے کسی صاحب کو اس مخلوق کا تجربہ ہو، اور وہ مجھے لکھیں تو میں اپنے خرچ پر اب بھی تجربہ کرانے کے لئے تیار ہوں۔ ورنہ جو کچھ میں متعدد قرآنی دلائل سے سمجھا ہوں یہی ہے کہ عوام الناس میں جو جنّ مشہور ہیں اور جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ انسانوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کو چیزیں لاکر دیتے ہیں یہ محض خیال اور وہم ہے، یا مداریوں کے تماشے ہیں جن کے اندرونی بھید نہ جاننے کی وجہ سے لوگوں نے ان کو جِنّات کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اس علم کا بھی میں نے مطالعہ کیا ہے اور بہت سی باتیں ان ہتھکنڈے کرنے والوں کی جانتا ہوں۔ ہاں یہ میں مانتا ہوں کہ ممکن

ہے پہلے انسان ناری وجود ہو، اور زمانہ کے تغیرات سے بدلتے بدلتے ارتقاء کے ماتحت طینی وجود ہو گیا ہو۔ یعنی اس کی بناوٹ کی بنیاد زمینی پیداوار پر آگئی ہو۔ اور ایسے وجود جو سب سے پہلے تیار ہوئے ان کا سردار آدم ہو، یہ کوئی بعید بات نہیں۔ علم جیالوجی سے یہ امر ثابت ہے کہ دنیا میں مٹی کا چھلکا بعد میں بنا، پہلے دنیا ایک گرم آگ کا کرّہ تھی سو ارتقاء کے لحاظ سے اگر طینی ابتداء سے پہلے، انسان کی ابتداء ناری وجود سے تسلیم کی جائے تو مستعبد نہیں۔ مگر یہ امور تخمینی ہیں، ان کو یقین سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے میں نے اس کے متعلق زیادہ نہیں لکھا۔ اس مضمون کا کچھ حصہ قصّہ آدم اور شیطان میں بھی حل ہو گا۔ اس کے لئے سورۃ البقرہ میں قصّہ آدم کا موقعہ دیکھنا چاہیئے۔"

(تفسیر کبیر جلد چہارم۔ از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ صفحہ 57 تا 71۔ ایڈیشن اپریل 1986ء مطبوعہ لندن)

جس طرح حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جِنّات کے حوالے سے کچھ تشریح قصّہ آدم و شیطان میں ملے گی تو تفسیر کا وہ حصہ قارئین کے لیے پیش ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں: "اوپر کی تشریح سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان بھی بشر کی نسل میں تھا، حالانکہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ: قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۔ (الاعراف: 13)

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا کہ باوجود اس کے کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا، تجھے کس امر نے اس بات سے روکا کہ تو آدم کی فرمانبرداری کرے۔ تو اس نے جواب دیا کہ

میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو پانی ملی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اسی طرح ابلیس کی نسبت آتا ہے: کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ۔ (الکہف: 51) یعنی ابلیس جنون میں سے تھا تبھی اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ اور جِنّوں کی نسبت آتا ہے: وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ۔ (رحمٰن: 16)

اللہ تعالیٰ نے جِنّوں کو آگ کے تیز شعلہ سے پیدا کیا ہے۔ پس جب کہ انسان اور جِن ّکی پیدائش میں فرق ہے ایک طین سے پیدا ہوا ہے دوسرا آگ سے، تو ان دونوں کو ایک جنس کیوں کر سمجھا جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو قرآن کریم میں ابلیس اور شیطان میں فرق کیا گیا ہے۔ جہاں کہیں آدم کو سجدہ نہ کرنے کا ذکر ہے وہاں ابلیس کا ذکر ہے۔ اور جہاں کہیں آدم کو ورغلانے کی کوشش کا ذکر ہے وہاں شیطان کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً انہی آیات زیر تفسیر میں جہاں سجدہ کا ذکر ہے وہاں تو ابلیس کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور جب آدم کو ورغلانے کا ذکر کیا ہے تو: فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا۔ (البقرة: 37) یعنی پھر شیطان نے ان کو اس حالت سے پھسلا دیا اسی طرح سورۃ الاعراف کے رکوع نمبر 2 میں بھی اس واقعہ کا ذکر ہے، وہاں بھی جہاں سجدہ کے حکم کا ذکر ہے ابلیس کا لفظ استعمال کیا گیا، لیکن جہاں ورغلانے کا ذکر ہے وہاں فرماتا ہے فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ (الاعراف: 21) پھر انہیں شیطان نے شک میں ڈال دیا۔ تیسری سورۃ جہاں اس واقعہ کا ذکر ہے سورۃ طٰہٰ ہے۔ وہاں بھی جہاں سجدہ نہ کرنے کا ذکر ہے، وہاں ابلیس کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن جہاں آدم کو شک

میں ڈالنے کا ذکر ہے، وہاں فرماتا ہے فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ (طٰهٰ: 121) شیطان نے آدم کے دل میں شک پیدا کر دیا۔

ہر آیت میں دونوں مواقع پر الگ الگ الفاظ کا استعمال کرنا حکمت سے خالی نہیں۔ قرآن کریم جو لفظ لفظ میں حکمت کو مدّ نظر رکھتا ہے ممکن ہی نہیں کہ اس فرق میں کہ ہر جگہ سجدہ کے ذکر میں ابلیس کا لفظ استعمال کرتا ہے اور آدم کو ورغلانے کے ذکر میں شیطان کا لفظ استعمال کرتا ہے کوئی حکمت مدّ نظر نہ رکھتا ہو۔ پس ضرور ہے کہ سجدہ سے انکار کرنے والا کوئی اور وجود ہو، اور ورغلانے والا کوئی اور وجود ہو۔ اسی وجہ سے ایک کا نام ابلیس بتایا گیا اور دوسرے کا شیطان۔ پس اگر کوئی اس شبہ پر زور دے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ نار سے پیدا کرنے کا ذکر تو ابلیس کے متعلق ہے، نہ کہ شیطان کے متعلق۔

دوسرا جواب اور یہی اصلی جواب ہے یہ ہے کہ نار سے پیدا کرنے کے یہ معنی ہر گز نہیں کہ ابلیس یا جِنّ اسی مادی آگ سے پیدا کئے گئے تھے، بلکہ یہ ایک عربی محاورہ ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی طبیعت ناری تھی، اور وہ اطاعت کی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ یہ محاورہ قرآن کریم کی دوسری آیات میں بھی استعمال ہوا ہے۔ فرماتا ہے: خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ۔ (الانبیاء: 38) یعنی انسان کو عجلت سے پیدا کیا گیا ہے، میں تم کو اپنی آیات دکھاؤں گا پس جلدی نہ کرو۔ اب یہ ظاہر ہے کہ اس آیت کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ عجلت اور جلدی کوئی مادہ ہے جس سے انسان کو بنایا گیا ہے۔ بلکہ اس مراد صرف یہ ہے کہ انسانی طبیعت جلد باز واقع ہوئی ہے۔ وہ ہر کام کا نتیجہ

جلدی دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں ہے:اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ ضُعۡفٍ۔ (الروم: 55)۔

اللہ ہی ہے جس نے تم کو ضعف سے پیدا کیا ہے۔ اس آیت کا بھی یہ مطلب نہیں کہ ضعف کوئی مادہ ہے۔ ان محاروں کی رُو سے جِنّوں کے اور ابلیس کے نار سے پیدا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ان کی طبیعت ناری تھی۔ یعنی جب تک انسان میں تمدّن کی حکومت قبول کرنے کا ملکہ پیدا نہ ہوا تھا وہ ناری مزاج کا تھا، اور اس کے لئے دوسرے کی اطاعت قبول کرنا آسان نہ تھا۔ مگر جب وہ ترقی کرتے کرتے طینی جوہر جو اُس کا اصل تھا پا گیا، تو اس میں اطاعت کے قبول کرنے کا مادہ پیدا ہو گیا۔ اور ابلیس کے مقال کا صرف یہ مطلب ہے کہ آدم تو غلام ذہنیت رکھتا ہے کہ دوسرے کی اطاعت کر سکتا ہے۔ مگر میں ناری مزاج ہوں اور دوسرے کی اطاعت نہیں کر سکتا۔ پس میں اس سے اچھا ہوں۔ اور یہ دعویٰ ابلیس اور اس کے ساتھیوں کا طبعی دعویٰ تھا۔ وہ اپنی خیالی حریت کو اطاعت سے بہتر خیال کرتے تھے۔ اور ایک نظام کے ماتحت چلنے کو عیب خیال کرتے تھے۔

قرآن کریم میں اس ناری طبیعت کا محاورہ ایک اور جگہ بھی استعمال ہوا ہے۔ فرماتا ہے کہ: تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ۔ (اللھب: 2) یعنی شعلہ کے باپ کے دونوں ہاتھ برباد ہو گئے، اور وہ خود بھی برباد ہو گیا۔ اس آیت میں ابو لہب یعنی شعلوں کا باپ کسی کا نام نہیں، بلکہ ایک مخالفِ اسلام کی صفت بتائی ہے۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے ہاں آگ پیدا ہوتی تھی۔ بلکہ صرف یہ مراد ہے کہ اس کی طبیعت ناری تھی، اور محمد رسول اللہ ﷺ

کے بغض اور حسد سے جلتا رہتا تھا، اور آپ کی مخالفت میں آگ بنا تارہتا تھا۔"

(تفسیر کبیر جلد اوّل۔از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔ صفحہ 299،300۔ایڈیشن اپریل 1986ء مطبوعہ لندن)

آنحضرتﷺ کی خدمت میں جِنّات کا وفد

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ”طائف کے سفر کے متعلق یہ بھی روایت آتی ہے کہ جب آپ ﷺ اس سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے تو نخلہ میں رات کے وقت جبکہ آپ قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف تھے جِنّات کا ایک گروہ جو سات نفوس پر مشتمل تھا اور شام کے ایک شہر نصیبین سے آیا تھا آپ کے پاس سے گزرا، اور اس نے آپ ﷺ کی تلاوت کو سنا اور اس سے متأثر ہوا۔ اور جب یہ جِنّ اپنی قوم کی طرف واپس گئے تو انہوں نے اپنی قوم سے آپ ﷺ کی بعثت اور قرآن شریف کا ذکر کیا۔ قرآن شریف میں اس واقعہ کا دو جگہ (سورۃ الاحقاف:30 و سورۃ جِنّ:2) ذکر آتا ہے۔ اور دونوں جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ان جِنّوں کے آنے کا خود براہِ راست علم نہیں ہوا بلکہ ان کے چلے جانے کے بعد خدائی وحی کے ذریعہ اس بات کی اطلاع دی گئی، کہ ایک جِنّوں کا گروہ آپ کی تلاوت سن کر گیا ہے۔ حدیث میں بھی متفرق جگہ پر اس واقعہ کا ذکر آتا ہے اور گو تاریخ سے حدیث کا بیان بعض تفصیلات میں مختلف ہے مگر مآل ایک ہی ہے کہ جِنّات کے ایک وفد نے ایک سفر کی حالت میں آپ ﷺ کی تلاوتِ قرآن کریم کو سنا اور پھر اُس سے متأثر ہو کر اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ گیا۔ یہ ممکن ہے کہ یہ واقعہ ایک سے زیادہ دفعہ ہوا ہو جس کی وجہ سے روایات میں باہمی اختلاف ہو گیا ہے۔ لیکن اس جگہ ہمیں اس واقعہ کی ظاہری تفصیلات سے زیادہ سروکار نہیں ہے، بلکہ مختصر طور پر صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اس جگہ جِنّات سے کیا مراد

ہے۔ اور ان کا آنحضرت ﷺ کی تلاش میں نکلنا اور پھر کلام مجید کی تلاوت سن کر واپس لوٹ جانا کس غرض و غایت کے ماتحت تھا۔ سو جاننا چاہیئے کہ جِنّوں کی ہستی کا عقیدہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو کم و بیش دنیا کی ہر قوم میں پایا جاتا ہے اور مذہبی اور غیر مذہبی ہر دو قسم کے لٹریچر میں اس کا وجود ملتا ہے، مگر اس کی تفصیلات میں بہت اختلاف ہے۔ بعض قوموں کے لٹریچر میں جِنّات کے اندر ایک قسم کی خدائی طاقت تسلیم کی گئی ہے اور انہیں قابل پرستش مانا جاتا ہے۔ بعض میں ان کو بلا استثناء ایک ناپاک مخلوق قرار دیا گیا ہے اور گویا شیطان اور ابلیس کی طرح خیال کیا جاتا ہے مگر اسلام ان ہر دو قسم کے خیالات کو ردّ کرتا ہے اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ جِنّ اللہ تعالیٰ کی ایک مخفی مخلوق ہے جس میں انسانوں کی طرح اچھے اور برے دونوں قسم کے افراد پائے جاتے ہیں، لیکن اس مخلوق کا دائرہ انسانوں سے بالکل جدا ہے اور ایک علیحدہ عالم سے تعلق رکھتا ہے۔ البتہ کہیں کہیں اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت تمثیلی رنگ میں جِنّوں کے وجود کا خاص خاص انسانوں کو نظارہ کرا دیا جاتا ہے۔ مگر ظاہر حالات میں یہ ہر دو مخلوق ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں اور ان کا آپس میں کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔ قرآن شریف میں جِنّوں کا ذکر چھبیس 26 مختلف مقامات پر آتا ہے۔ ان سب مقامات میں جِنّ کے لفظ سے ایک ہی معنی مراد نہیں ہیں، کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے کہ یہ لفظ عربی زبان میں مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن ان 26 مقامات کے مجموعی مطالعہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ جِنّ خدا تعالیٰ کی ایک مخفی مخلوق ہے جو انسانوں کی طرح (گو اپنی تفصیلات میں یقیناً اس سے بہت

مختلف) ترقی اور تنزل دونوں کا مادہ رکھتی ہے اور اپنے اعمال میں اچھے اور برے رستے کے اختیار کرنے کے لئے اپنی حدودِ مقرّرہ کے اندر اندر صاحب اختیار ہے۔ مگر جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے جِنّ کا لفظ قرآن کریم میں ہر جگہ اس مخفی مخلوق کے لئے استعمال نہیں ہوا، بلکہ بعض جگہ یہ لفظ غیر اصطلاحی معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ دراصل جِنّ ایک عربی لفظ ہے جس کے روٹ میں چھپنے یا چُھپانے یا نظروں سے پوشیدہ ہونے یا پردہ میں رہنے یا آڑ میں آجانے یا سایہ یا اندھیرا کرنے کے معنی ہیں۔ چنانچہ عربی میں جنّت باغ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے درخت زمین پر سایہ کر کے اُسے چھپا لیتے ہیں۔ جنین اُس بچّہ کو کہتے ہیں جو ابھی رحم مادر میں ہے کیونکہ وہ رحم کے پردوں میں مخفی ہے۔ مجنّہ ڈھال کو کہتے ہیں کیونکہ اس کے پیچھے ایک جنگجو سپاہی لڑائی کے وقت میں آڑ لیتا ہے۔ جُنون دیوانگی کو کہتے ہیں کیونکہ وہ عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے جَنان دل کو کہتے ہیں کیونکہ وہ سینہ میں مخفی ہوتا ہے۔ اسی طرح جنان رات یا لباس کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ اندھیرا کرنے یا ڈھانکنے کا ذریعہ ہیں۔ جَنَن قبر یا کفن کو کہتے ہیں کیونکہ دونوں مُردے کو اپنے اندر چھپا لیتے ہیں۔ جان سانپ کو کہتے ہیں کیونکہ وہ عموماً زمین کے مخفی سوراخوں میں زندگی گذارتا ہے۔ جُنّہ اوڑھنی کو کہتے ہیں کیونکہ وہ سر اور چھاتی کو ڈھانکتی ہے۔ وغیرہ ذالک۔ اس اصل کے ماتحت بعض اوقات عربی محاورہ میں جِنّ کا لفظ ایسے اُمراء و رؤساء کے لئے بھی استعمال ہو جاتا ہے جو بوجہ امارت علو منزلت اور استکبار کے عام لوگوں کی سوسائٹی میں میل جول نہیں رکھتے، اور علیحدگی میں زندگی گذارتے ہیں۔ چنانچہ بسا اوقات قرآن شریف میں

جِن ؔکا لفظ اِنُس یعنی عامۃ الناس کے مقابلہ میں امراء کے طبقہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور ان معنوں میں یہ لفظ عموماً بُرے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح ایسی قوموں پر بھی جِن ؔکا لفظ بول دیتے ہیں جو کسی ایسی علیحدہ اور منقطع جگہ میں آباد ہوں کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ ان کا زیادہ میل ملاپ ممکن نہ ہو۔ اور انہی دو معنوں کے پیش نظر بعض محققین نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جِنّوں کے وفد کے حاضر ہونے سے یہ مراد لیا کہ یہ لوگ یا تو خاص امراء کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں گے جنہوں نے برملا طور پر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پرہیز کیا اور علیحدگی میں آپ کا کلام سن کر واپس چلے گئے، اور یا وہ کسی دور افتادہ قوم کے افراد ہوں گے جو اپنے ماحول کی وجہ سے دوسرے لوگوں سے بالکل جدا اور علیحدہ رہتی ہوگی۔ ہمیں ان معنوں کے قبول کرنے میں کوئی تأمل نہیں ہے۔ اور اگر نخلہ میں جِنّوں کے وفد کے حاضر ہونے سے مراد اُمراء کے کسی وفد کا حاضر ہونا یا کسی دور افتادہ منقطع قوم کے افراد کا پیش ہونا مراد ہے، تو پھر اس میں اللہ تعالیٰ کا یہ اشارہ ہوگا کہ اے رسول! مکّہ اور طائف میں بظاہر اپنی ناکامیوں کو دیکھ کر پریشان اور دلگیر نہ ہو کیونکہ اب وقت آتا ہے کہ عوام النّاس تو کیا بڑے بڑے امیر و کبیر لوگ تیرے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے، اور دنیا کی دور افتادہ قومیں تیری غلامی کا جوُا اپنی گردنوں پر رکھیں گی۔ لیکن اگر جِن ّسے وہ مخفی مخلوق مراد ہے جس کی تفصیلات کا ہم کو علم نہیں، لیکن اُس کا وجود نصوص قرآنی کے ساتھ ثابت ہے تو اس میں بھی کسی عقلمند انسان کو شبہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی، کیونکہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور اُس کی خلق کا

دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ کسی مخلوق کی نظر اس کی انتہا کو نہیں پا سکتی جہاں انسان کے سوا اس مَرئی دنیا میں ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں قسم کی دوسری مخلوق موجود ہے۔ جن میں سے بعض قسم کی مخلوق مَرئی ہونے کے باوجود ہماری کوتاہ نظر سے پوشیدہ رہتی ہے اور اس مخلوق کے وجود پر علم طب اور سائنس کے دوسرے شعبے یقینی قطعی شاہد ہیں تو پھر اس بات کے ماننے میں کیا تأمل ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق جِنّ کی قِسم کی بھی موجود ہو گی جو باوجود انسانی نظر سے پوشیدہ ہونے کے اسی طرح زندہ اور قائم ہو گی جس طرح انسان اپنے دائرہ کے اندر زندہ اور قائم ہے۔ بے شک اسلام ہمیں اس رنگ میں جِنّات کی تعلیم نہیں دیتا کہ ہم موہومہ بھوتوں وغیرہ کی صورت میں کسی ایسی مخلوق کے قائل ہوں جس کے افراد انسانی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہوئے انسان کے لئے ایک تماشا بنتے پھریں اور انسان کے سامنے مختلف صورتیں بدل بدل کر اس کی تفریح یا تخویف کا سامان بہم پہنچائیں۔ یہ خیالات جاہلانہ توہّم پر مبنی ہیں۔ جن کا کوئی ثبوت اسلامی تاریخ یا حدیث یا قرآن کریم میں نہیں ملتا، مگر یہ کہ جس طرح دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار دوسری مخلوق ہے جس میں بڑی چھوٹی، کثیف لطیف، مَرئی و غیر مَرئی ہر قسم کی چیزیں شامل ہیں، اِسی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق جِنّ بھی ہے جو جیسا کہ اس کا نام ظاہر کرتا ہے انسانی نظروں سے مخفی ہے اور ایک جداگانہ عالم سے تعلق رکھتی ہے۔ اور عام حالات میں انسان کے ساتھ اس کا کوئی سروکار نہیں۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس پر کوئی عقلمند اعتراض نہیں کر سکتا۔ باقی رہا یہ سوال کہ ان معنوں کی رُو سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جِنّات کے وفد

آنے سے کیا مراد ہے، سو اس صورت میں آنحضرت ﷺ کا یہ نظارہ ایک کشفی نظارہ سمجھا جائے گا، اور اس سے مراد یہ ہوگی کہ اس انتہائی درجہ پریشانی اور بے بسی کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ نظارہ دکھا کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ اے رسول گو ویسے ہر وقت ہی ہماری نصرت تیرے ساتھ ہے لیکن جس طرح گرمی کی شدت خاص طور پر بادل کو کھینچتی ہے اسی طرح اب وقت آگیا ہے کہ ہماری مخفی طاقتیں تیری رسالت کی تائید میں خصوصیت کے ساتھ مصروفِ کار ہو جائیں۔ چنانچہ اس کے بعد جلد ہی حالات نے پلٹا کھایا اور ہجرتِ یثرب کا پردہ اٹھتے ہی خدا کی مخفی تجلّیات اسلام کے جھنڈے کو اٹھا کر کہیں کا کہیں لے گئیں۔ اور روایات میں جو سات کا لفظ آتا ہے سو اس سے مخفی طاقتوں کا کامل ظہور مراد ہے، کیونکہ عربی میں سات کا عدد کمال کے اظہار کے لئے آتا ہے، اور شام کے شہر نصیبین میں یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی فتوحات کی رَو عرب کے شام کے ملک سے شروع ہوگی۔ واللہ اعلم۔"

(سیرت خاتم النبیین ﷺ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد ایم اے، صفحہ 184 تا 188۔ ایڈیشن 2004ء، نظارت نشرو اشاعت قادیان)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "جِنّات کے وجود" کے متعلق ایک دوست کے سوال کے جواب میں تفصیلی مضمون تحریر فرمایا۔ اس کے آخر پہ فرماتے ہیں: "جِنّ کے لفظ سے بہت سی چیزیں مراد ہو سکتی ہیں لیکن بہر حال یہ بالکل درست نہیں کہ دنیا میں کوئی ایسے جِنّ بھی پائے جاتے ہیں جو یا تو لوگوں کے لئے خود کھلونا بنتے ہیں یا لوگوں کو قابو میں لا کر انہیں اپنا کھلونا بناتے ہیں یا بعض انسانوں کے دوست بن

کر انہیں اچھی اچھی چیزیں لا کر دیتے ہیں اور بعض کے دشمن بن کر تنگ کرتے ہیں یا بعض لوگوں کے سر پر سوار ہو کر جنون اور بیماری میں مبتلا کر دیتے ہیں اور بعض کے لئے صحت اور خوشحالی کا رستہ کھول دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کمزور دماغ لوگوں کے توہمات ہیں جن کی اسلام میں کوئی سند نہیں ملتی اور سچے مسلمانوں کو اس قسم کے توہمات سے پرہیز کرنا چاہیے۔

ہاں لغوی معنے کے لحاظ سے (نہ کہ اصطلاحی طور پر) فرشتے بھی مخفی مخلوق ہونے کی وجہ سے جِنّ کہلا سکتے ہیں اور یہ بات اسلامی تعلیم سے ثابت ہے کہ فرشتے مومنوں کے علم میں اضافہ کرنے اور ان کی قوتِ عملیہ کو ترقی دینے اور انہیں کافروں کے مقابلہ پر غالب کرنے میں بڑا ہاتھ رکھتے ہیں جیسا کہ بدر کے میدان میں ہوا۔ جب کہ تین سو تیرہ (313) بے سر و سامان مسلمانوں نے ایک ہزار ساز و سامان سے آراستہ جنگجو کفار کو خدائی حکم کے ماتحت دیکھتے دیکھتے خاک میں ملا دیا تھا۔ (صحیح بخاری) پس اگر سوال کرنے والے دوست کو مخفی روحوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا شوق ہے تو وہ کھلونا بننے والے یا کھلونا بنانے والے جنّوں کا خیال چھوڑ دیں اور فرشتوں کی دوستی کی طرف توجہ دیں جن کا تعلق خدا کے فضل سے انسان کی کایا پلٹ کر رکھ دیتا ہے۔"

(الفضل لاہور، 13 / جون 1950ء، صفحہ 3۔ جلد 38/4 شمارہ 137)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمودات

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے اردو ترجمۃ القرآن میں سورت سباء کے تعارف میں بیان فرماتے ہیں: ”اس سورۃ کا آغاز اس آیت سے ہوتا ہے کہ تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں کا مالک ہے اور زمین بھی اسی کے حمد کے گیت گاتی ہے، اور آخرت میں بھی اُسی کے حمد کے گیت گائے جائیں گے۔ یہاں آنحضرت ﷺ کی طرف واضح اشارہ ہے کہ آپ کے دور میں آپ کے سچے غلام زمین اور آسمان کو حمد و ثنا سے بھر دیں گے۔ اس کے بعد پہاڑوں کی تشریح کرتے ہوئے یہ بھی فرمادیا کہ پہاڑوں سے مراد جفاکش پہاڑی قومیں بھی ہوتی ہیں جیسا کہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے پہاڑوں کو ظاہری طور پر مسخر نہیں کیا گیا بلکہ پہاڑوں پر بسنے والی جفاکش قوموں کو مسخر کر دیا گیا۔ پس گذشتہ سورتوں کے اختتام پر جن پہاڑوں کا ذکر ہے ان کی تشریح یہاں بیان فرمادی گئی۔ اس بیان کے بعد وہ جنّ جو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے لئے مسخر کئے گئے تھے اور ان سے وہ بہت بھاری کام لیا کرتے تھے ان کی تشریح فرمائی گئی کہ یہ جنّ انسانی جنّ تھے۔ وہ جنّ نہیں تھے جن کو عرف عام میں آگ کے شعلوں سے بنا ہوا سمجھا جاتا ہے۔ آگ تو پانی میں داخل ہوتے ہی بھسم ہو جاتی ہے مگر ان جنّوں کے بارے میں دوسری جگہ فرمایا گیا کہ یہ جنّ زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے حالانکہ آگ کے جنّ تو زنجیروں میں بندھے ہوئے نہیں ہوتے، اور وہ سمندر میں غوطہ لگا کر موتی

نکالنے کا کام کرتے تھے حالانکہ آگ سے بنے ہوئے جنّ تو سمندر میں غوطہ نہیں مار سکتے۔ یہ تمام امور آل داؤد پر شکر واجب کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اوّل درجہ پر جسمانی اور روحانی آلِ داؤد تھے اس شکر کا حق ادا کیا۔ مگر جب آپ کو یہ خبر دی گئی کہ آپ کا بیٹا جو آپ کے بعد تخت نشین ہو گا ایک ایسے جسد کی طرح ہے جس میں کوئی روحانی زندگی نہیں تو اُس وقت آپ نے یہ دعا کی کہ اے خدا! اس صورت میں اُس کے دور میں اس سلطنت کی صف لپیٹ دے۔ مجھے اس دنیاوی سلطنت سے کوئی غرض نہیں۔ چنانچہ بعینہٖ ایسا ہی ہوا۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد جب آپ کا بیٹا وارث ہوا تو رفتہ رفتہ ان پہاڑی قوموں کو یہ معلوم کرتے ہوئے کہ ایک بے عقل بادشاہ ان پر مسلّط ہے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور حضرت سلیمانؑ کی ظاہری سلطنت پارہ پارہ ہو گئی۔''

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف اور مختصر تشریحی نوٹس صفحہ 745، ایڈیشن جولائی 2002ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں ایک خاتون نے سوال کیا: ''قرآن کریم کے الفاظ الجنّ والانس میں ''و'' جو استعمال ہوا تو اس و کا مطلب تو اور ہے، لیکن آپ لوگ کہتے ہیں جنّ اور انسان میں کوئی فرق نہیں، اگر ایسا ہے تو اس میں لفظ مِنْ ہونا چاہیے تھا۔'' اس کے جواب میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''دونوں لفظ ہیں ''و'' والا بھی اور ''مِن'' والا بھی۔ جماعت احمدیہ کا یہ مؤقف نہیں ہے کہ انسان کے علاوہ جنّ نام کی کوئی مخلوق نہیں ہے۔ یہ مؤقف بالکل نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ کا مؤقف یہ ہے کہ قرآن کریم سے ثابت ہے اور احادیث نبوی سے ثابت ہے کہ جنّ کا لفظ الگ مخلوق پر بھی

عائد ہوتا ہے۔ وہاں معنوی ہے اور دوسری جگہ حقیقی ہے۔ کیوں! مختصراً بتاتا ہوں۔ مثلاً آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہڈیوں سے استنجا نہ کرو، ہڈیاں جنّوں کی خوراک ہے۔ اُس زمانے میں تو بیکٹیریا کا کوئی تصور نہ تھا۔ آج معلوم ہوا کہ ہڈیاں بیکٹیریا کی خوراک ہے اور اس سے واقعۃً Injury ہو جاتی ہے۔ یعنی بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ تو آنحضرت ﷺ نے کسی مخلوق کی خبر دی تھی جو مخفی ہے، اس کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں۔ ایک شکل بیکٹیریا یعنی ایسی زندگی کی قسمیں جو آنکھ سے نظر نہیں آتیں۔ جنّ کا لفظ ہر مخفی مخلوق کے لئے عربی میں بولا جاتا ہے۔ اور عربی ڈکشنریاں اس کی بکثرت مثالیں دیتی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں جان کا لفظ سانپ کے لئے استعمال کیا، اور عربی میں جن سانپ کو بھی کہتے ہیں کہ وہ چُھپ جاتا ہے۔ بِلّوں میں رہنے والی مخلوق ہے۔ جنّ کا لفظ پہاڑی قوموں کے لئے بھی قرآن کریم میں استعمال ہوا۔ جنّ کا لفظ حضرت داوٗدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے قبضے میں بھی جو قومیں دی گئی تھیں ان کے لئے بھی قرآن کریم نے استعمال فرمایا۔ حالانکہ ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اگر وہ جسمانی جنّ نہیں تھے اور روحانی جنّ تھے تو وہ زنجیروں میں نہیں جکڑے جاتے۔ دوسری جگہ اسی آیت کے شروع میں قرآن کریم فرماتا ہے وہ غوطے لگاتے تھے سمندر میں۔ تو اگر وہ آگ تھی تو آگ تو ختم ہو جاتی ہے غوطے سے۔ تو قرآن کریم میں لفظ جنّ متفرق جگہ مختلف معنی میں استعمال فرمایا۔ مثلاً سورۃ رحمٰن میں فرماتا ہے: ”يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ۔

(سورۃ رحمٰن :34)"اے معشر الجنّ والانس تم اگر چاہتے ہو کہ تم آسمان اور زمین کی قطاروں سے نکل جاؤ تو نکل کر دکھاؤ۔ سلطان کے بغیر نہیں نکل سکو گے۔" یہاں کیا معنی ہیں جنّ کے۔ جنّ جو دوسرے ہیں یعنی کوئی اور وجود ہے انسان کے علاوہ ہمارے نزدیک وہ یہاں مخاطب ہی نہیں، کیونکہ عربی محاورے سے ثابت ہے کہ جنّ بڑی قوموں کو بھی کہتے ہیں۔ غالب اور عظیم الشان لوگوں پر بھی بولا جاتا ہے۔ لیکن بعض اوقات عوام الناس کے لئے عربی میں صرف ناس کا لفظ آتا ہے تو مخاطب یہاں اے بڑے لوگوں کے معشر، اور اے چھوٹے لوگوں کے معشر، یا اے Capitalist طاقتوں کے نمائندو! اور اے عوامی طاقت کے نمائندو۔ یہ ترجمہ اس کا سو فیصدی درست بیٹھتا ہے، اور واقعات ثابت کر رہے ہیں کہ قرآن کریم کی یہ مراد تھی، کیونکہ یہ کوشش اب شروع ہوئی ہے۔ آج کے زمانہ میں جب دنیا عوامی طاقتوں اور Capitalist طاقتوں میں بٹی ہے، تب یہ ہوئی ہیں، اور قرآن کریم ان کو اکٹھا چیلنج کر رہا ہے، یہ تفسیری ترجمہ ہم کرتے ہیں۔ اب سنیئے سورۃ الناس میں مِنْ والا محاورہ بھی آجاتا ہے قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ إِلَٰهِ النَّاسِ۔ الناس کا سارا ذکر چل رہا ہے۔ الناس کا رب، الناس کا مالک۔ اور الناس دو قسموں کے ہوں گے مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔ النَّاس میں سے جنّ، اور النَّاس میں سے النَّاس۔ یہ قرآن مجید نے اتنا مضمون کھول دیا ہے کہ خود جو آپ نے مِنْ کے لفظ کا مطالبہ کیا تھا وہ کھول کر بیان فرما دیا، کہ جب ہم کہتے ہیں کہ النَّاس میں وہ وسوسہ پھونکے گا تو مراد یہ ہے کہ النَّاس کے دونوں گروہوں میں۔ الناس میں سے بڑے لوگوں میں بھی اور الناس میں

سے عوامی طاقتوں میں بھی۔ مراد یہ تھی کہ آخری زمانے میں ایسے فتنے پیدا ہونے والے ہیں جن فتنوں سے خدا اسے متنفر کیا جائے گا۔ یہ بڑیCapitalist طاقتوں میں بھی فتنے سر نکالیں گے اور دہریت کی طرف لے کر جائیں گے۔ تو النَّاس کی تشریح مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ کہہ کر سارے مضمون کو کھول دیا۔"

(مجالس عرفان، صفحہ 61 تا64۔یکے از مطبوعات شعبہ اشاعت لجنہ اماءاللہ ضلع کراچی بسلسلہ صد سالہ جشنِ تشکر)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "الہام عقل علم اور سچائی میں تحریر فرماتے ہیں: "اب ہم سائنسی تناظر میں ازمنۂ قدیم کے قصّے کہانیوں میں مذکور جنّ کی حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں۔ قرآن کریم نے جنّ کا جو تصور پیش کیا ہے اس پر مختصراً (Life in the Perspective of Quranic Revelations(زندگی کے بارہ میں قرآنی نظریہ) میں بحث اٹھائی گئی ہے۔ عربی لغت کے لحاظ سے لفظ جنّ کے درج ذیل معانی ہوسکتے ہیں۔ جنّ کا لفظ کسی پوشیدہ، غیر مرئی، الگ تھلگ اور دور کی چیز پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں گہرے اور گھنے سائے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے جَنَّةٌ کے لفظ کو (جو اسی مادہ سے نکلا ہے) جنت کیلئے استعمال کیا ہے جو ایسے گھنے باغات پر مشتمل ہے جن کے سائے بہت ہی گہرے ہیں۔ جنّ کے لفظ کا اطلاق سانپوں پر بھی ہوتا ہے جو فطرتاً پوشیدہ اور چھپ کر رہنا پسند کرتے ہیں جس کیلئے وہ الگ تھلگ بلوں اور چٹانوں میں موجود سوراخوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ جنّ کا لفظ باپردہ عورتوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور ایسے سرداروں اور بڑے لوگوں کیلئے بھی جو عوام سے دور رہنا پسند

کرتے ہیں۔ اسی طرح دور دراز اور دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں بسنے والے لوگوں پر بھی جنّ کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ المختصر عام انسانی نگاہ سے اوجھل اور پوشیدہ ہر چیز پر جنّ کا الفاظ اطلاق پاتا ہے۔

جنّ کے لفظ کا مذکورہ بالا مفہوم آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کے عین مطابق ہے جس میں آپ ﷺ نے لوگوں کو خشک گوبر اور ہڈیوں سے استنجا کرنے سے اس لئے منع فرمایا ہے کہ یہ جنّوں کی خوراک ہے۔ جس طرح آج کل صفائی کیلئے ٹائلٹ پیپر استعمال کئے جاتے ہیں اسی طرح پرانے زمانہ میں لوگ صفائی کیلئے مٹی کے خشک ڈھیلے، پتھر یا قریب پڑی کوئی اور خشک چیز استعمال کیا کرتے تھے۔ پس ہم بآسانی یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں جس جنّ کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد کوئی غیر مرئی مخلوق ہی ہے جس کا گزارہ ہڈیوں اور فضلہ وغیرہ پر ہوتا ہے۔ یادرہے کہ اس وقت میں بیکٹیریا اور وائرس کا کوئی تصور موجود نہیں تھا اور کوئی شخص اس قسم کی غیر مرئی اور خوردبینی مخلوق کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جس مخلوق کی طرف آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے، عربی زبان میں اس کیلئے جنّ سے بہتر اور کوئی لفظ نہیں ہے۔

ایک اور اہم بات جس کی طرف قرآن کریم اشارہ کرتا ہے وہ جنّ کی آگ سے تخلیق کے بارہ میں ہے۔ فرمایا: وَ الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (الحجر 28:15) ترجمہ: اور جنّوں کو ہم نے اس سے پہلے سخت گرم ہوا کی آگ سے بنای۔ یہاں آگ کی اس

مخصوص قسم کو بیان کرنے کیلئے جس میں جنّ پیدا کئے گئے، سموم کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی انتہائی گرم اور اچانک بھڑک اٹھنے والی آگ کے ہیں۔ جس سے کوئی دھواں نہیں اٹھتا۔ اسی بات کو قرآن کریم نے ایک اور جگہ اس طرح بیان کیا ہے: وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (الرحمن 16:55) ترجمہ: اور (اس نے) جنّ کو آگ کے شعلوں سے پیدا کیا۔

آیئے اس امر کے ثابت کرنے کے بعد کہ جنّ کا لفظ یہاں بیکٹیریائی قسم کے جانداروں کیلئے مستعمل ہے ہم دوبارہ مذکورہ بالا آیات پر غور کریں جن میں جنّ کی آگ سے تخلیق کا ذکر ہے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے ان آیات کا زیادہ تر اطلاق ان جانداروں پر ہوتا ہو جو اپنی بقا کیلئے آگ کے شعلوں یا خلائی تابکاری شعاعوں (Cosmic Radiation) سے توانائی حاصل کرتے ہیں جس کے لئے سموم کا لفظ بولا گیا ہے۔

ڈکرسن (Dickerson) قدیم ترین جاندار حیات کے بارہ میں اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے غیر ارادی طور پر قرآن کریم کی اس بات سے اتفاق کرتا ہے کہ: "وہ روشنی کی قوت اور بالائے بنفشی (Ultra violate) شعاوں سے توانائی حاصل کرتے ہوں گے۔"

خلائی تابکاری (Cosmic Radiation) کے تناظر میں زندگی کے آغاز کے بارہ میں دیگر سائنسدانوں کی تحقیق میں کوئی خاص ذکر نہیں ملتا۔ لیکن وہ اس نظریہ سے بہر حال متفق ہیں کہ جو مادے بھی حیات کے ارتقا سے پہلے موجود تھے وہ حرارت سے توانائی حاصل کرتے تھے۔ سائنسدانوں کی سابقہ نسل نے بیکٹیریا کی انتہائی قدیم اقسام میں سے

صرف پروکرائیوٹس (Prokaryotes)اوریوکرائیوٹس (Eukaryotes)کاذکر کیا ہے، تاہم کارل۔ آر۔ووز (Karl R. Woese)اور اس کے رفقاکے نزدیک یہ نتیجہ جلد بازی میں اخذ کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:"خورد بینی سطح پر دو قسم کے خلیات پائے جانے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ضرور سالماتی(molecular) سطح پر بھی ان کی دو ہی اقسام پائی جاتی ہوں گی۔"

عام قاری کی آسانی کیلئے ان دو بیکٹیریا یعنی پروکرائیوٹس اور یوکرائیوٹس کے مابین فرق کو عام فہم زبان میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ ان میں مرکزہ یا تو موجود ہوتا ہے یا نہیں۔

پروکیرائیوٹس قسم کے بیکٹیریا میں خلیاتی جھلی تو ہوتی ہے لیکن مرکزہ مفقود ہوتا ہے جبکہ یوکرائیوٹس کے ہر خلیہ میں ایک مرکزہ موجود ہوتا ہے۔

قبل ازیں یہ سمجھا جاتا تھا کہ ابتدا میں بیکٹیریا کی یہی دو اقسام تھیں جن سے حیات کی ایسی اقسام نے جنم لیا جنہیں زندگی کا ماخذ اکہا جاسکتا ہے۔اگرچہ ووز(Woesw)جون 1981ء کے سائنٹیفک امریکن(Scientific American)میں اپنی اس اہم تحقیق کے نتائج کو بیان کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آرک بیکٹیریا(Archaebacteria)یا قدیمی بیکٹیریا کو حقیقی طور پر زندہ مادہ کی ابتدائی شکل سمجھا جاسکتا ہے۔ اس نے اور اس کے رفقائے کار نے سائنسی دنیا کو مطلع کیا کہ آرک بیکٹیریا، بیکٹیریا کی تیسری واضح قسم ہے جو بعد کی تمام اقسام کے وجود میں آنے کا باعث بنی۔ چنانچہ ان آرک بیکٹیریا کو ہی زندگی کا

قدیم ترین ماخذ سمجھنا چاہئے۔

ووز (Woese) اور اس کے رفقائے کار نے اس دریافت کے بارہ میں بہت سے ایسے مزید شواہد پیش کئے ہیں جن کے نتیجہ میں جمود ٹوٹنے لگا۔ اس کے مطابق: "گو چند ایک ماہرین حیاتیات ابھی تک ہمارے اس موقف سے اختلاف رکھتے ہیں، تاہم یہ نظریہ کہ آرک بیکٹیریا انتہائی اعلیٰ سطح پر ایک علیحدہ گروپ کی نمائندگی کرتا ہے اب تسلیم کیا جا رہا ہے۔" ووز (Woese) پھر لکھتا ہے کہ: "اس کا مطلب یہ ہے کہ میتھانو جنز (Methanogens) کسی بھی بیکٹیریا جتنے یا ان سے بھی زیادہ قدیم ہیں۔"

'The Hutchinson Dictionary of Science' کے مطابق: "آرک بیکٹیریا کا تعلق بالکل ابتدائی شکل سے ہے جو چار اب سال قبل معرض وجود میں آئی جب کرہ ارض پر آکسیجن نہیں تھی۔

لیکن 'Genetics, a Molecular Approach' کا مصنف کہتا ہے: "1977ء سے آرک بیکٹیریا اور دوسرے پروکرائیوٹس (Prokaryotes) کے مطالعہ کے نتیجہ میں اتنے نمایاں فرق دریافت ہوئے کہ اب مائکروبیالوجی (Microbiology) کے ماہرین ان اقسام کو آرک بیکٹیریا سے ممتاز کرنے کے لئے آرکیا (Archaea) کی اصطلاح تجویز کرتے ہیں۔"

قرآن کریم نے جس مخلوق کیلئے جنؔ کا لفظ استعمال کیا ہے وہ مذکورہ بالا وضاحت کے عین مطابق ہے۔ سائنس دان متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ یہ بیکٹیریا حرارت سے توانائی

حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لیکن ڈکرسن (Dckerson) کے علاوہ کوئی بھی اس سے متفق نہیں کہ یہ بیکٹیریا بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں اور کاسمک شعاعوں سے براہ راست پیدا کئے گئے ہیں۔ مگر دیگر سائنس دان جدید تحقیق کے ذریعہ مزید اسرار سے مسلسل پردہ اٹھارہے ہیں۔

"یہ بیکٹیریا سمندر کی تہوں، گرم چشموں، بحیرہ مردار اور نمک کے میدانوں حتیٰ کہ گندگی کے ڈھیروں پر بھی زندہ رہ سکتے ہیں۔"

ان سب میں سے آغاز حیات کے مسئلہ پر ووز (Woese) اور اس کے رفقائے کار کو کامل یقین ہے کہ آرک بیکٹیریا ہی سب سے قدیم ہے۔ کچھ سائنسدانوں کے نزدیک ممکن ہے کہ ان کا ارتقا کسی نامعلوم ماخذ سے بیک وقت ہوا ہو۔

لیکن یہ معاملات نفس مضمون سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ دوسرے بیکٹیریا انہی سے پیدا ہوئے تھے یا نہیں، تو موجودہ بحث سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ متعلقہ بات تو صرف اتنی ہے کہ قدیم ترین بیکٹیریا کی تمام اقسام اپنی توانائی براہ راست حرارت سے حاصل کرتی تھیں اور یہ امر اس قرآنی دعویٰ کو زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہے جو آج سے چودہ سو سال قبل ان الفاظ میں کیا گیا تھا۔

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (الحجر 28:15) ترجمہ: اور جنّوں کو ہم نے اس سے پہلے سخت گرم ہوا کی آگ سے بنایا۔

مسلّمہ سائنسی تحقیقات کے مطابق آگ سے براہ راست حاصل ہونے والی حرارت نے زندگی کے آغاز سے قبل ہی ان جاندار اجسام کی تخلیق اور ان کو برقرار رکھنے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں منظّم زندگی کیلئے درکار توانائی کے انتقال کا یہی واحد ذریعہ تھا۔ اربہا سال تک پھلنے پھولنے اور پھر موت سے ہمکنا ہونے کے بعد گلنے سڑنے اور عمل تخمیر کے نتیجہ میں یقیناً سمندر آلودہ ہوگئے ہوں گے یہاں تک کہ سمندر قدیمی شوربہ (Primordial Soup) کی شکل اختیار کر گئے جس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔"

(الہام، عقل، علم اور سچائی، از حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ۔ صفحہ 311 تا 315۔ ایڈیشن 2007ء۔ اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز یوکے)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایم ٹی اے انٹر نیشنل پر نشر ہونے والے معروف پروگرام لقاء مع العرب منعقدہ 17 ستمبر 1994ء میں جِنّات کے حوالے سے تفصیلی اور سیر حاصل گفتگو فرمائی، جو درج ذیل ہے۔

محترم سید حلمی الشافعی نے سوال کیا کہ: ''سعودی عرب اور دیگر ملکوں کے اخبارات میں مختلف علماء اور ایک بڑے مفتی صاحب کی طرف سے یہ خبریں شائع ہورہی ہیں کہ وہ لوگوں کے اندر سے جِنّات کو نکال سکتے ہیں، اور ان کے قدموں کی چاپ سن سکتے ہیں۔ اس بات کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے''۔

حضور نے فرمایا: ''لفظ جِنّ کے بارے میں ساری دنیا میں ابہام پایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جِنّ صرف ایسی مخلوق کے لئے استعمال ہو سکتا ہے جو غیر مرئی ہو۔ جیسے بھوت پریت، اور یہ مخلوق جس جگہ چاہے رسائی حاصل کر سکتی ہے، جہاں چاہے رہ سکتی ہے، اور کسی بھی ٹھوس چیز سے گذر سکتی ہے۔ مختلف عملیات اور قرآنی آیات سے اس مخلوق کو تسخیر کیا جا سکتا ہے، اور انسانوں کی خدمت پر معمور کیا جا سکتا ہے۔

پھر اسی قماش کے لوگ یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ بعض دفعہ جِنّ انسان پر قابو بھی پا لیتے ہیں، اور اس کے خیالات پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ پھر ایسا آدمی کسی بد روح کے سائے میں دو ذہنوں اور دو مختلف خیالات اور کیفیات کے ساتھ وقت گذارتا ہے۔ عام طور پر ایسی بد روح مؤنث شکل میں ہوتی ہے۔ اور جب آپ ایسے شخص سے کلام کریں تو وہ جِنّ آپ کے سوال کا جواب دے گا۔ علماء یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ تراکیب اور قرآنی آیات

پر مبنی عملیات ہیں جن سے ہم ایسی بدروحوں پر قابو پاسکتے ہیں، اور وہ انسان کے جسم سے نکل کر بھاگ جاتی ہیں۔

پھر انہی علماء کا خیال ہے کہ ان قرآنی آیات کی برکت سے آپ جِنّات کو تسخیر کرسکتے ہیں، اور اپنے مطلب کے کام کرواسکتے ہیں۔ مثال کے طور آپ اسے کہیں کہ میرے لئے مرغ کا کھانالاؤ تو وہ فوراً آپ کے لئے کھانا حاضر کر دے گا۔ الف لیلوی کہانیوں کے کرداروں میں بھی اسی طرح کی افسانوی باتیں ملتی ہیں۔

لیکن وہ علماء و مشائخ اور صوفیاجو جِنّات کی تسخیر پر یقین رکھتے ہیں ان کا تعلق تیسری دنیا کے بھوکے ننگے اور غریب ممالک سے ہے۔ مگر ان کے جِنّات میں یہ طاقت نہیں کہ زمین سے تیل یا دیگر مدفون خزائن نکال سکیں۔ ان کے لئے صنعتیں قائم کر دیں۔ پس وہ کس قسم کے جِنّ ہیں؟۔ کتنی حیرت کی بات ہے۔

اب میں اس معاملے پر قرآن مجید کے حوالے سے بات کرتاہوں۔ اگر آپ قرآن مجید پر غور کریں تو بسم اللہ کے ''ب'' سے لے کر والنَّاس کی ''س''تک آپ کو ایک بھی آیت ایسی نظر نہیں آئے گی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ کسی انسان پر کسی زمانے میں جِنّات نے قابو پایا۔ آپ قرآن مجید کو بار بار تدبر سے پڑھیں اور غور کریں، اس بات کا کوئی ایک بھی ثبوت نہیں ملے گا کہ کسی جِنّ نے کبھی کسی انسان پر غلبہ پایا ہو۔ اور اگر قابو پالے تو اس کو نکال بھگاؤ۔

ہاں قرآن مجید اس بات کا اعلان ضرور کرتا ہے کہ بے ایمان لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں، اور صاحب ایمان کا یہ شیوہ نہیں۔ قرآن مجید بار بار اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ مشرکین مکہ یہ کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ پر جِنّات کا سایہ ہے۔ اور گذشتہ انبیاء کی امتوں نے بھی اپنے نبیوں کو مجنون کہا۔

کبھی کسی پیغمبر خدا نے ایسا دعویٰ نہیں کیا کہ فلاں شخص پر جِنّات کا سایہ ہے۔ یا اس کے اندر کوئی بد روح ہے۔ پس یہ جھوٹے لوگوں کا دعویٰ ہے۔ کبھی کسی سچے نے اس طرح کی بات نہیں کی۔ اس طرح کے دعوے اس بنیاد پر کئے جاتے ہیں کہ ان کے خیال میں جِنّات غیب کا علم رکھتے ہیں، اور مختلف افعال سر انجام دے سکتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ ایک نبی کے کلام میں غیب کی باتیں، پیشگوئیاں اور معجزات دیکھتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں کہ ہمارے جیسا ایک شخص یہ باتیں کیسے کر سکتا ہے، ایسے معجزات کیسے دکھا سکتا ہے اور ایسی پیشگوئیاں کیونکر کر سکتا ہے۔ اور چونکہ انہیں ہستی باری تعالیٰ پر یقین ہی نہیں ہوتا اس لئے وہ کہتے ہیں کہ یہ کوئی جِنّ ہے جس کا اس شخص پر سایہ ہے، اور وہ اس کی مدد کر رہا ہے۔ اور آجکل کے علماء کے نزدیک ایسا شخص جس پر جِنّات کا سایہ ہو اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے عرب کے بت پرستوں مشرکین اور کفارِ مکہ کا اعتقاد تھا۔ اسی سے لفظ جنون نکلا، جو ایسی کیفیت کی طرف اشارہ کرتا ہے جب انسان ذہنی توازن کھو بیٹھے اور حواس باختہ ہو جائے۔ اسی لئے انبیاء کو ان کی قوموں نے مجنون کہا، کہ اس پر جِنّوں کا سایہ ہے۔

پس ہمیشہ یاد رکھیں چاہے قرآن مجید ہو، دیگر الہامی کتابیں یا انبیاء کے صحائف کہیں بھی یہ ذکر نہیں ملے گا کہ کچھ لوگوں پر جِنّات قبضہ کر لیتے ہیں ۔ ہاں یہ ذکر ضرور ملتا ہے کہ جھوٹے بد اعمال اور بے ایمان لوگ جو غیر اللہ پر یقین رکھتے ہیں، یہ ان کا عقیدہ ہے، وہ یہ ایمان رکھتے ہیں کہ جِنّات اور بد روحیں انسان پر غلبہ پا لیتی ہیں۔ اس لئے میں نہیں جانتا کہ ان علماء نے کون سا قرآن پڑھا ہے، اور یہ عقیدہ کہاں سے گھڑا ہے۔

اس جگہ سید حلمی شافعی صاحب نے کہا کہ یہ علماء سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 276 (الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ۔ جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے اپنی مَس سے حواس باختہ کر دیا ہو) والی آیت میں مذکور شیطان کو جِنّ کے ساتھ جوڑ کر ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ کہ یہ شیاطین جِنّ ہیں اور یہ جِنّ انسانوں کو چھو کر حواس باختہ کر سکتے ہیں، حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قرآن مجید اس بارے میں یہ فرماتا ہے کہ جب برے لوگ اپنی آرزوں اور خواہشات سے اس حد تک مغلوب ہو جاتے ہیں کہ انہیں اور کسی چیز کی ہوش ہی نہ رہے تو وہ ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ گویا شیطان انہیں چھو گیا ہے ۔ مگر یاد رکھیں کہ قرآن مجید واضح طور پر بیان کر رہا ہے کہ حقیقت میں ایسا نہیں مگر وہ سمجھتے یہی ہیں (گویا کہ) کے الفاظ قابل غور ہیں، ان پر قرآن مجید زور دے رہا ہے۔ مگر یہ بالکل اور بیان ہے۔ یہاں جِنّات کا ذکر نہیں۔ اور یہ بھی قابل غور ہے کہ کبھی کسی پیغمبر یا رسول نے شیطان کو بھگانے اور اس بد روح کو نکالنے کے لئے کسی الہامی کتاب کی کسی آیت کا استعمال نہیں کیا۔

اگر کوئی ایسی آیت موجود ہوتی تو ابو جہل جو شیطانوں کا سردار تھا، اور علماء کے قول کے مطابق شیطان ہی جِنّ ہے تو کیا رسول اللہ ﷺ کو وہ طریق معلوم نہیں تھا جو آجکل کے علماء کے علم میں ہے کہ کس طرح جِنّ سے خلاصی پاتے ہیں؟ ۔ کتنا جاہلانہ، بودا، بے بنیاد اور خرافات پر مبنی عقیدہ ہے۔ جو لوگ اس خیال کے حامی ہیں دراصل وہ مسِّ شیطان کی وجہ سے حواس باختہ ہو چکے ہیں۔

مذاہب کی تاریخ میں کوئی ایک بھی مثال نہیں ملتی کہ دنیا میں کبھی کسی نبی نے کسی الہامی کتاب کی کوئی آیت یا حصہ پڑھ کر کسی دیوانے یا مجنون کو جِنّات سے آزاد کروایا ہو۔ ہاں بائبل میں یہ عجیب و غریب کہانی موجود ہے کہ یسوع مسیح نے کسی انسان کے جسم سے بد روح نکالی اور یہ بدروحیں اتنی کثیر تعداد میں تھیں کہ وہ بھیڑوں کے ایک ریوڑ میں جا گھسیں اور وہ تمام بھڑیں حواس باختہ ہو کر پانی میں کود کر مر گئیں (مرقس باب 5 آیات 1 تا20)۔ نئے عہد نامے کی اس کہانی پر عیسائی چاہیں تو اعتبار کریں، لیکن کوئی بھی سنجیدہ اور صاحب فراست مسلمان ان بے ہودہ قصوں پر یقین نہیں کرے گا۔ کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کبھی اس طرح کا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اور قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی کبھی اس طرح کا کوئی واقعہ نہیں ہوا، نہ موسیٰ کے زمانے میں اور نہ کسی اور نبی کے وقت میں۔

ہاں جب کسی انسان کو شیطان چھوتا ہے، اور قرآنی تعلیم کے مطابق شیطان جِنّات میں سے ہے، تو ایسا انسان صداقت کو قبول کرنے سے انکاری ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں ناری صفات

پائی جاتی ہیں، اسی لئے قرآن مجید میں ارشاد ہےوَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ۔
(الرّحمٰن:16) یعنی ''جن کو آگ کے شعلوں سے پیدا کیا''۔ مگر یہ عربی محاورہ ہے، جیسے
فرمایا: خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ۔ عجل کیا ہے، آپ عجل سے کس طرح انسان کو پیدا
کر سکتے ہیں؟ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا انسان جس میں جلد بازی پائی جاتی ہو۔ بالکل اسی
طرح جس انسان میں غصہ پایا جاتا ہو وہ ناری صفات کا حامل کہلائے گا۔ یہ بہت اعلیٰ پائے
کے عربی محاورے ہیں، اور قرآن مجید میں انتہائی اعلیٰ درجے کے محاوروں سے مزین ہے
اس لئے جِن ؓ کا مطب ہے بات کو ردّ کرنے والا، قبول کرنے سے انکاری۔ شیطان میں انکار
کا مادہ ہے۔ اس نے الٰہی حکم ماننے سے انکار کیا۔ ابلیس نے بھی الٰہی حکم کے مطابق آدم کو
سجدہ کرنے اور اس کی فرمانبرداری کرنے سے انکار کیا۔ اس کا جواب کیا تھا، قَالَ اَنَا خَيْرٌ
مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ(الاعراف:13)۔''اس نے کہا میں اس
سے بہتر ہوں تو نے مجھے تو آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے گیلی مٹی سے پیدا کیا''۔ یعنی آگ
پانی کو سجدہ نہیں کرے گی۔ آگ میں بھسم کرنے کی طاقت ہے اس لئے میں اس سے بہتر
ہوں۔ یہ تیرا نبی یعنی آدم نیکی کا حکم دیتا ہے، جبکہ میں برائی کا دلدادہ ہوں۔ کیسے ہو سکتا
ہے کہ میں اس کے سامنے جھک جاؤں۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا، نکل جا، آج سے تو
دھتکارے اور ذلیل لوگوں میں سے ہے۔ ابلیس نے کہا مجھے ڈھیل دے تاکہ میں تیرے
بندوں کو بہکاؤں۔ تب فرمایا کہ طینی صفت رکھنے والے وہ تمام لوگ جو میری عبادت کریں
گے ان پر تو کبھی غلبہ نہیں پا سکے گا۔

اس کائنات میں قرآن مجید کو سب سے زیادہ سمجھنے والا وجود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے۔ آپ نے جنّ اور شیطان کی حقیقت کو کیسے سمجھا۔ کیونکہ قرآنی محاورے کے مطابق شیطان اور جنّ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں: كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ۔ اب دیکھیں رسول کریم ﷺ کیا فرماتے ہیں: " عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ" قَالُوا: وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: "وَإِيَّايَ إِلَّا أَنَّ اللهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ، فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ" ۔

(صحیح مسلم كِتَاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ، باب تَحْرِيشِ الشَّيْطَانِ وَبَعْثِهِ سَرَايَاهُ لِفِتْنَةِ النَّاسِ وَأَنَّ مَعَ كُلِّ إِنْسَانٍ قَرِينًا)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" :تم میں سے کوئی نہیں مگر اس کے ساتھ ایک شیطان اس کا ساتھی نزدیک رہنے والا مقرر کیا گیا ہے۔ "لوگوں نے عرض کیا: کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی یا رسول اللہ شیطان ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا" :ہاں میرے ساتھ بھی ہے لیکن اللہ نے اس پر میری مدد کی ہے اور میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے، اس لئے میں سلامت رہتا ہوں اور وہ مجھے نیکی کے سوا اور کوئی بات نہیں بتاتا۔" اب معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے نفس امّارہ کو جنّ یا شیطان سے تشبیہ دی ہے۔ نفس امّارہ وہ قوت جو انسان کو برائی پر ابھارے، اطاعت سے روکے۔ پس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ آپ نفس امّارہ کے شر سے مکمل طور پر پاک ہیں۔ آپ کے دل میں کبھی

کسی قسم کی برائی کا خیال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ مطب ہے اس محاورے کا کہ آپ کا شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔ یہ اس حدیث کا حقیقی مفہوم ہے۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ آگ سے بنا ہوا شیطان انسان کے جسم میں داخل ہو اور اس کی رگوں میں خون کے ساتھ گردش کر رہا ہو۔ پس اسی طرح خدا تعالیٰ کا کلام انتہائی اعلیٰ درجے کے الفاظ اور محاروں سے پُر ہے، اور اسے سمجھنے کے لئے عقل سلیم کی ضرورت ہے۔

جِنّات کے حوالے سے علماء حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کا خاص طور پر تذکرہ کرتے ہیں کہ ان کے زمانے میں جِنّات مسخر کئے گئے تھے۔ سوال یہ ہے کہ وہ جِنّات کیا کرتے تھے؟ قرآنی بیان کے مطابق وہ بہت جفاکش جِنّ تھے جو ان کے لئے انتہائی مشکل کام کرتے تھے۔ ان جِنّات کی مدد سے انہوں نے مختلف بھاری صنعتیں لگائیں۔ پس اگر یہ علماء قرآنی آیات کی مدد سے جِنّات کو مسخر کر سکتے ہیں تو انہیں عرب ممالک میں مختلف صنعتیں لگانی چاہیں، ان کے جِنّات کر کیا رہے ہیں۔ غریب ممالک میں لوگ بھوک اور افلاس کا شکار ہیں، ان علماء کے جِنّات کو وہاں مختلف ترقیاتی کام کرنے چاہیں، لیکن اصل میں وہ ایسا کر نہیں سکتے، کیونکہ وہ جِنّات کی حقیقت کو سمجھے ہی نہیں۔ جبکہ قرآن حکیم ان کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے مختلف تمثیلات پیش کرتا ہے، لیکن اگر آپ ان تمثیلات پر غور وخوض نہیں کریں گے تو یونہی اٹکل پچو مارتے رہیں گے۔ اب دیکھیں قرآن مجید کیا فرماتا ہے، پہلی بات جو غور طلب ہے وہ یہ کہ ان انبیاء کے جِنّات زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، اور اسی حالت میں انہیں کام لے جایا جاتا تھا۔

اب ان علماء کے عقیدے کے مطابق اگر جِنّات غیر مرئی مخلوق ہیں، اور وہ کسی بھی ٹھوس چیز سے گزرنے کی اہلیت رکھتے ہیں تو وہ لوہے کی زنجیروں میں کیسے باندھے گئے؟۔ یہ ذکر نہیں ملتا کہ وہ بائبل کی آیات سے باندھے گئے تھے، یا کسی اور الہامی کتاب کی آیات سے باندھے گئے تھے، نہ قرآن مجید میں ذکر ہے کہ فلاں آیات کی مدد سے ان جِنّات کو باندھا گیا تھا۔ تو پھر ان علماء کو وہ آیات کیسے معلوم ہو گئیں، جن سے جِنّات کو تسخیر کیا جاتا ہے؟۔ قرآنی بیان کا یہ مطلب ہے کہ وہ ضدی ہٹ دھرم اور باغی لوگ تھے، جنہیں اُس وقت کی حکومت نے غلام بنایا، اور یہ طاقت اللہ کی طرف سے ان انبیاء کو ملی کہ ایسے لوگوں پر غلبہ پائیں اور ان سے سخت محنت کا کام لیں، اور یہ اس زمانے کا عام رواج تھا۔ فراعین مصر نے بھی سینکڑوں ہزاروں قیدیوں کو زنجیروں میں جکڑ کر ان سے بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں۔ اور قرآن مجید بھی اسی صداقت کو بیان کر رہا ہے۔ یہ کہیں ذکر نہیں کہ حضرت داؤد یا حضرت سلیمان علیہم السلام کے وقت لوگوں کے اندر بدروحیں بولتی تھیں۔

پھر یہی علماء یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ جِنّ آگ سے بنی ہوئی مخلوق ہے۔ مگر یہی جِنّ جب کسی عام انسان کے اندر داخل ہوتے ہیں تو وہ جل کر بھسم کیوں نہیں ہوتا۔ ایک غریب بے بس خاتون کے جسم میں آگ سے بنا ہوا جِنّ داخل ہوتا ہے، آگ نہ اس کے کپڑوں کو جلاتی ہے نہ جسم کو۔ یہ کس قسم کے جِنّ ہیں؟۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے زمانے کے جِنّات کے بارے میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ وہ پانی میں غوطے لگاتے تھے اور قیمتی موتی اور مونگے نکال کر لاتے تھے۔ یہ بھی انتہای غور طلب بات ہے کہ وہ

کیسی ناری مخلوق تھی، کیسی آگ تھی جو گہرے پانیوں میں گھس جاتی تھی مگر نہ ماند پڑتی تھی نہ بجھتی تھی؟؟ پس یہ بیان بھی اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ وہ عام انسان تھے مگر ضدی ہٹ دھرم اور باغی۔ وہ بہت مشکل اور بھاری کام کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان انبیاء کے زمانے میں صنعتی ترقی عروج پر تھی۔ مگر جب حضرت سلیمان کی وفات ہوئی اور آپ کا نااہل بیٹا تخت نشین ہوا، تو جلد ان جفاکش پہاڑی لوگوں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ اس حکمران میں وہ دم خم نہیں تو انہوں نے نہ صرف خدمات بجالانے سے انکار کر دیا، بلکہ بغاوت کرکے مختلف علاقوں پر اپنی اجارہ داری قائم کرلی، اور وہ عظیم سلطنت پارہ پارہ ہوگئی، مگر وہ جِنّ بدروح بن کر کسی کے جسم میں نہیں گھسے۔ یہ حقائق ہیں جو قرآن مجید بیان کرتا ہے۔

مگر اگر یہ علماء قرآنی آیات سے علم پاکر ایسے جِنّات پر یقین رکھتے ہیں جو ان کے تابع ہیں تو انہیں اس طاقت کا عملی مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ مثلاً جب وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے فلاں شخص کے جسم سے جِنّ نکال دیا ہے اور اُسے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا، یہاں تک تو درست ہے، مگر جب وہ جِنّ ان کے قبضے میں آجاتا ہے اور ان کی خدمت پر معمور ہو جاتا ہے تو انہیں یہ منظر ہمیں بھی دکھانا چاہیئے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ جِنّ حضرت سلیمان کے جِنّات کی طرح بڑی بڑی صنعتیں اور کارخانے لگادیں، مگر ان کے گھر کے کام کاج کرتے اور ان جوتے پالش کرتے تو نظر آنے چاہیئیں اور یہ منظر عوام الناس کو کو بھی دکھایا جانا چاہیئے تاکہ ان کا یقین بھی کامل ہو جائے، اور اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو ان علماء کو اس طرح

کے بے بنیاد اور فضول دعوے بھی نہیں کرنے چاہیئیں۔

علماء اس ضمن میں سورۃ الجن کو بھی پیش کرتے ہیں کہ قرآن مجید اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ جِنّات کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اسلام قبول کیا۔ پس آپ جِنّات کے وجود سے کیسے انکار کرسکتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم جِنّات کے وجود کا انکار نہیں کر رہے، نہ قرآن مجید کی تکذیب۔ ہم تو اس جِنّ کا انکار رہے ہیں جو ان علماء کے ذہن کی پیدوار ہے۔ امر واقعہ کیا ہے، جِنّات کا ایک وفد دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوتا ہے اور مدینہ شہر سے باہر خیمہ زن ہوتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ تنہا اس وفد سے ملنے کے لئے جاتے ہیں ان کے ساتھ گفتگو فرماتے ہیں اور کچھ وقت ان کے ساتھ گزارتے ہیں۔ کسی حدیث میں اس بات کا تذکرہ نہیں کہ آپ ﷺ نے ان جِنّات کو قابو میں لانے کے لئے کوئی قرآنی آیت پڑھی ہو یا کوئی اور عمل کیا ہو۔ آپ نے انہیں پیغام حق پہنچایا، ان کے سوالات کے جواب عنایت فرمائے اور انہوں نے شرح صدر کے ساتھ آپ کی صداقت کا اقرار کیا اور اسلام قبول کیا، پھر واپسی کا قصد کیا۔ پھر آگے دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ ان کے جانے کے اگلے دن رسول اللہ ﷺ صحابہ کو اس وفد کی آمد کی خبر دیتے ہیں۔ لوگ وہ مقام دیکھنے جاتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ پتھروں سے چولہے بنا کر آگ جلائی گئی ہے، جلی ہوئی لکڑیاں اور راکھ ابھی تک موجود ہے جو انسانوں کے قیام کا پتہ دیتی ہے۔ جِنّ جو ہے ہی ناری مخلوق اُسے آگ کی کیا ضرورت ہے؟۔ بات یہاں ختم نہیں ہوتی، وہ چند جِنّ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی تبلیغ کے نتیجہ میں مشرف

بہ اسلام ہوئے کیا دنیا میں صرف وہی چند جِنّ تھے، کیا آپ صرف ان کے لئے نبی اور رسول تھے۔ آپ ﷺ نے باقی جِنّات کو کب پیغام حق پہنچایا۔ دنیا میں موجود باقی جِنّات کا کیا بنا؟ جس طرح آپ نے طائف اور دیگر بستیوں کا سفر کیا اور پیغام حق پہنچایا آپ کبھی جِنّات کی طرف نہ گئے تاکہ وہ بھی اس نعمت سے سرفراز ہوتے۔ مشرکین مکہ اور دیگر قبائل عرب سے جنگی معرکے ہوئے کبھی جِنّات کے کسی گروہ سے مڈ بھیڑ نہ ہوئی۔

جِنّات کا وہ وفد جو دربار رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرتا ہے، وہ کیا اقرار کر رہے ہیں وہ بھی قابل توجہ ہے کہ پہلے ان کا عقیدہ کیا تھا: وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ (سُوْرَةُ الْجِنّ:8)۔ ہم کتنے بے وقوف تھے جو یہ گمان رکھتے کہ نبوت ختم ہو گئی اور اب دنیا میں کوئی نبی نہیں آئے گا، ہمارا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ پس یہ اقرار بھی ان کے انسان ہونے کی دلیل ہے۔ ان کا عقیدہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے پیروکاروں جیسا تھا، بالکل وہی جو آجکل عام مسلمانوں کا ہے۔ وہ یہ گمان کر بیٹھے تھے کہ یوسف کے جانے کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا، اور اب دنیا کسی نبی کا منہ نہیں دیکھے گی: "حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا" (سُوْرَةُ الْمُؤْمِن:35)۔ اسی لئے ان لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد آنے والے نبیوں کا انکار کیا، اور ان کی مخالفت کی۔ پس عین ممکن ہے کہ جِنّات کا یہ گروہ حضرت یوسف علیہ السلام کی امت میں سے ہو، کیونکہ ان کے علاوہ قرآن مجید ختم نبوت کے حوالے سے کسی اور امت کا ذکر نہیں کرتا۔ اور ان جِنّات کا یہ اقرار بھی اس خیال کو تقویت دیتا ہے کہ: " وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ

سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا"(سُوْرَۃُ الْجِنّ:5)۔ ہم کیسے بے وقوف تھے کہ اللہ پر بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے تھے اور نبوت بند کر بیٹھے تھے، مگر اپنی آنکھوں سے ایک نبی کی زیارت کر آئے اور اس پر ایمان لے آئے۔ پس یہ وہ جِنّ ہیں جو مسلمان ہوئے مگر انہوں نے اپنی پہچان پوشیدہ رکھی، کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کے علاقے کے لوگ کس طرح کا ردّ عمل دکھائیں گے۔ پس اگر وہ حقیقی جِنّ تھے جو عوام الناس کے عقیدے کے مطابق غیر مرئی مخلوق ہے تو انہیں کسی قسم کا خوف نہیں ہونا چاہیئے تھا، کیوں اللہ کے رسول مدینہ سے چند میل باہر انہیں اکیلے میں ملنے گئے؟۔ آج کے مولوی کو جو جِنّ نظر آرہا ہوتا ہے وہ دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے، پس اُن جِنّات نے یہ معجزہ کیوں نہ دکھایا کہ صرف رسول اللہ ﷺ انہیں دیکھ سکتے اور باقی لوگوں کو کچھ نظر نہ آتا۔ یہ وہ حقائق ہیں جو ان کے انسان ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر ایک حدیث رسول ﷺ بھی اسی حقیقت کو واضح کرتی ہے، آپ صحابہ کو یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ ہڈی سے استنجانہ کرو کہ تمہارے جِنّ بھائیوں کی خوراک ہے، پس ایسے جِنّ تو مدینہ کے اندر باہر، ارد گرد پہلے سے موجود تھے۔ پھر یہ وفد مدینہ سے باہر کیوں قیام پذیر ہوا۔ یہ امر بھی اس حقیقیت کو آشکار کرتا ہے کہ لفظ جِنّ کا ایک مطلب پوشیدہ مخلوق ہے۔ جیسے بیکٹیریا، وائرس وغیرہ۔

پس وہ حکیم رسول جو کُل عالم کا معلم تھا اُس نے اسوقت زمانے کی بیکٹیریا اور وائرس کی موجودگی کا پتہ دیا جب دنیا ابھی اس سے بے خبر تھی، پندرہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا کہ ایک قسم کی غیر مرئی مخلوق بھی ہے جو جِنّ کہلاتی ہے جو ہڈی بھی کھاتی ہے، یہ

آپ ﷺ کی صداقت کا بھی ایک زبردست ثبوت ہے۔
حقیقت یہ کہ قرآن مجید جِنّات کی تمام اقسام کو بڑے واضح انداز میں بیان کرتا ہے، اور علماء و مفسرین کے خیالی جِنّات کو کلیۃ ردّ کرتا ہے"۔

(https://www.youtube.com/watch?v=nrBlJb5Uqhg)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک دوست کے خط کے جواب میں فرماتے ہیں: ’’قرآن کریم اور حدیث میں جنّ کا لفظ کثرت کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی مخفی رہنے والی چیز کے ہیں۔ جو خواہ اپنی بناوٹ کی وجہ سے مخفی ہو یا اپنی عادات کے طور پر مخفی ہو۔ اور یہ لفظ مختلف صیغوں اور مشتقات میں منتقل ہو کر بہت سے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور ان سب معنوں میں مخفی اور پس پردہ رہنے کا مفہوم مشترک طور پر پایا جاتا ہے۔

چنانچہ جنّ والے مادہ سے بننے والے مختلف الفاظ مثلاً جَنَّ سایہ کرنے اور اندھیرے کا پردہ ڈالنے، جنین ماں کے پیٹ میں مخفی بچہ، جنون وہ مرض جو عقل کو ڈھانک دے، جنان سینہ کے اندر چھپا دل، جَنَّۃ باغ جس کے درختوں کے گھنے سائے زمین کو ڈھانپ دیں، مِجَنَّۃ ڈھال جس کے پیچھے لڑنے والا اپنے آپ کو چھپالے، جانٌّ سانپ جو زمین میں چھپ کر رہتا ہو، جَنَن قبر جو مردے کو اپنے اندر چھپالے اور جُنَّۃ اوڑھنی جو سر اور بدن کو ڈھانپ لے کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

پھر جنّ کا لفظ باپردہ عورتوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ نیز ایسے بڑے بڑے رؤسا اور اکابر لوگوں کے لیے بھی بولا جاتا ہے جو عوام الناس سے اختلاط نہیں رکھتے۔ نیز ایسی

قوموں کے لوگوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو جغرافیائی اعتبار سے دور دراز کے علاقوں میں رہتے اور دنیا کے دوسرے حصوں سے کٹے ہوئے ہیں۔

اسی طرح تاریکی میں رہنے والے جانوروں اور بہت باریک کیڑوں مکوڑوں اور جراثیم کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اسی لیے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رات کو اپنے کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانپ کر رکھنے کا ارشاد فرمایا اور ہڈیوں سے استنجا سے منع فرمایا اور اسے جنّوں یعنی چیونٹیوں، دیمک اور دیگر جراثیم کی خوراک قرار دیا۔

علاوہ ازیں جنّ کا لفظ مخفی ارواح خبیثہ یعنی شیطان اور مخفی ارواح طیبہ یعنی ملائکہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ''وَاَنَّامِنَّا الصّٰلِحُونَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ۔

(سورۃ الجن: 12)

پس جنّ کے لفظ سے بہت سی چیزیں مراد ہو سکتی ہیں لیکن یہ درست نہیں کہ دنیا میں کوئی ایسے جنّ بھی پائے جاتے ہیں جو لوگوں کے لیے کھلونا بنتے ہوں یا لوگوں کو قابو میں لا کر انہیں اپنا کھلونا بناتے ہوں۔ یا وہ کچھ لوگوں کے دوست بن کر انہیں میوے اور مٹھائیاں لا کر دیتے ہوں اور بعض کے دشمن بن کر ان کے سروں پر چڑھ کر اور انہیں چمٹ کر انہیں تنگ کرتے ہوں۔ اس قسم کے خیالات مولویوں کی ایجادات ہیں جو کمزور دماغ اور وہمی خیال لوگوں کو اپنے ہتھکنڈوں سے شکار کر کے ان سے فائدے اٹھاتے ہیں۔ اسلام میں اس قسم کے جنّات کی کوئی سند نہیں ملتی اور سچے مسلمانوں کو اس قسم کے توہمات سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اگر ایسے کوئی جن ّہوتے تو ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ وہ وجود باجود تھے جن کی ان جنّات کو لازماً مدد اور آپ کے دشمنوں کے سروں پر چڑھ کر انہیں تباہ و برباد کرنے کی سعی کرنی چاہیے تھی، خصوصاً جبکہ قرآن و حدیث میں آپ ﷺ پر ایک قسم کے جنّوں کے ایمان لانے کا ذکر بھی موجود ہے۔ پس عملاً ایسا نہ ہونا ثابت کرتا ہے کہ ان تصوراتی جنّوں کا اس دنیا میں کوئی وجود نہیں۔"

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن، 25 جون 2001ء، صفحہ 11 تا 13۔ جلد 28 شمارہ 51)
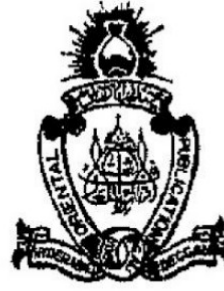
تاريخ جرجان

او

كتاب معرفة علماء اهل جرجان

لابى القاسم حمزة بن يوسف بن ابراهيم

السهمى

المتوفى سنة ٤٢٧ ه

* * *

عن

النسخة الوحيدة المحفوظة

فى مكتبة بودلين بجامعة اكسفورد

من مستملكات الاسقف الاعظم وليم لاد

(رقم ٢٧٦)

الطبعة الاولى

بمطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد الدكن - الهند

سنه ١٣٦٩ ه = ١٩٥٠ م

قرآنی آرکیالوجی

علم آثار قدیمہ کے ایک ماہر جماعت کے معروف آرکیالوجسٹ محترم مظفر چودھری صاحب نے چند سال قبل "قرآنی آرکیالوجی" کے عنوان سے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹر نیشنل کے لیے چند پروگرامز ریکارڈ کروائے، جو جماعت کی مرکزی ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ اس سلسلے کے پروگرام نمبر 5 اور 6 میں موصوف نے جنّات کے حوالے سے سیر حاصل بحث کی ہے۔ ان کی گفتگو کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1۔ قرآن مجید انسان اور جنّ کے ایک دَور میں موجود ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ جنّ کے مادے میں وسیع مفہوم پوشیدہ اور چھپے رہنے کا موجود ہے۔

2۔ قرآن مجید کو سب سے بہتر رسول اللہ ﷺ نے سمجھا، آپ ﷺ نے جنّ کے تین مطلب بیان فرمائے، ایک وہ جو ہوا میں ہیں اور ہوا کی طرح ہیں، یعنی بیکٹیریا اور وائرس کی مختلف اقسام۔ دوسرے وہ جو سوراخوں میں چھپنے والے وجود ہیں اور تیسرے وہ جو خیمے لگاتے اور اکھاڑتے ہیں، یعنی خانہ بدوش بیابانوں اور پہاڑوں میں پوشیدہ رہنے والے لوگ جو ایک جگہ مستقل سکونت نہیں رکھتے۔

3۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں نصیبین، ساوا، موصل، یمن اور حرّان کے علاقوں سے جنّوں کے وفود کا آنا بیان کیا جاتا ہے۔ ان کو جنّات اس لیے کہا گیا کہ تنہائی میں خاموشی سے سفر کر کے آئے، کیونکہ اُس زمانے میں فارسی حکومت کے علم میں یہ بات آجاتی کہ ان کے علاقوں سے لوگ جا جا کر مسلمان ہو رہے ہیں تو وہ ان لوگوں کے لیے مشکلات پیدا

کر سکتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول خدا ﷺ کی خدمت میں آنے والے ان جنّات کو دیکھا، ان سے باتیں کیں۔ بعد میں خلافت راشدہ کے زمانے میں جب وہ کوفہ گئے تو کچھ لوگوں کو دیکھ کر چونک گئے، اور پوچھا یہ کون لوگ ہیں، جواب ملا "جُٹ قوم" کے لوگ ہیں یعنی جاٹ قوم کے وہ لوگ جو عرب میں خانہ بدوشی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ یہ ان جنّات کے بہت مشابہ ہیں جن کو میں نے رسول کریم ﷺ کے پاس دیکھا تھا۔

4۔ کُرد قوم جنّوں کا قبیلہ کہلاتی ہے۔ فارسی میں "اکراد" یا "کُرد" ان خانہ بدوش قبائل کو کہا جاتا ہے جو بلوچستان سے لے کر شام کے درمیانی علاقوں میں خانہ بدوشی کی زندگی گذارتے ہیں۔

5۔ ایک دفعہ زرد عمامے باندھے چند پہاڑی لوگ شیعہ ائمہ کے پاس کچھ دینی مسائل پوچھنے آئے۔ ان کے جانے کے بعد حاضرین نے سوال کیا کہ یہ کون لوگ تھے، جواب ملا جنّ تھے۔

6۔ سورت الاحقاف اور سورت الجنّ کی آیات پر یکجائی نظر ڈالیں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہودی اور عیسائی موحد جنّ قبول اسلام کے لیے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

7۔ایبٹ آباد پاکستان سے چھٹی صدی کا ایک قلمی نسخہ دریافت ہوا جس میں ''ابو الخطیب شیر ازی کا کڑ'' کی روایت ہے کہ سورت الاحقاف کی آیات میں ہمارے گروہ کا ذکر ہے جو رسول کریم ﷺ سے ملنے مدینہ گیا تھا۔

8۔''تاریخ جرجان'' نامی کتاب میں ذکر ہے کہ ''ہند'' یعنی دریائے سندھ کے علاقے کے قبائلی لوگ یمن کے راستے سفر کر کے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

9۔قدیم دور کے انسان میں تہذیب ملتی ہے، کلچر ملتا ہے۔ آدم کے زمانے میں جب انسان کو حکم ہوا کہ زمین کو آباد کرو، غاروں کی زندگی سے نکل کر تمدّن اختیار کرو۔ بکھری ہوئی پراگندہ زندگی چھوڑ کر روحانی اور تہذیبی ترقی کے دور کا آغاز کرو تو اُس زمانے میں اس ارشاد کی مخالف قوتیں ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر جمع ہوئیں جس نے اپنی ناری صفت کی وجہ سے اس حکم کو ماننے سے انکار کیا، کہ ہم نرمی کے حامل اس نظام کو کیسے قبول کریں جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تصور ہے۔ جیسے اس دور میں اگر امریکہ میں بندوق پر پابندی لگانے کی بات کی جائے تو بے شمار لوگ اس کے خلاف کھڑے ہو جاتے ہیں کہ بندوق تو ہماری زندگی کا حصہ ہے اس کے بغیر تو ہم چل ہی نہیں سکتے۔

10۔ حضرت آدم علیہ السلام کو ملنے والی اس تعلیم کے بعد انسانی تہذیب دریاؤں کے کناروں پر شروع ہوئی اور مٹی کو گوندھ کر مختلف اشیا بنانے کے دَور کا آغاز ہوا۔ اور پتھر کے زمانے سے نکل کر دھاتوں کے زمانے میں داخل ہونے کا دَور شروع ہوا۔ ہڑپہ اور مہر

گڑھ کی تہذیب اس کا نمونہ ہیں۔ اس کے بالمقابل آتش فشاں پہاڑوں اور گرم صحراؤں میں آباد لوگوں کی تہذیب ہے۔ پس انسان اور جنّ ایک ہی جنس کے دو نام ہیں۔ ایک وہ جنس جس نے تہذیب کے نظام کو قبول کیا اور ''طینی سرشت'' والے کہلائے اور دوسرے ''ناری سرشت'' والے کہلائے۔

11۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ جن لوگوں کو آپ جنّ کہہ رہے ہیں وہ بھی وہ تمام چیزیں استعمال کر رہے ہیں جو انسان کر رہے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کے موجد نہیں۔ جو چیز تمدّنی علاقوں میں بنتی ہے وہ اُس کے خریدار ہوتے ہیں۔ ایسی چیزیں جن کی انسانی معاشروں میں قدر ہے ان کو لے کر آتے ہیں انہیں بیچ کر ان کے بدلے اپنے فائدے کی اشیا لے کر جاتے ہیں۔

12۔ قرآن مجید میں 30 مقامات پر جنّ و انس کا ذکر ہے اور دونوں گروہوں کو خدا تعالیٰ نے بالکل متوازی لیا ہے اور طرز تخاطب میں دونوں برابر ہیں۔

13۔ انسان اس کائنات کا ایک جاندار وجود ہے۔ اس وجود کی آگے دو قسمیں ہیں، روحانی مذہبی اور کسی حد تک جسمانی ارتقا کے لحاظ سے۔ انسان جس میں اُنس کا مادہ ہے اور جنّ جس میں سرکشی کا پہلو غالب ہے۔ منگول، آریائی اقوام اور ترک لوگ اس کا نمونہ ہیں جن کی سرکشی اور غضب سے بچنے کے لیے چائنہ کے سمندروں سے لے کر یورپ تک دیواریں بنائی گئیں۔

14۔ قرآنی آرکیالوجی یہ مضمون خوب کھول کر بیان کر رہی ہے کہ انسان کے جو ماضی کے چھوڑے ہوئے آثار ہیں ان کا مطالعہ ہمیں ایک گروہ کی روشنی میں نہیں بلکہ اُس کے بائی لاجیکل ارتقا اور تہذیبی ارتقا کو سامنے رکھتے ہوئے دونوں گروہوں کو متوازی رکھ کر ایک ہی تناظر میں دیکھ کر آگے چلنا ہو گا۔ پھر ہم اس مسئلہ کو زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ اور یہ دونوں گروہ اپنی پیدائش سے لے کر انجام کار جزا و سزا تک اکٹھے ہی ہیں۔

(https://www.alislam.org/video/quranic-archaeology-5/)

(https://www.alislam.org/video/quranic-archaeology-6)

خدا تعالیٰ ہم سب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء کے بیان فرمودہ حقائق و معارف پر غور کرنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اور توہمات سے بچتے ہوئے قرآن مجید کے بیان فرمودہ قواعد و ضوابط کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے، اور اِس سچی، پاک اور بے عیب تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

الجامع لأحكام القرآن

والمبيّن لما تضمّنه من السُّنّة وآي الفرقان

تأليف
أبي عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر القرطبي
(ت ٦٧١ هـ)

تحقيق
الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي
شارك في تحقيق هذا الجزء
محمد رضوان عرقسوسي

الجزء التاسع عشر

مؤسسة الرسالة

«أولئك جِنُّ نَصِيبين سألوني المتاع والزادَ، فمتَّعتهم بكل عظم حائل[١] ورَوْثة وبعرة». فقالوا: يا رسول الله، يَقْذَرها الناس علينا. فنهى رسول الله ﷺ أن يُسْتَنْجى بالعظم والرَّوْث. قلت: يا نبيَّ الله، وما يُغْني ذلك عنهم! قال: «إنهم لا يجدون عظماً إلا وجدوا عليه لحمه يوم أُكِل، ولا رَوْثة إلا وجدوا فيها حَبَّها يوم أُكِل» فقلت: يا رسول الله، لقد سمعت لَغَطاً شديداً؟ فقال: «إن الجِنَّ تدارأت في قتيل بينهم، فتحاكموا إليَّ فقضيت بينهم بالحقّ». ثم تبرَّز النبيُّ ﷺ ثم أتاني فقال: «هل معك ماء»؟ فقلت يا نبيَّ الله، معي إداوة فيها شيء من نبيذ التمر، فصببت على يديه فتوضأ فقال: «تمرة طيِّبة وماء طهور»[٢]. روى معناه معمر عن قتادة وشُعبة أيضاً عن ابن مسعود. وليس في حديث معمر ذكر نبيذ التمر.

ورويَ عن أبي عثمان النَّهْدِيِّ أن ابن مسعود أَبْصَرَ زُطًّا[٣] فقال: ما هؤلاء؟ قال: هؤلاء الزُّطّ. قال: ما رأيت شبههم إلا الجنّ ليلة الجنّ، فكانوا مستفزّين يتبع بعضهم بعضاً[٤].

وذكر الدَّارقُطْنيُّ[٥] عن عبد الله بن لَهِيعة، حدَّثني قيس بن الحجَّاج، عن حَنَش، عن ابن عباس، عن ابن مسعود أنه وضَّأ النبيَّ ﷺ ليلةَ الجنِّ بنبيذٍ، فتوضأ به وقال: «شراب وطهور». ابنُ لَهِيعة لا يحتج به. وبهذا السند عن ابن مسعود: أنه خَرج مع النبيِّ ﷺ ليلة الجنِّ، فقال له رسول الله ﷺ: «أمعك ماءٌ يا ابنَ مسعود»؟ فقال: معي

---

(١) أي متغير، قد غَيَّره البِلَى. النهاية (حول).

(٢) أخرجه مقطعاً الطبريُّ في تفسيره ٢١/١٦٦ - ١٦٩، وأخرجه بسياق أخصر منه الإمامُ أحمد (٤٣٨١)، وإسناده ضعيف. وسلف ١٥/٤٤١ قولُه: «تمرة طيبة وماء طهور» ومداره على أبي زيد، وهو مجهول اهـ. قال النووي في شرحه لصحيح مسلم ٤/١٦٩: وحديث النبيذ ضعيف باتفاق المحدثين.

(٣) الزط: جنس من السودان والهنود. النهاية (زطط).

(٤) عزاه الزيلعي في نصب الراية ١/١٤٠ للبيهقي، وأخرجه بنحوه عبد الرزاق ٢/٢١٨ - ١١٩، والطبري ٢١/١٦٧.

(٥) برقم (٢٤٣).

نبيذٌ في إداوةٍ؛ فقال رسول الله ﷺ: «صُبَّ عليَّ منه». فتوضأ وقال: «هو شراب وطهور» تفرَّد به ابن لَهيعة، وهو ضعيف الحديث[1].

قال الدَّارَقُطْنِي[2]: وقيل: إن ابن مسعود لم يشهد مع النبيِّ ﷺ ليلةَ الجنِّ. كذلك رواه علقمة بن قيس وأبو عبيدة بن عبد الله وغيرهما عنه أنه قال: ما شهدت ليلة الجنِّ. حدّثنا أبو محمد بن صاعد، حدَّثنا أبو الأشعث، حدَّثنا بشر بن المفضَّل[3]، حدثنا داود بن أبي هند، عن عامر، عن علقمة بن قيس، قال: قلت لعبد الله بن مسعود: أشَهِدَ رسولَ الله ﷺ أحدٌ منكم ليلةَ أتاه داعي الجنِّ؟ قال: لا. قال الدَّارقُطْنيُّ: هذا إسناد صحيح لا يُختلف في عدالة رواته[4].

وعن عمرو بن مُرّة قال: قلت لأبي عبيدة: حضر عبد الله بن مسعود ليلةَ الجنّ؟ فقال: لا[5]. قال ابنُ عباس: كان الجنُّ سبعة نفر من جنِّ نَصِيبين فجعلَهم النبيُّ ﷺ رسلاً إلى قومهم[6].

وقال زِرُّ بن حُبيش: كانوا تسعة؛ أحدهم زَوْبعة. وقال قتادة: إنهم من أهل نِينَوَى[7]. وقال مجاهد: من أهل نجران. وقال عكرمة: من جزيرة الموصل. وقيل: إنهم كانوا سبعة، ثلاثة من أهل نجران، وأربعة من أهل نَصِيبين[8].

---

(١) سنن الدارقطني (٢٤٤).

(٢) إثر الحديث السالف (٢٤٣).

(٣) في (ظ) و(م) الفضل. والمثبت من باقي النسخ وسنن الدارقطني.

(٤) في (م) راويه. والمثبت من باقي النسخ وسنن الدارقطني ورقمه (٢٤٥)، وهو عند الإمام أحمد (٤١٤٩)، ومسلم (٤٥٠).

(٥) سنن الدارقطني (٢٤٦).

(٦) أخرجه الطبري ٢١/ ١٦٥، والطبراني في المعجم الكبير ١١/ ٢٥٦ (١١٦٦٠) وابن عدي في الكامل ٧/ ٢٤٨٨.

(٧) أخرج قولهما الطبري ٢١/ ١٦٥ - ١٦٦.

(٨) المثبت من (خ) وهو الموافق لما في النكت والعيون ٥/ ٢٨٦، والكلام منه، وفي غير (خ): حران.

حرف آخر

خدا تعالیٰ کے فضل و احسان سے جماعت احمدیہ اس پاک گروہ کا نام ہے جو پیروں فقیروں اور عاملوں کے در پہ حاضری دینے کی بدعت سے یکسر پاک ہے۔ یہ نور ہمیں اس لاریب و بے عیب پاک کتاب سے ملا جس کا نام قرآن ہے۔ یہ روشنی ہمیں اس ذات کے طفیل ملی جو کُل عالم کے لئے اسوہ حسنہ بن کر آیا۔ پھر اس شعور کو اس مسیح و مہدی نے بیدار کیا جو نبیِ کامل کا ظِل کامل تھا۔ پس قرآن مجید، احادیث امامِ آخر الزّمان اور آپ کے مقدس و مطہر خلفاء نے جِنّات کی جو حقیقت بیان کی ہے وہی ہمارے لئے قابل عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احمدیوں کو جِن ّنہیں چمٹے، ان پر آسیب یا بد روح کا سایہ نہیں ہوتا۔ انہیں اپنے بازو یا گلے میں تعویز نہیں لٹکانے پڑتے، نہ کسی عامل کے آستانے پر دَم کروانے کے لئے جانا پڑتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی چند احادیث جن میں تعویز دھاگے اور دَم وغیرہ کی واضح طور پر مناہی کی گئی ہے ذیل میں پیش ہیں۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ، "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ، قَالُوا: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: هُمُ الَّذِينَ، لَا يَسْتَرْقُونَ، وَلَا يَتَطَيَّرُونَ، وَلَا يَكْتَوُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ" ۔

(صحیح مسلم کِتَاب الْإِيمَانِ باب الدَّلِيلِ عَلَى دُخُولِ طَوَائِفَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلاَ عَذَابٍ۔ حدیث نمبر 525)

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" :میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ "لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:" یہ وہ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے، بدشگونی نہیں لیتے۔ داغنے کے ذریعہ علاج نہیں کرتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔"

حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: " عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ ، وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ ، وَالنَّبِيَّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ ، إِذْ رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي ، فَقِيلَ لِي: هَذَا مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَوْمُهُ ، وَلَكِنِ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ ، فَنَظَرْتُ ، فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ ، فَقِيلَ لِي: انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ الْآخَرِ ، فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ ، فَقِيلَ لِي: هَذِهِ أُمَّتُكَ ، وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ، وَلَا عَذَابٍ ، ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَخَاضَ النَّاسُ فِي أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ، وَلَا عَذَابٍ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ صَحِبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ وَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللَّهِ ، وَذَكَرُوا أَشْيَاءَ ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ: مَا الَّذِي تَخُوضُونَ فِيهِ؟ ، فَأَخْبَرُوهُ ، فَقَالَ: هُمُ الَّذِينَ لَا يَرْقُونَ ، وَلَا يَسْتَرْقُونَ ، وَلَا يَتَطَيَّرُونَ ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ "۔

(صحیح مسلم کِتَاب الْإِيمَانِ باب الدَّلِيلِ عَلَى دُخُولِ طَوَائِفَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ۔حدیث نمبر 527)

ہمیں حضرت ابن عباسؓ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ آپ ﷺ نے

فرمایا: ”میرے سامنے پیغمبروں کی امتیں پیش کی گئیں۔ پس میں نے کسی نبی کے ساتھ کوئی ایک چھوٹی سی جماعت دیکھی۔ کسی نبی کے ساتھ ایک یا دو آدمیوں کو دیکھا۔ اور کسی نبی کے ساتھ کوئی بھی شخص نہیں تھا۔ پھر میرے سامنے ایک بڑی جماعت لائی گئی تو میں سمجھا کہ یہ میری امت ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ موسیٰ اور ان کی قوم ہے۔ لیکن اُفق کی طرف دیکھو، میں نے دیکھا تو ایک بہت بڑی جماعت ہے، پھر مجھ سے کہا گیا کہ اب دوسرے اُفق کی طرف دیکھو، دیکھا تو ایک بہت بڑی جماعت ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ یہ تیری امت ہے اور ان لوگوں میں ستر ہزار لوگ ایسے ہیں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے۔ “پھر آپ ﷺ اٹھے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ تو لوگ ان لوگوں کے بارے میں قیاس آرائیاں کرنے لگے جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے۔ بعض نے کہا: شاید وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے، بعض نے کہا: نہیں شاید وہ لوگ ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا، بعض نے کچھ اور باتوں کا تذکرہ کیا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا تم لوگ کن باتوں میں لگے ہو؟ “انہوں نے آپ ﷺ کو بتایا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا” : یہ وہ لوگ ہیں، جو نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں، نہ کرواتے ہیں نہ برا شگون لیتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ “

عَنْ زَيْنَبَ ,قَالَتْ: كَانَتْ عَجُوزٌ تَدْخُلُ عَلَيْنَا تَرْقِي مِنَ الْحُمْرَةِ , وَكَانَ لَنَا سَرِيرٌ طَوِيلُ الْقَوَائِمِ , وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ إِذَا دَخَلَ تَنَحْنَحَ وَصَوَّتَ , فَدَخَلَ يَوْمًا فَلَمَّا سَمِعَتْ صَوْتَهُ

احْتَجَبَتْ مِنْهُ , فَجَاءَ فَجَلَسَ إِلَى جَانِبِي فَمَسَّنِي فَوَجَدَ مَسَّ خَيْطٍ , فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَقُلْتُ: رُقًى لِي فِيهِ مِنَ الْحُمْرَةِ , فَجَذَبَهُ وَقَطَعَهُ فَرَمَى بِهِ , وَقَالَ: لَقَدْ أَصْبَحَ آلُ عَبْدِ اللَّهِ أَغْنِيَاءَ عَنِ الشِّرْكِ , سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , يَقُولُ: " إِنَّ الرُّقَى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ " ۔ (سنن ابن ماجه كتاب الطب ۔ بَابُ: تَعْلِيقِ التَّمَائِمِ ۔ حدیث نمبر 3530)

حضرت زینب زوجہ عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس ایک بڑھیا آیا کرتی تھیں، وہ "حمرہ" کا دم کرتی تھیں، ہمارے پاس بڑے پایوں کی ایک چارپائی تھی، اور عبد اللہ بن مسعودؓ کا معمول تھا کہ جب گھر آتے تو کھنکھارتے اور آواز دیتے، ایک دن وہ گھر کے اندر آئے جب اس بڑھیا نے ان کی آواز سنی تو ان سے پردہ کر لیا، عبد اللہ بن مسعودؓ آ کر میری ایک جانب بیٹھ گئے اور مجھے چھوا تو ان کا ہاتھ ایک گنڈے سے جا لگا، پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ سرخ بادے "حمرہ" کے لیے دم کیا ہوا گنڈا ہے، یہ سن کر انہوں نے اسے کھینچا اور کاٹ کر پھینک دیا اور کہا: عبد اللہ کے گھرانے کو شرک کی حاجت نہیں ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: "دم، تعویذ، گنڈے اور ٹونا شرک ہیں۔"

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ , أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , رَأَى رَجُلًا فِي يَدِهِ حَلْقَةٌ مِنْ صُفْرٍ فَقَالَ: " مَا هَذِهِ الْحَلْقَةُ؟ " , قَالَ: هَذِهِ مِنَ الْوَاهِنَةِ , قَالَ: " انْزِعْهَا فَإِنَّهَا لَا تَزِيدُكَ إِلَّا وَهْنًا ۔ (سنن ابن ماجه كتاب الطب ۔ بَابُ: تَعْلِيقِ التَّمَائِمِ ۔ حدیث نمبر 3531)

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں پیتل کا ایک کڑا ہے، پوچھا: یہ کیسا کڑا ہے، اس نے جواب دیا: یہ واہنہ کی بیماری سے بچنے کے لیے ہے، آپ ﷺ نے فرمایا" :اسے اتارو، اس لیے کہ یہ تمہارے اندر مزید وہن (کمزوری) پیدا کر دے گا "۔

عَنْ عَقَّارِ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنِ اكْتَوَى أَوِ اسْتَرْقَى فَقَدْ بَرِئَ مِنَ التَّوَكُّلِ"۔

(سنن ترمذي ابواب الطب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الرُّقْيَةِ)

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" :جس نے بدن داغا یا جھاڑ پھونک کرائی وہ توکل کرنے والوں میں سے نہ رہا۔

عَنْ عِيسَى أَخِيهِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُكَيْمٍ أَبِي مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ أَعُودُهُ وَبِهِ حُمْرَةٌ، فَقُلْنَا: أَلَا تُعَلِّقُ شَيْئًا، قَالَ: الْمَوْتُ أَقْرَبُ مِنْ ذَلِكَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ"۔

(سنن ترمذي ابواب الطب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ التَّعْلِيقِ)

عیسیٰ بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عکیم کے ہاں ان کی عیادت کرنے گیا، ان کو "حمرۃ" کا مرض تھا۔ ہم نے کہا: کوئی تعویذ وغیرہ کیوں نہیں لٹکا لیتے ہیں؟ انہوں نے کہا: موت اس سے زیادہ قریب ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا" :جس نے کوئی چیز لٹکائی وہ اسی کے سپرد کر دیا گیا۔"

وہ پاک رسول جو انسان کا بوجھ ہلکا کرنے، رسوم ورواج کا قَلع قَمع کرنے اور گلوں میں پڑے طوق سے نجات دلانے آیا تھا، آج اُسی کے نام لیوا اِن بدعات اور رسوم سے سب سے زیادہ آلودہ ہیں۔

وہ مسلمان عوام اور خواص جو علماء و مفسّرین کے بیان کردہ جِنّات پر ایمان رکھتے ہیں، آئے دن اُن پر جِنّات کا سایہ ہو جاتا ہے، کوئی بد روح اُن میں گھس جاتی ہے۔

اور پھر آسیب کا سایہ دور کرنے کے لئے انہیں کسی عامل، پیر یا فقیر کے در پہ حاضری دینی پڑتی ہے۔ اور کئی بدنصیب ان دروں پر عمر بھر کی کمائی لٹا دیتے ہیں۔

ان آستانوں پر کی جانے والی بے ہودگیاں، بے حیایاں اور اخلاص سوز حرکتیں آئے روز خبروں کی زینت بنتی ہیں، مگر حیف ہے ان لوگوں پر کہ ان کی بند عقل کا تالا کھلتا ہی نہیں۔

ان خبروں کے چند تراشے اس کتاب میں شامل کئے جا رہے ہیں۔

تازہ ترین ایک ہزار سے زائد غیر ملکی کمپنیوں نے روس چھوڑ دیا، تہلکہ خیز دعویٰ

گوجرانوالہ میں جعلی پیر اور اس کے بیٹے نے خاتون کو جنسی زیادتی کا نشانہ بناڈالا

May 18, 2021 | 12:27:PM

Download Our Android App   Download Our iOS App

گوجرانوالہ (ڈیلی پاکستان آن لائن) گوجرانوالہ پولیس نے جنسی زیادتی کے الزامات کے تحت جعلی پیر اور اس کے بیٹے کو گرفتار کرلیا ہے۔

تفصیلات کے مطابق لاہور کی رہائشی خاتون اولاد نہ ہونے کے باعث جعلی پیر کے پاس دعا کیلئے گئی تھی لیکن عبدالوہاب نامی شخص اور اس کے بیٹے نے خاتون کو مبینہ زیادتی کا نشانہ بناڈالا۔ خاتون نے بعد ازاں پولیس سے رابطہ کرتے ہوئے شکایت درج کروائی، پولیس نے مقدمہ درج کرتے ہوئے دونوں افراد کو گرفتار کرلیا ہے اور تحقیقات کا آغاز کر دیا ہے۔

شجاع آباد: جعلی پیر نے دو کتے زندہ جلا کر شفا کیلئے راکھ مریدوں کو کھلا دی

Mar 09, 2018 | 12:41:PM

ملتان (ویب ڈیسک) چاہ نوناں والا چک آر ایس میں جعلی پیر ظہور المعروف لچھاں والی سرکاری نے جادو ٹونہ کیلئے دو کتوں کو زندہ جلا دیا اور راکھ بطور شفا مریدوں کو کھلا دی۔ اس موقع پر اہل علاقہ اور جعلی پیر کے خلاف سخت احتجاج کرتے ہوئے اس کے خلاف نعرے لگائے۔

روزنامہ خبریں کے مطابق جعلی پیر کے بھائی وزیر احمد، جاوید حسن، پیر بخش فوجی، عبد الغفور نے دو کتے زندہ جلانے کی تصدیق کی اور مزید بتایا کہ وہ نہایت عیاش ہے، دو بیویوں کو بچوں سمیت گھر سے نکال چکا ہے۔ (ک) نامی مریدنی بغیر نکاح کے "خادمہ خاص" کے طور پر "موج مستی" کیلئے رکھی ہوئی ہے، احتجاج پر قتل کرا دینے جنات سے مروا دینے کی دھمکی دیتا ہے۔ جس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دوں بینائی مل جائے گی، اسی طرح کی بہت ہی ناقابل تحریری بیان باتیں اور جعلی پیر کا کردار سامنے آیا۔

لیہ: پیری مریدی کی آڑ میں عریاں تصاویر، ویڈیوز بنانے والا جعلی پیر گرفتار

ویب ڈیسک (https://urdu.geo.tv/writer/ویب-ڈیسک)

25 جنوری، 2018

(-https://www.facebook.com/sharer.php?u=https%3A%2F%2Furdu.geo.tv%2Flatest%2F178938)

ملزم کے خلاف مقدمہ درج کرلیا گیا—فائل فوٹو

لیہ: فیڈرل انویسٹی گیشن ایجنسی (ایف آئی اے) نے لیہ میں پیری مریدی کی آڑ میں عریاں تصاویر اور ویڈیوز بنانے والے جعلی پیر کو گرفتار کرلیا۔

ایف آئی اے کے ڈپٹی ڈائریکٹر خالد انیس کے مطابق ایف آئی اے نے ایک شکایت کنندہ کی تحریری شکایت پر چھاپہ مار کر لیہ کے رہائشی عاشق حسین عرف نانگا کو گرفتار کیا۔

تازہ ترین حکومت پنجاب لاہور پروگرامز لیٹسٹ ویڈیوز بلاگ مزید

سٹی42: معاشرے میں جعلی پیروں، جادو ٹونے کرنیوالوں کی بھرمار ہے، جنہوں نے کئی لوگوں کی زندگیاں برباد کر دیں۔ ایسے ہی جن نکالنے پر پیر نے خاتون کو بہیمنہ تشدد کا نشانہ بناڈالا۔

تفصیلات کے مطابق آئے روز جعلی عالم، پیروں کے ہاتھوں خواتین، لڑکیوں کی تذلیل کی جارہی ہے۔ کالا جادو، شوہر کا ناراض، اولاد کا نہ ہونا اور جنات کا سایہ جیسے مسائل نے خواتین کی زندگی اجیرن کر دی ہے۔ پھر خواتین ان مسائل سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے جعلی عالموں سے رجوع کرتی ہیں اور ایسے لوگوں کی باتوں میں آکر اپنا خوشحال گھر اجاڑ لیتی ہیں۔

رحیم یار خان کے علاقے مڈ درباری میں ایسا ہی ایک افسوس ناک واقعہ پیش آیا، جہاں جن نکالنے پر پیر نے خاتون پر بہیمنہ تشدد کر دیا۔ روہی نیوز نے تشدد کی ویڈیو حاصل کر لی ہے۔ پیر کو ویڈیو میں خاتون پر تشدد اور بدتمیزی کرتے دیکھا جاسکتا ہے، پیر کو خاتون کا بازو توڑتے اور ہتک آمیز رویہ اختیار کرتے بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ متاثرہ خاتون کے رشتے داروں نے تھانہ سی ڈویژن میں کارروائی کیلئے تحریری درخواست دے دی ہے۔

پولیس کا کہنا تھا کہ 24 گھنٹوں میں جعلی پیر کے گھر میں 3 مرتبہ چھاپے مارے ہیں، جعلی پیر اور اس کے اہل خانہ گھر سے فرار ہیں۔ پولیس کا کہنا ہے کہ متاثرہ خاتون اور اس کا شوہر مدعی نہیں بن رہے ہیں اور اہل خانہ نے متاثرہ خاتون کا میڈیکل بھی نہیں کروانے دیا۔ جلد ہی جعلی پیر کی گرفتاری عمل میں لائی جائے گی۔

نوائے وقت صفحہ اول تازہ ترین خبریں متفرق شہر قلم اور کالم پرنٹ ایڈیشن

تازہ ترین یورپی یونین کی روس سے تیل کی درآمدات میں کمی پر رضامندی

جعلی پیروں، عاملوں کیخلاف قانون سازی، جماعت اسلامی نے اسمبلی سیکرٹریٹ میں قرارداد جمع کرادی

Apr 21, 2014

شیئر کریں: Facebook پر محفوظ کریں

لاہور (خصوصی نامہ نگار) پارلیمانی لیڈر اور امیر جماعت اسلامی پنجاب ڈاکٹر سید وسیم اختر نے جعلی پیروں اور عاملوں کے حوالے سے قرارداد پنجاب اسمبلی کے سیکرٹریٹ میں جمع کروادی۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ "معاشرے میں جعلی پیروں، عاملوں اور جادوگروں کا کاروبار اور ہتھکنڈے اپنے عروج پر ہیں جو معاشرے کے لئے ناسور بن چکے ہیں حکومت ان ناجائز ہتھکنڈوں کے خلاف جامع انداز میں قانون سازی کرے تاکہ اس مکروہ دھندے کا سدباب ہوسکے اور عوام اس ناسور سے نجات پاسکیں" علاوہ ازیں سید وسیم اختر نے میڈیا کو ایک بیان میں کہا ہے کہ الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا جعلی پیروں اور عاملوں کے اشتہارات سے بھرے ہوئے ہیں جو لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ لوگوں کے گھر اجڑ رہے ہیں اور یہ کاروبار ملک میں ایک ناسور کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سنجیدگی سے ان جعلی پیروں اور عاملوں کے خلاف کارروائی کی جائے۔ حالیہ دنوں میں دل دہلا دینے والے واقعات نے پوری قوم کو تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ معاشرے میں بڑھتی ہوئی بے راہ روی قرآن و سنت سے دوری کا نتیجہ ہے۔ ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ ہی سے ہمارے تمام مسائل حل ہوسکتے ہیں۔

کتابیات

تفسیر صغیر، قرآن مجید کا اردو بامحاورہ ترجمہ مع مختصر تفسیر۔ از خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قرآن کریم، اردو ترجمہ۔ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ۔

صحیح بخاری۔ مؤلفہ امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

صحیح مسلم۔ مؤلفہ امام مُسلمؒ

جامع ترمذي۔ از امام محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ۔

سنن ابی داؤد۔ از امام ابو داؤدؒ۔

مستدرک حاکم۔ از امام ابی عبد اللہ الحاکم النیسابوری۔ ایڈیشن 1997ء۔ مطبوعہ دار الحرمین قاہرہ۔

آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن۔

برکات الدعاء، روحانی خزائن جلد 6۔ ایڈیشن 2009ء۔ اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز یوکے۔

ملفوظات جلد دوم۔ ایڈیشن 2018ء اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز یوکے۔

ملفوظات جلد سوم۔ ایڈیشن 2018ء۔ اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز یوکے۔

مفردات القرآن، مصنفہ امام راغب اصفہانیؒ۔ اردو ترجمہ محمد عبدہ فیروزپوری۔

حقائق الفرقان جلد دوم۔ ایڈیشن 2005۔ نظارت نشرو اشاعت قادیان۔

حقائق الفرقان جلد سوم۔ ایڈیشن 2005۔ نظارت نشرو اشاعت قادیان۔

حقائق الفرقان جلد چہارم۔ ایڈیشن 2005۔ نظارت نشرو اشاعت قادیان۔

تفسیر کبیر جلد اوّل۔ از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔ ایڈیشن اپریل 1986ء مطبوعہ لندن۔

تفسیر کبیر جلد چہارم۔ از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔ ایڈیشن اپریل 1986ء مطبوعہ لندن۔

الہام، عقل، علم اور سچائی۔ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

اخبار الفضل قادیان دارالامان، مورخہ 2 مئی 1921ء۔ شمارہ 82 جلد 8۔
الفضل لاہور، 13 جون 1950ء، جلد 38 / 4 شمارہ 137۔
سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن، 25 جون 2001ء جلد 28 شمارہ 51۔
قاموس الفاظ القرآن الکریم۔ مصنّفہ ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی۔ ناشر مکتبہ دار الاشاعت کراچی۔
فرہنگِ آصفیّہ جلد دوم۔
کنز الایمان۔ ترجمہ قرآن مجید از احمد رضا خان بریلوی۔ مطبوعہ قرآن منزل ترکمان گیٹ دہلی۔
سیرت ابنِ ہشّام، اردو۔ جلد اوّل۔ ایڈیشن مئی 1994ء۔ ادارہ اسلامیات لاہور۔
تاریخ طبری۔ از علامہ محمد بن جریر طبری۔ اردو ترجمہ سید محمد ابراہیم ندوی، جلد دوم۔ ایڈیشن اپریل 2004ء۔ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی۔
سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد ایم اے۔ ایڈیشن 2004ء، نظارت نشر و اشاعت قادیان۔
مجالس عرفان۔ یکے از مطبوعات شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی بسلسلہ صد سالہ جشنِ تشکر۔
سیرۃ الرّسول، از علامہ ڈاکٹر طاہر القادری۔ جلد سوئم۔ ایڈیشن مئی 2017ء۔ منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور۔
تفسیر ابن کثیر، جلد اوّل صفحہ 17۔ اردو ترجمہ از پیر کرم شاہ الازہری، ایڈیشن اپریل 2004ء۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔
تفسیر در منثور اردو، از امام جلال الدین السیوطی۔ ترجمہ پیر کرم شاہ الازہری۔ ایڈیشن نومبر 2006ء۔ مطبوعہ ضیا القرآن پبلی کیشنز اردو بازار لاہور۔
تفسیر بغوی اردو، از امام الکبیر ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی، جلد پنجم۔ ایڈیشن، 1436ھ۔ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان۔

تفسیر کمالین شرح اردو تفسیر جلالین ،مصنفہ علامہ جلال الدین محلّی وعلامہ جلال الدین سیوطیؒ۔ شرح مولانا محمد نعیم دیوبندی۔ جلد دوم۔ ایڈیشن جنوری 2008ء۔ دارلاشاعت کراچی۔

تفسیر کمالین شرح اردو تفسیر جلالین ،مصنفہ علامہ جلال الدین محلّی وعلامہ جلال الدین سیوطیؒ۔ شرح مولانا محمد نعیم دیوبندی۔ جلد ششم۔ ایڈیشن جنوری 2008ء۔ دارلاشاعت کراچی۔

تبیان الفرقان۔ جلد سوم۔ ایڈیشن صفر المظفر 1434ھ۔ مکتبہ شیخ لدھیانوی کہڑوڑپکا، ضلع لودہراں۔

تبیان الفرقان ۔ جلدچہارم ۔ایڈیشن صفر المظفر 1434ھ۔مکتبہ شیخ لدھیانوی کہڑوڑپکا، ضلع لودہراں۔

انوارُالبیان فی کشف اسرار القرآن، جلد دوم، ایڈیشن 2006ء۔ دارالاشاعت کراچی پاکستان۔

بیان القرآن، از ڈاکٹر اسرار احمد حصہ سوم۔ ایڈیشن جولائی 2011ء۔ انجمن خدام القرآن پشاور۔

قصصُ القرآن جلد اوّل، از مولانا محمد حفظ الرحمن سیُوہاروی۔ ناشر مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

امداد الکَرَم، از محمد امداد حسین پیرزادہ۔ جلد دوم۔ ایڈیشن 2013ء۔ ناشر الکرم پبلی کیشنز، یوکے۔

تبیان القرآن، از علامہ غلام رسول سعیدی، جلد 10۔ ایڈیشن 2005ء۔ رومی پبلی کیشنز لاہور۔

معارف القرآن از مفتی محمد شفیع، جلد سوم۔ ایڈیشن مارچ 2005ء۔ ناشر ادارۃ المعارف کراچی۔

معارف القرآن از مفتی محمد شفیع، جلد ہفتم۔ ایڈیشن مارچ 2005ء۔ ناشر ادارۃ المعارف کراچی۔

شرح قصیدہ بردہ شریف از علامہ عمر بن احمد الخرپوتی، مُترجَم شاہ محمد چشتی۔ ایڈیشن مارچ 2016ء۔ ناشر پروگریسو بُکس اردو بازار لاہور۔

ہندوستانی مشترکہ تہذیب اور اردو غزل۔ مصنفہ طاہرہ منظور۔ ایڈیشن 2006ء۔ ناشر، انڈین کاؤنسل فار کلچرل ریلیشنز نئی دہلی۔

فتاوٰی رِضویہ، جلد 21۔ ایڈیشن 2002

Jinnat ki Haqiqat (Urdu)

The True Meaning of Jinn

The true profound meanings and subtle philosophy regarding jinn described by the Imam of the age and his successors in refuting the baseless and absurd understanding and interpretation by Muslim clerics and commentators of the Holy Qura'an.

Written by:

Laiq Ahmad Mushtaq
Missionary Ahmadiyya Muslim Jamaat